الحیلۃ الناجزہ
یعنی
مظلوم عورتوں کی مشکلات کا شرعی حل
از: حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
مکتبہ رضی دیوبند ۲۴۷۵۵۴ (انڈیا)
{ Telegram } >>> https://t.me/pasbanehaq1

الحیلۃ الناجزہ

یعنی

احکام طلاق و نظام شرعی عدالت

جس میں

خواتین کو طلاق کے حقوق، لاپتہ شوہر، مجنوں و نامردوں سے چھٹکارہ پانے کا طریقہ، نیز نابالغہ کے فسخ نکاح، حرمت نکاح کے رشتے، یوروپین اقوام سے نکاح اور مسلم پرسنل لا پر جامع مدلل تحقیقات

از: حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

جدید ترتیب و تسہیل

مولانا خورشید حسن قاسمی

رفیق دار الافتاء دار العلوم دیوبند

مکتبہ رضی دیوبند ۲۴۷۵۵۴ (انڈیا)

کتاب کے بارے میں

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم!

مسائل مندرجۂ "الحیلۃ الناجزۃ" جس قدر ضروری اور اہم تھے اس سے زیادہ یہ اہم تھا کہ اس دشوار گذار میدان میں قدم کون رکھے، دنیا و آخرت کی اتنی بڑی ذمہ داری کون اٹھائے، اس کے لئے بے شمار کتابوں کی ورق گردانی اور علماء وقت سے مراجعت ومشاورت کی مشقت کون برداشت کرے؟

جبکہ ہر طبقہ کے علماء میں ان مسائل پر مفصل تصنیف کی اشد ضرورت محسوس کی جاتی تھی مگر علمی دشواریاں سد راہ بن جاتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ کو حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ کے دست مبارک سے یہ خدمت لینا تھی آپ کے قلب میں اس کا داعیہ قوت کے ساتھ پیدا ہوا، درحقیقت اُن ہی کی ذاتِ اقدس اس فریضہ کی متحمل ہو سکتی تھی آپ نے اپنے خداداد ورع وتقویٰ کی وجہ سے صرف اپنی دماغی کاوش اور محنت ومشقت کے بعد استخراج مسائل پر اکتفانہ فرمایا؛ بلکہ جس مسئلہ میں ذرا شبہ ہوا بار بار مالکی المذہب علماء مدینہ طیبہ سے خط وکتابت کرتے رہے، پھر ام المدارس دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے علماء کو اس تصنیف میں گویا شریک رکھا، کتاب کا کوئی لفظ ان حضرات کی نظر ومشوروں کے بغیر نہیں لکھا گیا؛ لیکن اس کے بعد بھی یہ ضروری سمجھا گیا کہ ہندوستان کے دوسرے علماء ومشاہیر سے بھی اس میں مشورہ لیا جائے، چنانچہ تمام مشہور علماء کی خدمت میں یہ "مسائل" بغرضِ مشورہ بھیجے گئے اور الحمدللہ ان حضرات کے جوابات ومشورہ موصول ہوئے جو کتاب میں درج کردئے گئے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ جزائے خیر عنایت فرمائے برادر معظم مولانا خورشید حسن قاسمی رفیق دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کو کہ موصوف نے کتاب کو جدید عنوانات اور تسہیل فرما کر عام فہم کردیا ہے، اللہ تعالیٰ مزید خدمت لیتا رہے اور قبول بھی فرمائے، آمین۔

طالب دعا

محمد رفعت قاسمی

خادم التدریس دارالعلوم دیوبند

۱۰/محرم الحرام ۱۴۲۶ھ، ۲۰/فروری ۲۰۰۵ء

فہرست مضامین

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

پیش لفظ

الحمدللہ، "طویل جدوجہد کے بعد" شرعی عدالت اور طلاق و نکاح کے فقہی احکام یعنی "الحیلۃ الناجزہ" کی جدید ترتیب اور جدید عنوانات کا کام مکمل ہو گیا اور کتاب منظر عام پر آگئی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آج سے تقریباً ساٹھ سال قبل شوہروں کے مظالم سے تنگ آکر اور شوہر کے مفقود الخبر "مجنون" عنین وغیرہ صورتوں میں بیویوں کے معلق رہنے اور خواتین پر مختلف زیادتیوں کے عام ہو جانے کی وجہ سے عورتوں میں فتنۂ ارتداد پھیلنا شروع ہو گیا تھا۔

اس ضرورتِ شدیدہ اور وقت کے اہم تقاضہ کے پیشِ نظر حکیم الامت مجددِ ملت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ نے "الحیلۃ الناجزہ" نامی کتاب تصنیف فرمائی۔

اور مالکی مذہب کے مدینہ منورہ سے متعدد مرتبہ مراسلات کے بعد ایسے فتاویٰ جمع فرمائے کہ ضرورتِ شدیدہ میں جن پر عمل کرکے حنفی المسلک کے لیے گنجائش ہے مذکورہ موضوع پر مشتمل فتاویٰ کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے اپنے زمانہ کے مفتیانِ کرام اور علماءِ عظام کی خدمت میں پیش فرما کر مذاکرہ اور بحث و تنقیح کے بعد "الحیلۃ الناجزۃ" نامی کتاب تصنیف فرمائی اور جس کی تصنیف میں جدی المکرم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اور حضرت مولانا عبدالکریم صاحب گنگوہیؒ نے غیر معمولی

تعاون فرمایا اور مدینہ منورہ کے مفتیانِ کرام سے فتاویٰ حاصل کرنے اور خط و کتابت کے سلسلہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نور اللہ مرقدہ نے بھی غیر معمولی رہنمائی فرمائی۔

اگرچہ اس کتاب کے متعدد ایڈیشن شائع ہوتے رہے لیکن کتاب کے ظاہری حسن اور کتاب کے جدید عنوانات کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں ہو سکی، چنانچہ راقم الحروف نے حضرتؒ کی عبارات کو باقی رکھتے ہوئے بعض جگہ معمولی طور پر تسہیل کی اور پوری کتاب پر جدید عنوانات قائم کیے اور اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل خدمات انجام دیں۔

(۱) "الحیلۃ الناجزہ" کے قدیم نسخہ کی پوری کتاب کی عبارات پر جدید عنوانات قائم کر کے فہرستِ مضامین اور فہرستِ عنواناتِ جدیدہ شریکِ اشاعت کی۔

(۲) اصل کتاب کی سابقہ عبارات کو باقی رکھتے ہوئے بعض اصطلاحی الفاظ کی تسہیل کی ہے اور جن مقامات پر نمایاں تسہیل کی ہے اُن کو بین القوسین کر دیا ہے لیکن حضرتؒ کے اصل مفہوم کو پوری طرح باقی رکھا گیا ہے۔

(۳) قدیم نسخہ میں بعض مقامات پر حاشیہ نہایت طویل بلکہ کئی کئی صفحات پر مشتمل تھا جو مستقل ایک مضمون جدید عنوان قائم کر کے متعلقہ مضمون کے آخیر میں پیش کر دیا گیا ہے اور ایسے مقامات پر مختصر نوٹ حاشیہ پر دے دیا گیا ہے تاکہ اس ترتیبِ جدید کی وضاحت ہو سکے۔

(۴) سابقہ نسخہ میں جن مقامات پر مختصر حاشیہ تھا اس کو باقی رکھتے ہوئے بعض جگہ اس کا عنوان حاشیہ پر قائم کر دیا ہے اور بعض جگہ اگر حاشیہ عربی میں تھا تو اس کا مفہوم اردو میں پیش کر دیا ہے۔

۵) حیلۂ ناجزہ کی تصنیف کے زمانہ کے مفتیانِ مدینہ منورہ، حضرت علامہ السفا ہاشم ؒ مالکی علامہ مفتی سعید بن صدیق خلاتی، علامہ مفتی محمد طیبؒ الانصاری، مفتی عبد اللہ فوتی، و دیگر مالکی مفتیانِ مسجد نبوی ؐ کی خدمت میں ارسال کیا گیا سوال نامہ اور مذکورہ مفتیانِ مالکیہ کے جوابات حسبِ سابق باقی رکھے گئے ہیں البتہ "حیلۂ ناجزہ" میں حضرتؒ نے مالکیہ کا اردو میں جو مسئلہ بیان فرمایا ہے قدیم نسخہ میں اس کی دلیل عربی فتوےٰ کے ساتھ کافی فاصلہ پر درج تھی جس کی نشان دہی حضرتؒ نے روایات کا نمبر تحریر فرما کر فرمائی تھی۔ راقم الحروف نے بعض مقام پر مالکیہ کے مسئلہ کی دلیل ساتھ ہی ساتھ عربی فتوٰی سے عربی میں ہی پیش کر دی اور سابقہ جگہ بھی وہ عبارت عربی فتوے میں بھی باقی رکھی اور اردو میں بھی اُسی جگہ عنوان لگا دیا۔

۶) جن رسائل کے عربی میں نام تھے وہ قدیم نام بھی باقی رکھے البتہ افادۂ عام کی غرض سے تعارفی جدید ناموں کا بھی اضافہ کر دیا جس کی وضاحت فہرست مضامین میں ہے۔

۷) "الحیلۃ الناجزہ" پر جن اکابر و علماءِ ہند نے تصدیقات تحریر فرمائی ہے ان کے اسماءِ گرامی کی ایک تفصیلی فہرست کتاب کے آغاز میں شریکِ اشاعت کی گئی ہے۔

۸) حیلۂ ناجزہ کے پانچوں رسائل سابقہ جگہ باقی رکھے گئے ہیں اس کے پہلے رسالے میں تفویض طلاق کے احکام مفقود الخبر، عنین، مجنون سے تفریق شرعی کی صورتیں حسبِ سابق درج کی گئیں ہیں۔

اسی طرح رسالہ "المختارات فی مہمات التفریق والخیارات" میں بالغہ کے فسخ

نکاح کی تفصیلی بحث اور حرمتِ مصاہرت کے احکام، کفو، غیر کفو میں نکاح کی بحث پیش کی گئی ہے۔

اور رسالہ حکم الازدواج میں غیر مسلم اقوام اور یورپین اقوام سے نکاح کے احکام بیان کیے گئے ہیں اور سابقہ نسخہ کی طرح رسالہ المرقومات للمظلومات میں مذکورہ تمام رسائل کا عام فہم خلاصہ پیش کیا گیا ہے نیز رفاق المجتہدین فی وفاق المجتہدین یعنی "حیلۂ ناجزہ" پر پیش کیئے گئے سوالات اور حیلۂ ناجزہ پر کیے گئے شبہات کا جامع جواب پیش کیا گیا ہے۔

(۹) مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند میں از ۱۳۹۶ھ تا ۱۴۰۱ھ چھ سال تک محکمہ عدلیہ شرعیہ دارالقضاء کے قیام کے دوران راقم الحروف کو بطور معتمد دارالقضاء جو خدمات کا موقعہ ملا اور مختلف نوعیت کے جو شرعی مقدمات سامنے آئے۔ ان تجربات کی روشنی میں مدعی/ مدعا علیہ کو نوٹس روانہ کرنے کا مضمون مختارنامہ، ثالث نامہ کا مضمون اور شرعی مقدمہ کی سرکاری حیثیت بنانے سے متعلق رہنمائی پر مشتمل مسودات اور عرضی دعویٰ، درخواست دعویٰ کا مسودہ وغیرہ بھی شریکِ اشاعت کیا گیا۔

(۱۰) مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور، خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون، دیوبند، دہلی کے مفتیانِ کرام اور دیگر اکابر علماء ہند کی جو تصدیقات قدیم نسخے میں آغازِ کتاب میں شامل تھیں ان کو آخر کتاب میں شریک اشاعت کیا گیا۔

مذکورہ تمام امور کی انجام دہی میں غیر معمولی احتیاط سے کام لیا گیا، پھر بھی سہو ونسیان خارج از امکان نہیں اس لیے جو سہو نظر سے گذرے ازراہِ نوازش راقم الحروف کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔

دعا ہے خداوند قدوس اس خدمت کو قبول فرمائے اور نافعِ خلائق بنائے۔
آمین۔ وما ذالك علی اللہ بعزیز۔

خورشید حسن قاسمی بن حضرت مولانا سید حسن صاحبؒ
سابق استاذ تفسیر و حدیث دارالعلوم دیوبند ۲۴ شعبان ۱۴۱۳ھ
مطابق ۱۷ فروری ۹۳ء
یوم چہارشنبہ

احقر خورشید حسن قاسمی بن حضرت مولانا سید حسن صاحبؒ (استاذ دارالعلوم دیوبند) نے کتاب ''الحیلۃ الناجزۃ'' یعنی ''احکام طلاق ونظام شرعی عدالت'' کے جملہ حقوق جناب قاری محمد رفعت صاحب مالک مکتبہ رضی دیوبند کو دیدیئے ہیں اور احقر نے کتاب کے حقوق کے آپسی معاملات طے کر لئے ہیں۔

نیز احقر نے مذکورہ کتاب کی اشاعت کے حقوق قاری صاحب موصوف کو دائمی دیدیئے ہیں، اب احقر یہ کتاب شائع نہیں کرے گا اور نہ ہی کسی دوسرے کو شائع کرنے کی اجازت دے گا۔

تحریر لکھ دی ہے تاکہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔

خورشید حسن
[illegible]

"الحیلۃ الناجزۃ"
کے تصدیق کرنے والے اکابرین کے اسماء گرامی

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذکریا صاحب نور اللہ مرقدہ

فقیہ ملت حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان و سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب نور اللہ مرقدہ

شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب

حضرت مولانا عبد اللطیف صاحبؒ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حضرت مولانا محمد اسعد اللہ صاحبؒ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ

حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحبؒ استاذ مدرسہ مظاہر العلوم دیوبند

حضرت مولانا عبد السمیع صاحبؒ دیوبندی استاذ دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا محمد رسول خان صاحبؒ استاذ دارلعلوم دیوبند

حضرت مولانا سید محمد مبارک علی صاحبؒ نائب مہتمم دارلعلوم دیوبند

حضرت مولانا مفتی محمد مسعود احمد صاحبؒ نائب مفتی دارلعلوم دیوبند

حضرت مولانا محمد ریاض الدین صاحب استاذ دارلعلوم دیوبند

حضرت مولانا سراج احمد صاحبؒ استاد مدرسہ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

حضرت مولانا عبد الکریم صاحب گنگھلویؒ

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحبؒ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون

و دیگر اکابرین و مفتیانِ ہند

جن حضرات نے "الحیلۃ الناجزہ" کی تصدیق وتائید فرمائی ان کے اسماء گرامی

مولانا سلطان محمود صاحبؒ

مولانا محمد شریف اللہ صاحب،

مولانا سجاد حسین صاحبؒ استاذ مدرسہ فتح پوری دہلی

مولانا محمد عبدالقادر صاحبؒ استاذ مدرسہ فتح پوری دہلی

مولانا اشفاق الرحمن صاحبؒ کاندھلویؒ استاذ مدرسہ فتح پوری دہلی

حضرت مولانا محمد شفیع دیوبندیؒ

مولانا محبوب الٰہیؒ دیوبندی استاذ مدرسہ عبدالرب دہلی

مولانا رشید احمدؒ استاذ درجۂ علیا مدرسہ حسینیہ دہلی

مولانا کفیل احمد صاحبؒ سندیافتہ دارالعلوم دیوبند استاذ عربک ہائی اسکول دہلی

مولانا عبدالرحمن صاحبؒ صدر المدرسین مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ

مولانا سید طاہر حسین صاحبؒ استاذ مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ

مولانا اختر شاہ صاحبؒ استاذ مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ

مولانا مشیت اللہ صاحبؒ استاذ مدرسہ عالیہ میرٹھ

مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھیؒ

مولانا شاہ صاحبؒ صدر مفتی مدرسہ عالیہ امدادیہ مراد آباد

مولانا خلیل احمد صاحبؒ مفتی مدرسہ عالیہ امدادیہ

مولانا محمد سعید حسن صاحبؒ

مولانا محمد انور صاحبؒ

مولانا محمد فاضل صاحبؒ

مولانا عبد الحق صاحبؒ مدرسہ شاہی مراد آباد

مولانا خیر محمد صاحبؒ صدر مدرس مدرسہ خیر المدارس جالندھر

مولانا محمد رمضان صاحبؒ مدرسہ عربی خیر المدارس جالندھر

مولانا محمد علیؒ مدرسہ خیر المدارس جالندھر شہر

مولانا محمد عبد اللہ رائے پوری مدرسہ خیر المدارس جالندھر

مولانا عبد الکریم صاحبؒ

مولانا محمد فقیر اللہ صاحبؒ استاذ مدرسہ رشیدیہ بھٹ پور جالندھر

مولانا فضل احمد صاحب مہتمم مدرسہ رائے پور گوجران پنجاب

مولانا محمد ابراہیم صاحبؒ مہتمم مدرسہ عربیہ جگراون ضلع لدھیانہ پنجاب

مولانا عبد العزیز صاحب استاذ مدرسہ رائے پور جالندھر پنجاب

مولانا محمود حسنؒ بہروی

مولانا عبد الکریم صاحبؒ بھٹ پور جالندھر

مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحبؒ مفتی مدرسہ راندیر ضلع سورت گجرات

مولانا محمد حسن صاحب صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر پنجاب

مولانا عبد الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر پنجاب

مولانا عبد الکبیر صاحبؒ استاد مدرسہ نصرۃ الحق امرتسر

مولانا محمد بہاؤ الحق قاسمی بن حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفےٰ صاحب قاسمی امرتسریؒ

مولانا غلام محمد صاحبؒ امام جامع مسجد خیر الدین امرتسر

مولانا اصحاب الدین استاذ مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر

مولانا محمد نور عالم استاذ عربی مسلم ہائی اسکول امرتسر

مولانا حکیم عبدالخالق صاحب چوک فرید امرتسر

مولانا عمرالدین شیخ مولوی فاضل قادیان ضلع گورداس پور پنجاب

مولانا واحد بخش استاذ مدرسہ عربیہ احمد پور شرقیہ بہاول پور

مولانا محمد صدیق صاحب

مولانا افضل احمد صاحب

مولانا چراغ محمد صاحب استاذ مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ

مولانا عبدالواحد صاحب جامع مسجد مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ

مولانا عبدالجبار صاحب مفتی وامام جامع مسجد سوپور کشمیر

مفتی محمد یٰسین دارالفتاویٰ سوپور کشمیر

مولانا محمد اسحٰق بردوانی مدرسہ عالیہ ڈھاکہ

مولانا محمد شمس الدین صاحب مدرسہ عالیہ ڈھاکہ

نوٹ: الحیلۃُ الناجزہ للحیلۃ العاجزہ پر مذکورہ بالا حضرات کی تفصیلی تصدیق ورائے گرامی کتاب کے آخر میں بعنوان "تصدیقاتِ علماءِ ہند" ملاحظہ فرمائیں۔ قدیم نسخے میں یہ تصدیق آغازِ کتاب میں درج تھی۔

خورشید حسن قاسمی

رفیق دارالافتاء ورکن رویت ہلال کمیٹی

دارالعلوم دیوبند یوپی انڈیا

۴ر شعبان ۱۴۱۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تالیف کتاب کی پہلی وجہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ یہ رسالہ چند فتاوٰی کا مجموعہ ہے جن میں تفویضِ طلاقِ منکوحہ کا مسئلہ ہے (یعنی نکاح کے وقت بیوی کو حقِ طلاق سپرد کر دینے کا مسئلہ ہے) تو جو رسالہ پہلا جزو ہے اس میں حنفیہ کے مذہب کے مطابق فتوٰی ہے اور اس کے دوسرے جزو میں مذہب مالکیہ مدینہ منورہ کے مفتیانِ کرام ہیں جن میں سے بعض اجزاء فقہ حنفی میں بھی پائے جاتے ہیں اور بعض اجزاء مذہبِ مالکیہ کی فقہ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور ان رسائل کو جمع کرنے کی ۲ وجہ ہیں پہلی وجہ تو اُن اعتراضات کا جواب دینا مقصود ہے جو کہ عورتوں کی تکالیف سے متعلق ہیں جن کا تعلق شوہر سے ہے جس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں۔

شوہر کا گم ہونا، مجنون ہونا، عنین، نامرد ہونا، وسعت کے باوجود بیوی کو نان و نفقہ نہ دینا وغیرہ وغیرہ

بیوی کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہ ہوگا (ارتدادِ زوجہ سے نکاح فسخ نہیں ہوتا)

(بعض حلقوں کی جانب سے) یہ اعتراض ہے کہ اسلام نے شرعی قاضی کے بغیر براہِ راست، خواتین کو مصائب (مذکورہ) سے نجات کا کوئی طریقہ تجویز نہیں کیا جبکہ ہندوستان میں شرعی قاضی کا وجود نہیں، بہرحال شوہر کے مذکورہ مظالم سے تنگ آکر بہت سی خواتین مرتد ہو جاتی ہیں چنانچہ کچھ ہی دن پہلے سنا تھا کہ بعض علاقوں میں بہت کم وقفہ میں کافی تعداد میں عورتیں مرتد ہو

چکی ہیں اگرچہ اس بات کا جواب بالکل ظاہر ہے کہ اسلام کا کام صرف تدبیر بتلانا ہے اگر مسلمان اس پر عمل نہ کریں تو موردِ الزام مسلمان ہیں، یا اسلام ؟

شرعی قاضی کے انتخاب کیلئے کوشش کی ضرورت

بہر حال اس اعتراض کا اور اس مشکل کا حل یہی ہے کہ اس قسم کے حاکم اور قاضی مقرر کیے جائیں جو کہ حکومت کے اقتدار سے اس قسم کے فیصلوں کو نافذ کرا سکیں اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو موجودہ حکومت سے مطالبہ کریں اور اس بات کی کوشش کریں کہ حکومت، اس قسم کے حاکم مقرر کر دے کہ جن میں وہ تمام صفات ہوں جو کہ شرعی قاضی میں ہونی چاہئیں یا کم از کم ہر ایک ضلع میں ایک اس قسم کا حاکم مقرر کرے جو کہ اس قسم کے معاملات میں اختیار رکھے اگر وہ حاکم عالم نہ ہو تو قانونی طور پر اس بات کی پابندی کی جائے کہ ہر ایک معاملہ میں علماء سے فتویٰ حاصل کرے اگر کسی وجہ سے مسلمان اس بات کا انتظام نہ کریں یا ان کی اس قسم کی درخواست اور کوشش کامیاب نہ ہو تو انصاف کرنا چاہیئے (یعنی اگر شرعی قاضی کا انتخاب نہ ہو سکے تو اس میں مسلمانوں کا قصور ہے یا اسلام کا ؟)

بہر صورت مذکورہ اعتراض خود مسلمانوں پر آتا ہے نہ کہ اسلام پر، اور اس صورت میں اسلام پر اعتراض کرنا آیت کریمہ "ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ" کے مخالف ہے۔

اور فارسی کے اس شعر کا مصداق ہے۔ ؎

نوٹ: قدیم نسخہ میں اس جگہ نہایت طویل حاشیہ تھا جس کو افادۂ عام کی غرض سے آئندہ صفحات میں "مسلمان عورت کا کافر سے نکاح" کے عنوان سے نیز قاضی کی صفات، شرائط اور دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کے حدود کے عنوانات سے پیش کیا گیا۔ (خورشید حسن قاسمی)

حملہ بر خود می کنی اے سادہ لوح !
ہمچوں آں شیرے کہ بر خود حملہ کرد
(یعنی اے سادہ لوح انسان تو خود اپنے اوپر حملہ کرتا ہے تو اُس شیر کی طرح ہے جو کہ خود اپنے اوپر حملہ آور ہوتا ہے)

دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کی حد — بعض شرائط

مذکورہ جواب اگرچہ اعتراض کرنے والوں کے لیے کافی ہے لیکن اس جگہ ایک اشکال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ شوہر کے طلاق دیئے بغیر یا شوہر کی وفات کے بغیر بھی تفریقِ شرعی یعنی علیحدگی کی کوئی صورت ہے یا نہیں ؟ اگرچہ مذکورہ جواب کے بعد مزید جواب کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی لیکن کیونکہ اس جواب میں مظلوم عورتوں کی مشکلات کا شرعی حل ہے اس وجہ سے ہم تبرعًا اس جواب کو بھی پیش کرتے ہیں۔

مظلوم عورتوں کیلئے گنجائش

جن عورتوں کا ابھی نکاح نہیں ہوا ان کی قسم قسم کی تکالیف دور کرنے کے لیے فقہ حنفی میں ایسے مسائل کی کمی ہے اس وجہ سے اس طرح کے واقعات کے متعلق مدینہ منورہ سے چند مرتبہ خط و کتابت کے بعد مذہبِ مالکیہ کے مفتیانِ کرام سے فتاویٰ حاصل کیے گئے یہ فتاویٰ جو کہ مع سوال و جواب عربی میں ہیں اس کتاب کے دوسرے جزء (بعنوان مجموعہ فتاویٰ مالکیہ میں مذکور ہیں) اس جواب کے بعد اور شدید ضرورت میں دوسرے امام کے مسلک کو مع شرائط و قیودات اختیار کر لینے کی گنجائش کے بعد اس اعتراض کی گنجائش نہیں کہ " اسلام میں کوئی ایسی تدبیر نہیں کہ جن میں قاضی شرط ہو۔"

کتاب کی ترتیب

اس کتاب کی ترتیب یہ ہے کہ اس کے پہلے جزو میں تفویض طلاق کا فتویٰ ہے اور دوسرے میں زوجۂ عنین زوجۂ مجنون کی تفریق کے احکام ہیں اسی طرح وہ شوہر جو کہ حاضر ہو لیکن متعنت ہو (یعنی آوارہ، بیوی کے حقوق سے لاپرواہ سرکش ہو) اور غائب غیر مفقود (یعنی ایسا شوہر جو کہ غیر ملک وغیرہ پردیس چلا گیا ہو کہیں موجود ہو لیکن بیوی کے حقوقِ شرعیہ ادا نہ کرتا ہو) کے تفصیلی احکام مذکور ہیں۔

اس کے بعد حضرات اکابرینِ دیوبند و اکابرینِ سہارن پور کی تصدیق درج ہے[1] اور سب سے آخیر میں ان تمام عربی فتاویٰ کو جو کہ مدینہ منورہ کے مذہب مالکی کے مفتیانِ کرام سے حاصل کیے گئے تھے اُن کو شامل کر دیا گیا ہے تاکہ اہلِ علم بھی ملاحظہ فرما سکیں اور ان مالکی مذہب کے فتاویٰ میں سے جس جس عبارت سے اس کتاب میں استدلال کیا گیا ہے ان کا روایت اولیٰ اور روایت ثانیہ نام رکھا

---

[1] اکابرینِ ہند کی تصدیق: دارالعلوم دیوبند سے گیارہ حضرات اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور سے چار حضرات نے اس تصنیف کو نہایت غور و خوض سے ملاحظہ فرمایا اور جگہ جگہ مفید مشورہ بھی دیتے اور اپنے قیمتی وقت کا بڑا حصہ صرف کر کے اس قدر اہتمام سے اصلاحی نظر فرمائی ہے کہ ان حضرات کو تصنیف میں شریک کہنا چاہیے اسی وجہ سے ان پندرہ حضرات کی تصدیق کو سب سے مقدم اصل تصنیف کے ساتھ درج کیا گیا اس کے علاوہ اس کے بعد دیگر علماء کرام کی تصدیقات رسالہ شائع ہونے کے بعد حاصل کی گئی ہیں ان تمام عربی فتاویٰ (جو کہ مالکی مفتیان سے حاصل کیے گئے تھے ان کی اصل امداد العلوم تھانہ بھون میں محفوظ ہے)

[2] جدید ترتیب میں فہرست تصدیق کنندگان آخیر میں شریک اشاعت کر دی گئی اور صرف ناموں کی فہرست شروع میں لگا دی گئی۔ خورشید حسن قاسمی۔

[3] جدید نسخہ میں اردو میں مذہب حنفی پر عمل سے متعلق مسائل کے عنوانات بھی دے دیئے گئے ہیں۔ خورشید حسن قاسمی۔

گیا اور اصل رسالہ میں اس استدلال کی گئی روایت کا اسی عنوان سے حوالہ بھی دے دیا ہے اور اس کا نام "الحیلۃ الناجزہ للحیلۃ العاجزہ" تجویز کیا گیا ہے جس کی مناسبت ہر ایک دونوں اجزاء کے ساتھ ظاہر ہے۔

حیلۂ ناجزہ کی جامع تلخیص کا تعارف

مذکورہ بالا تمام مضمون علمی نوعیت کا تھا اسی وجہ سے ان تمام کا خلاصہ نہایت عام فہم اور آسان عبارت میں پیش کر دیا گیا عوام کو بجائے پوری کتاب کے یہ خلاصہ دیکھ لینا اور سمجھ لینا کافی ہے یہ خلاصہ آخر میں شائع شدہ ہے۔ بہرحال اس خلاصہ کو بھی کسی عالم دین سے سمجھ لینا چاہیے لیکن عالم دین کے لیے مناسب ہے کہ اس خلاصہ کو اصل رسالہ سے مقابلہ کر لیں کہ آسانی کے لیے۔ یہ خیال رہے کہ اس خلاصہ کو انشاء اللہ عنقریب مستقل طور پر بھی شائع کیا جائے گا اور اس رسالہ کا نام ہے "المرقومات للمظلومات (یعنی مظلوم عورتوں کی مشکلات کا شرعی حل)، بہرحال اعتراضِ مذکورہ کا جواب مکمل ہوا۔

ایک ضروری ہدایت

زیرِ نظر تصنیف میں مذکورہ مسائل پر عمل کرنے والے حضرات کے ذمہ دو قسم کے کام ہیں پہلا کام تو یہ ہے کہ مسئلہ پر عمل سے پہلے کسی صاحبِ استعداد عالم سے جو کہ اہلِ علم حضرات کی رائے میں فن فتویٰ نویسی میں شہرت یافتہ بلکہ فتویٰ نویسی میں تسلیم شدہ ہوں اُن سے اچھی طرح مسئلہ سمجھ لیں صرف اپنی قوتِ مطالعہ پر اعتماد کر کے کسی واقعہ کو اس مسئلہ پر منطبق نہ کریں اور مکمل کارروائی میں ان عالم یا مستند مفتی کو اس طریقہ سے شریک رکھیں کہ مسئلہ کے ہر ایک جزء اور معاملہ کے ہر ایک پہلو کے بارے میں ان کو مطلع کرتے رہیں اور ان سے شرعی حکم دریافت کرتے رہیں اور اُن مفتی یا عالم کو بھی چاہیے کہ غیر معمولی بصیرت اور خوب توجہ سے کام لیں اور جس جگہ معمولی سا بھی

شبہ ہو تو سب سے پہلے فقۂ مالکی کی مندرجہ ذیل کتب سے مسئلہ حل کریں۔

فقۂ مالکی کی کتب مختصر الخلیل، شرح علامہ دردیر، منتقیٰ، شرح موطا، مدونہ، حاوی، حاشیہ اقرب المسالک وغیرہ وغیرہ۔

اگر مندرجہ بالا کتب سے اطمینان کے ساتھ مسئلہ حل نہ ہو تو کارروائی مؤخر کرکے مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ خط و کتابت کرکے خود مذہب مالکیہ کے علماء کرام سے استفادہ کریں جس کا طریقہ مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کے مہتمم صاحب یا مدرسۃ العلوم الشرعیہ مدینہ منورہ کے مہتمم صاحب سے بذریعہ خط و کتابت دریافت ہو سکتا ہے۔

فتنہ و فساد کا دور یہ زمانہ فتنہ و فساد کا ہے اور ہر شخص علم و استعداد کا دعویٰ کرتا ہے اس وجہ سے علماء کے انتخاب میں غیر معمولی احتیاط اور غیر معمولی غور و فکر کی ضرورت ہے۔ اردو، فارسی کے چند رسائل دیکھ کر جو لوگ مولوی مشہور ہو جاتے ہیں وہ اس کام کے لیے کافی نہیں ہیں۔

شرعی کمیٹی کے لئے قانون دان کی ضرورت اس کتاب میں بیان کیئے گئے مسئلہ پر عمل سے متعلق دوسرا کام یہ ہے کہ اس سلسلہ میں وکلاء سے رابطہ قائم کرکے مقدمہ کی کارروائی گورنمنٹ کے قانون کے موافق یا مخالف ہونے کے بارے میں مشورہ کرلیں ہم نے صرف مسائل تبلا دیئے تاکہ دین و مذہب پر جو اعتراض ہوتا تھا وہ واضح ہو جائے۔

فیصلہ کو قانونی شکل دینے کی اہمیت زیر نظر تصنیف کا کوئی حصہ قانون حکومت پر منطبق نہ ہوتا ہو تو بااثر حضرات کوشش کرکے اس تصنیف کو قانونی طور پر بھی منظور کرادیں۔ بہت زیادہ ثواب ہوگا۔

حیلۂ ناجزہ کی تالیف میں اکابرین کا حصہ آخیر میں عرض گزار ہوں کہ اس کتاب کی تصنیف میں حضرت مولانا سید

حسین احمد مدنی رح نے علماءِ مالکیہ سے فتاویٰ حاصل کرنے میں بہت تعاون فرمایا، بلکہ مسئلہ مفقود کے علاوہ دیگر مواقع میں تحقیقِ احکام کے اصل محرک بھی وہی ہیں نیز مدینہ منورہ میں مولانا سید احمد صاحب مہتمم مدرسۃ العلوم الشرعیہ نے علماءِ مالکیہ سے حصول فتاویٰ میں ہر مرتبہ کوشش فرمائی اور ہمیشہ نہایت اہتمام سے فتاویٰ روانہ فرماتے رہے اور پھر اس رسالہ کا اجمالی مسودہ عزیزم مولوی ظفر احمد صاحب تھانوی سلّمہ نے تیار کیا اور اس کے بعد ان کے رنگون چلے جانے پر اس رسالہ کی تفصیلی ترتیب میں مولوی محمد شفیع صاحب مفتی دار العلوم دیوبند و مولوی عبد الکریم صاحب گمتھلی مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون نے بہت مدد دی ہے بلکہ واقع میں قریب قریب رسالہ کی ترتیب ان ہی کا کام ہے اگرچہ برائے نام یہ ناکارہ بھی شریک رہا اس وجہ سے ناظرین سے اپنے ہمراہ ان کے لیے بھی دعا کی گذارش کرتا ہوں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ

کتبہ،

اشرف علی اوائلِ ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ

مسلمان عورت کا کافر سے نکاح

(یعنی عورت کے مرتد ہونے سے)

واضح رہے کہ اس کارروائی سے شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوتا اگرچہ تجدیدِ اسلام اور تجدیدِ نکاح سے قبل موجودہ شوہر کے لیے ہمبستری وغیرہ حرام ہو جاتی ہے اس مسئلہ کو اس رسالہ کا ضمیمہ میں یہ بھی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر سے کرنا ہرگز جائز نہیں ہے قطعاً حرام ہے اور اسی طرح کتابیہ عورت کے علاوہ کسی کافر عورت سے مسلمان مرد کا نکاح بھی بالکل باطل اور قطعی حرام ہے۔

قاضی کی صفات

قاضی کے لیے شرعاً جو صفات ضروری ہیں اُن کی تفصیل کتبِ فقہ ہدایہ، عالمگیری ردالمختار وغیرہ میں موجود ہے بوقتِ ضرورت مراجعت کر لی جائے اس جگہ چند ضروری صفات کو بیان کیا جاتا ہے۔

شرعی قاضی کی شرائط

قاضی شرعی کے لیے شرط یہ ہے کہ قاضی مسلمان ہو، غیر مسلم قاضی نہیں ہو سکتا، اسی طریقہ سے قاضی کا مکلف ہونا بھی شرط ہے بچہ یا مجنون قاضی نہیں بن سکتے، یہ بھی شرط ہے کہ آنکھ کان، زبان صحیح و سالم ہوں اندھا یا بہرا یا گونگا نہ ہو اور قاضی ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ رشوت دے کر قاضی نہ بنا ہو اور اگر رشوت دے کر قاضی بنا ہو تو وہ شرعاً قاضی نہ ہوگا اور اس کا حکم بھی نافذ نہ ہوگا (کذا فی البحر)

اور یہ بھی ضروری ہے کہ علمِ دین میں مہارت تامہ رکھتا ہو جاہل کو قاضی بنانا جائز نہیں، یہ الگ بات ہے کہ اگر کسی جگہ جاہل قاضی بن گیا اور اس نے اہلِ علم سے فتویٰ لے کر شریعت کے موافق فیصلہ کر دیا تو اس کا حکم نافذ ہو جائے گا۔

اسی طریقہ سے فاسق کو بھی قاضی بنانا جائز نہیں۔

اگرچہ وہ عالم بھی ہو اگرچہ اُس کا فیصلہ نافذ ہو جائے گا بشرطیکہ شریعت کے موافق ہو۔ لیکن مسلمانوں پر واجب ہوگا کہ اس کے معزول کرانے کی کوشش کریں۔

دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کی حدود شرائط و تفصیلات

اس سلسلہ میں پہلی شرط یہ ہے کہ مذہب غیر پر عمل کرنا ضرورت شدیدہ کی وجہ سے ہو، خواہش نفسانی کے لیے نہ ہو اور اس شرط پر تمام امت کا اجماع اور اتفاق علامہ ابن تیمیہ نے نقل کیا ہے:

حیث قال فی من نکح عند شہود فسقۃ ثم طلقہا ثلاثاً فاراد التخلص من الحرمۃ المغلظۃ بأن النکاح کان فاسداً فی الاصل علی مذہب الشافعیؒ فلم یقع الطلاق ما نصہ وہذا القول یخالف اجماع المسلمین سواءً فانہم متفقون علی ان من اعتقد حل الشیٔ کان علیہ ان یعتقد ذالک سواءً وافق غرضہ او خالف ومن اعتقد تحریمہ کان علیہ ان یعتقد ذالک فی الحالین وہؤلاء المطلقون لایفکرون فی فساد النکاح بفسق الولی الا عند الطلاق الثلاث لاعند الاستمتاع والتوارث یکونون فی وقت یقلدون من یفسدہ وفی وقت یقلدون من یصححہ بحسب الغرض والھویٰ ومثل ھذا لا یجوز باتفاق الامۃ ثم قال بعد ثلاثۃ اسطر ونظیر ھذا ان یعتقد الرجل ثبوت شفعۃ الجوار اذا کان طالباً لہا وعدم ثبوتہا اذا کان مشتریاً فان ھذا لا یجوز بالاجماع وکذا من صحۃ ولایت الفاسق فی حال نکاحہ ویبنی علی فساد ولایت حال طلاقہ لم یجز ذالک باجماع المسلمین ولو قال المستفتی المعین انا لم اکن اعرف

ذالك وانا اليوم التزم ذالك لم يكن من ذالك لان ذالك يفتح باب التلاعب بالدين ويفتح الذريعة الى ان يكون التحليل فالتحريم بحسب الاهواء فتاوی ابن تیمیہ ج ثانی ص۲۴۲ و ص۲۴۱

وفی باب قبول الشهادة من رد المحتار عن القنية وقيل لمن انتقل الى مذهب الشافعیؒ ليزوج له اخاف ان يكون مسلوب الايمان لاهانة الدين بجيفة قذرة الى اخر هذا الباب من المنح وان انتقل الى مذهب كما يتفق له ويميل طبعه اليه لغرض يحصل له فانه لا تقبل شهادته شامی ص۴۲۰ ج ۴۔

واوضح منه ما فی تعزیر رد المحتار فراجعه وبه صرح العلامة محمد بن علی البیضاوی فی الروایة الثامنة والثلاثين من الفتاوى المالكية الملحقة بآخر الرسالة۔

شدید ترین مجبوری میں دیگر مذہب پر عمل زیرِ نظر تصنیف میں اسی شرط یعنی کسی نفسانی خواہش نہ ہونے کی وجہ سے صرف ان مواقع میں مالکی مذہب پر عمل کی اجازت دی ہے کہ جہاں پر ضرورت شدیدہ یقینی طور پر پائی جائے۔

اور جس جگہ ضرورت شدیدہ یقینی نہ ہو ایسے مواقع میں مذہب مالکی میں دی گئی سہولیات سے کام نہیں لیا گیا۔

دیگر امام کے مذہب پر عمل سے متعلق دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کی ایک شرط جمہور علماء کے نزدیک یہ بھی ہے کہ تلفیق خارق اجماع نہ ہو یہاں تک کہ صاحب درمختار نے اس پر ان الفاظ سے اجماع نقل کیا ہے۔ "ان الحكم الملفق باطل بالاجماع"۔ اور اسی شرط کی تفصیل سے

اور قیود میں طویل کلام اور کافی اختلاف ہے جس کو ایک مستقل تصنیف "التحقیق فی التلفیق" میں بیان کر کے اعلاء السنن کی کتاب البیوع کے مقدمہ کا جزو بنادیا گیا ہے اور ہمارے نزدیک ان اقوالِ مختلفہ میں سے یہ قول سب سے زیادہ بہتر ہے کہ عملِ واحد میں تلفیق خارق للاجماع کی اجازت نہ ہو اور دو عمل علیحدہ ہوں تو اُن میں تلفیق کی اجازت دی جائے اگرچہ ظاہری طور پر اجماع کے خلاف لازم نہ آتا ہو مثلاً کوئی شخص ترتیب کے بغیر وضو کرے تو حضراتِ شافعیہ کے نزدیک وضو صحیح نہیں۔

اور کوئی شخص چوتھائی سر سے کم مسح کرے تو احناف کے نزدیک وضو نہیں ہوتا پس اگر کوئی شخص اس طریقہ سے وضو کرے کہ ترتیب کی رعایت نہ ہو اور چوتھائی سر سے کم کا مسح کرے تو کسی امام کے نزدیک بھی وضو نہیں ہوا۔ اور یہ یہ تلفیق خارق للاجماع ہے۔

اور اگر کسی نے وضو میں چوتھائی سر سے کم کا مسح کیا اور نماز میں فاتحہ خلف الامام نہ پڑھی تو ظاہری طور پر اس صورت میں بھی اجماع کے خلاف لازم آتا ہے کہ (وہ) وضو حضرات شوافع کے مذہب پر ہے، اور نماز احناف کے مذہب پر ہے لیکن وضو ایک علیحدہ عمل ہے اور نماز علیحدہ عمل اس وجہ سے یہ تلفیق ممنوع نہیں۔ لیکن احتیاطاً پیشِ نظر رکھ کر اس تصنیف میں تلفیق کی دوسری قسم سے بھی بچاؤ رکھا ہے۔

ــــ پہلا جزو ــــ

فقہ حنفی میں نکاح کے وقت عورت کو طلاق کا حق سپرد کرنے کی بحث

سوال: آج کے دور میں خواتین کو نکاح کے بعد جس قدر پریشانیوں کا سامنا

ہوتا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں، کبھی مرد (شوہر) عورت کے ساتھ ظلم اور بے رخی سے پیش آتا ہے نہ تو نان ونفقہ دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے کبھی شوہر بیوی بچوں سے بے فکر ہوکر پردیس چلا جاتا ہے کبھی شوہر نامرد ثابت ہوتا ہے بعض مرتبہ یتیم لڑکی کا نکاح چچا وغیرہ نامناسب جگہ کردیتے ہیں اور لڑکی ناپسند کرتی ہے بعض مرتبہ شوہر کو جنون کا مرض ہوجاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر ہندوستان میں شرعی قاضی کا وجود ہوتا تو اس طرح کی تمام پریشانیوں کا علاج آسان تھا مگر اب جبکہ قاضی شرعی موجود نہیں تو خواتین کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ نکاح کو فسخ کرنے کے لیے اگر عدالت میں دعویٰ دائر کریں تو بعض مرتبہ حاکم غیر مسلم اس کے معاملہ کا فیصلہ کرتا ہے جو کہ شرعاً نافذ نہیں ہوتا اور بعض مرتبہ حاکم مسلم ہی فیصلہ کرتا ہے لیکن احکام سے ناواقفیت وغیرہ کی وجہ سے قانونِ شریعت کی پابندی سے فیصلہ نہیں دیتا اس لیے وہ فیصلہ بھی قابلِ اطمینان نہیں ہوتا پس علمائے کرام سے دریافت کیا جاتا ہے۔

۱۔ بعض جگہ ان مشکلات کا یہ جو علاج تجویز کیا گیا ہے کہ نکاح کے وقت شوہر سے کابین نامہ میں اس قسم کی شرائط لکھوالی جائیں جن کی وجہ سے خواتین کو بوقتِ ضرورت اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار حاصل ہوجائے یہ شرعاً صحیح اور معتبر ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس قسم کے کابین نامے کے معتبر ہونے کی شرط کیا ہے؟

۲۔ کیا اس کابین نامہ کو نکاح سے قبل اور نکاح کے بعد لکھوانے یا عین عقد نکاح کے وقت شرائط کو زبانی کہلانے میں کوئی فرق ہے؟

الجواب

(۱) اس قسم کا "کابین نامہ" تحریر کرانا کہ جس میں طلاق کا اختیار عورت کے (بیوی کے) ہاتھ میں دے دیا گیا ہو اور بوقتِ ضرورت اس سے کام لینا شرعاً

جائز ہے اور اس قسم کے اختیار دینے کو "تفویضِ طلاق" کہتے ہیں اور شرائط کا بیان (حسب درج ذیل ہے جو کہ) نمبر ۲ میں مذکور ہے۔

(۲) اس کی تینوں صورتیں جائز ہیں خواہ ۱ نکاح سے قبل لکھوایا جائے۔ ۲ جائے عین وقت عقد میں زبان سے کہلوایا جائے ۳ خواہ بعد میں لکھوایا جائے۔

لیکن پہلی اور دوسری صورت کے صحیح و معتبر ہونے کی ایک ایک شرط ہے۔

عورت کو طلاق کا حق سپرد کرنے کی بحث

پہلی صورت یہ ہے کہ کابین نامہ سے پہلے لکھا جائے اس کے معتبر اور مفید ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اس میں نکاح کی طرف اضافت و نسبت موجود ہو۔

کابین نامہ کا مضمون

(کابین نامہ کا مضمون یہ ہونا چاہیئے) کہ اگر میں فلاں دختر فلاں کے ساتھ نکاح کروں اور پھر اقرار نامہ میں مذکور شرائط میں سے کسی شرط کے خلاف کروں تو مسماۃ مذکور کو اختیار ہوگا کہ اُسی وقت یا پھر کسی وقت چاہے تو عورت خود پر ایک بائن طلاق واقع کر کے اس کے نکاح سے الگ ہو جائے۔

اگر اس میں نکاح کی جانب اضافت نہ تحریر کی گئی تو یہ اقرار نامہ محض بیکار ہوگا اس کی رو سے عورت کو کسی قسم کا اختیار حاصل نہ ہوگا۔

لما فی تنویر الابصار باب التعلیق وشرطه الملك كقوله لمنكوحة ان زهبت فانت طالق او الاضافة اليه كان نكحتك فانت طالق فلغا قوله لاجنبية ان زرت زيدا فانت طالق الخ شامی ص۱۳۸ ج۲-

وفی الفصل الثالث من کتاب الشروط للعالمکیریة ما نصه و الثانی تعلیق التفویض بالشرط وانه اقسام الی ان قال القسم الثانی تعلیق التفویض بترك نقد المعجل الی وقت كذا صورة كتابت هذا القسم جعل امرها بيدها

فی تعلیقہٖ واحدۃ بائنۃ مطلقاً بشرط نہ اذا امضیٰ شہراً ولم کذ اوآخرہ کذا ولم یوجد الیہا جمیع ما قبل تعجیلۃ لہا من صداقہا وھو کذا فانہا تطلق نفسہا بعد ذالک منی شأت ابداً واحدۃ بائنۃ فوض الامر فی ذالک الیہا وانہا قبلت منہ ھذا الامر فی مجلس التفویض القسم الثالث تعلیق التفویض بشرط قمار او بشرب الخمر او ضربہ ضرباً مرجعاً یظہر اثرہ علیٰ بدنہا وصورۃ کتابتہ علیٰ نحو ما بیناہ ۔

(عالمگیری مصری ص۲۶۱ ج۶)

قلنا قولہ وانہا قبلت فی مجلس التفویض قد اخرج مخرج عادۃ المحاضر والسجلات والا فقبولہا فی مجلس التکلم وقوع الشرط کما یأتی وقد صرح بذالک فی الفصل الاول من الباب الثالث ۔

کابین نامہ میں مذکور شرائط اور دوسری صورت کہ عین ایجاب وقبول ہی میں بزبان شرائط مذکور ہوں اس کے صحیح ومعتبر ہونے کی شرط یہ ہے کہ ایجاب عورت کی جانب سے ہو یعنی اولاً خود عورت یا اس کا ولی یعنی قاضی نکاح خوان عقدِ نکاح کے وقت اس طریقہ سے کہے کہ میں نے اپنے آپ کو یا مسماۃ فلاں بنت فلاں کو اس شرط پر تمہارے نکاح میں دے دیا کہ اگر تم نے یہ کام کیا یا وہ کام کیا (جس قدر شرائط لگانا مقصود ہو وہ سب شرطیں لگادی جائیں) تو اپنے معاملہ کا اختیار میرے یا مسماۃ موصوفہ کے ہاتھ میں ہوگا یعنی شرائط مذکورہ میں سے کسی ایک شرط کی خلاف ورزی پر بھی اختیار ہوگا کہ اسی وقت یا پھر کسی وقت جا ہوں یا چاہے تو اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر اس نکاح سے الگ کرسکوں گی (یا کرسکے گی)

اس کے جواب میں نکاح کرنے والا شخص اس طریقہ سے کہے کہ میں نے قبول

کیا اس پر عورت کو اختیار ہوگا کہ وہ جب اپنے اوپر شرائط کے خلاف ظلم و مصیبت دیکھے تو اپنے آپ کو ایک طلاق بائن دے کر اس شوہر کے نکاح سے نکل جائے یعنی اس طریقہ سے کہہ دے کہ میں اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کرتی ہوں۔

تفویضِ طلاق کی ایک صورت

اور اگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ ابتداء کلام شوہر کی طرف سے ہوا اور لڑکی والا قبول کے ساتھ تفویض طلاق کی شرط لگا دے تو نکاح بغیر کسی شرط کے صحیح ہو جائے گا۔ اور شرط بالکل بیکار ہوگی۔

فی الدر المختار قبیل فصل المشیۃ من کتاب الطلاق نکحھا علی ان امرھا بیدھا صح اھ وفی حاشیۃ رد المختار قولہ صح مقید بما اذا ابتدأت المرأۃ فقالت زوجت نفسی منک علی ان امری بیدی اطلق نفسی کلما ارید وعلی انی طالق فقال الزوج قبلت اما لو بدأ الزوج لا تطلق ولا یصیر الامر بیدھا کما فی البحر عن الخلاصۃ والبزازیۃ الخ شامی ص ۴۹۶ ج ۲۔

لہ پہلی اور تیسری صورت میں لکھنے کی قید احترازی نہیں ہے بلکہ لکھوانے کا عموماً معمول ہے اور قرین مصلحت بھی یہی ہے اس واسطے اس قید کا ذکر کیا گیا ورنہ زبانی کہنا اور لکھنا ان دونوں صورتوں میں برابر ہے۔ البتہ دوسری صورت میں زبانی کہنے کی قید احترازی ہے کیونکہ ایجاب و قبول غائب کے لیے تو کتابت سے بھی ناشرائط درست ہے مگر حاضر کے لیے کسی حال میں بھی محض کتابت سے ایجاب و قبول درست نہیں ہاں اگر شرائط تحریر کر کے ایجاب یا قبول کے ساتھ یوں کہہ دیا جائے کہ ان شرائط محررہ میں سے کسی کے خلاف ہو تو عورت کو طلاق کا حق ہوگا۔ تب بھی تفویض کی تعلیق صحیح ہو جاوے گی تمام شرائط کو زبانی بیان کرنا ضروری نہیں ۱۲ منہ

عہ البتہ بعض جگہ جو دستور ہے کہ تحریر تو پیشتر تیار ہو جاتی ہے اور دستخط دولہا اور گواہان کے بعد ہوتے ہیں اس صورت میں اضافت الی النکاح ضروری نہیں کیونکہ یہ دراصل اس پہلی صورت میں داخل ہی نہیں بلکہ تیسری میں شمار ہے ۱۲ منہ

وفشله صرّح فی جیل العالمگیریة۔ ص۲۶۳ ج ۲

وبیّن الفقیه ابو اللیث رح وجه الفرق بین الصورتین فقال لان الابتداء

واذا کانت من الزوج کان الطلاق والتفویض قبل النکاح فلا یصح اما اذا کانت

من المرأة یصیر التفویض بعد النکاح لان الزوج لما قال بعد کلام المرأة قبلت۔

والجواب یتضمن اعادة ما فی السوال صار کانه قال قبلت وعلی انک

طالق او علی ان یکون الامر بیدک فیصیر مفوضاً بعد النکاح اھ شامی

کتاب الطلاق تحت قول الماتن ولا یقع طلاق المولی علی امرأة عبده الا اذا

قال ص۶۹۹ ج ۲۔

عورت کو حقِ طلاق سپرد کرنے سے متعلق مزید بحث

اگر ایجاب عورت کی طرف سے ہو لیکن عورت کو طلاق کا حق سپرد کرنے کی شرط سپرد نہ کی گئی ہو اور شوہر نے قبول کرنے میں حقِ تفویض کی شرط کا اضافہ کر دیا[1] جب بھی حقِ طلاق عورت کو سپرد کرنا درست ہو گیا۔

لیکن چونکہ اس صورت میں شوہر کو اختیار ہے خواہ وہ شرط کا اضافہ کرے یا نہ کرے جب بیوی کی طرف سے بغیر کسی شرط کے ایجاب ہو چکا تو اس کے اختیار سے معاملہ برابر ہو چکا، اس وجہ سے جن خاتون کا یہ مقصد ہو کہ اس کو طلاق لینے کا اختیار حاصل ہو جائے اُس کے لیے یہ صورت کافی نہیں ہے بلکہ ایجاب میں شرط لگانا ضروری ہے تاکہ شوہر کو بغیر شرط کے قبول کرنے کا حق ہی باقی

---

[1] اگرچہ یہ صورت نادر ہے لیکن (افادہ عام کے لیے) لکھ دی گئی ہے ۱۲ ہاں اگر شوہر کے قبول کرنے سے پہلے پہلے عورت یا اس کے ولی وغیرہ کو خیال آ گیا اور شرطِ تفویض کا اضافہ کر دیا جب بھی مرد کو بیہ شرط قبول کرنے کا حق ہو گا۔

متعذر ہے۔

حقِ طلاق عورت کے سپرد کرنے کی تیسری صورت

اور تیسری صورت کہ نکاح کے بعد کوئی اقرار نامہ شوہر سے اس طرح کا لکھوایا جائے یہ صورت بھی صحیح اور بالکل درست ہے۔

جس نکاح میں کابین نامہ نہ لیا گیا ہو

یہ صورت اُس عورت کے لیے مفید ہے کہ جس کے نکاح میں کابین نامہ نہیں تحریر کرا گیا تھا لیکن جو عورت نکاح کے وقت احتیاط چاہتی ہے اُس کے لیے اس میں بھی وہ ہی کمی ہے جو کہ اوپر مذکور ہوئی، یعنی جب کہ نکاح مکمل ہو چکا تو اب بیوی کے اختیار میں نہیں رہا کہ شوہر کو ایسا اقرار نامہ تحریر کرنے پر مجبور کرے بلکہ صرف (شوہر کی) رضامندی پر معاملہ کا دار و مدار ہے۔

نکاح سے قبل شوہر سے کابین نامہ لینا

اس وجہ سے معلق مصیبت زدہ عورت کے چھٹکارہ حاصل کرنے کی اصل تدبیر پہلی یا دوسری صورت اختیار کرنا ہے اور ان میں آسان صورت جس میں عوام کے مغالطہ میں پڑنے کا اندیشہ نہیں، وہ صرف پہلی ہی صورت ہے کہ نکاح سے قبل ہی شوہر سے کابین نامہ تحریر کرا لیا جائے۔

لیکن اُس میں نکاح کی جانب اضافت ضرور ہونا چاہیے یعنی "کابین نامہ" میں شوہر سے یہ الفاظ ضرور تحریر کرائے جائیں کہ اگر میں فلاں بنت فلاں سے نکاح کروں اور پھر فلاں، فلاں شرط کے خلاف کروں الخ (تو میری بیوی کو طلاق بائن)

اور اگر کابین نامہ میں نکاح کی جانب اضافت نہیں کی گئی تو "کابین نامہ" کالعدم ہوگا جیسا کہ اس سے قبل عرض کیا جا چکا۔ واللہ سبحانہٗ و تعالیٰ اعلم۔

معلق نکاح اور مشروط نکاح میں فرق

مذکورہ بالا نکاح کہ جس میں شوہر سے کچھ شرائط منظور کرائی گئی ہیں حنفیہ کے نزدیک اس کے جائز ہونے میں شبہ نہیں ہے بعض حضرات نے اس صورت کو نکاحِ معلق میں داخل کر کے شبہ کیا ہے لیکن حقیقت میں یہ نکاحِ معلق نہیں بلکہ نکاح منجز ہے جو کہ معلق تفویض کے ساتھ مشروط ہے، نکاح معلق وہ ہے کہ اس وقت نکاح ہی نہ ہو۔ جیسے کہ کوئی عورت اس طرح کہے کہ اگر میرے والد رضامند ہوں تو میں نے خود کو تمہارے نکاح میں دے دیا، یا شوہر اس طریقہ سے کہے کہ اگر میرے والد (اس نکاح سے) رضامند ہوں تو میں نے قبول کر لیا تو اس صورت میں نکاح منعقد نہیں ہوتا۔ اور اگر اصل نکاح معلق نہ کیا جائے بلکہ اس کے ساتھ کوئی زائد شرط لگا دی جائے تو اس طریقہ سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے جس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ مجلس عقد میں نکاح اُسی وقت ہو رہا ہے لیکن اس کے ساتھ ایک شرط ہے جس کو شوہر سے تسلیم کرایا جاتا ہے۔

حقِ طلاق عورت کو دینے میں احتیاط کی ضرورت

چونکہ خواتین ناقص العقل ہوتی ہیں اس وجہ سے حقِ طلاق مطلقاً ان کے اختیار میں دے دینا خطرہ سے خالی نہیں ہے اس وجہ سے مناسب یہ ہے کہ عورت کو طلاق کا حق سپرد کرنے کی صورت میں کوئی مناسب قید کا اضافہ کر دیا جائے جس میں وہ خطرہ نہ رہے مثلاً یہ کہ نکاح کے وقت عورت کی جانب سے وہ خود یا اُس کا ولی یا وکیل یعنی قاضی نکاح خواں اس طریقہ سے کہے کہ میں نے خود کو یا مسماۃ فلاں، دختر فلاں کو تمہارے نکاح میں بعوض مہر...... سکہ رائج الوقت اسی شرط کے ساتھ دے دیا کہ جس وقت اُس کو تم سے کسی قسم کی شدید تکلیف پہونچے گی جس کو فلاں۔۔

اشخاص میں سے کم سے کم دو[2] حضرات تسلیم کر لیں اس جگہ مناسب یہ ہے کہ کم سے کم دس افراد کے نام فریقین کی رضامندی سے متعین کر دیئے جائیں اس کے بعد معاملہ کے وقت میرے یا اس کے اختیار میں ہوگا کہ خود پر ایک بائن طلاق واقع کرے کہ اس نکاح سے علیحدگی اختیار کر لی جائے اس صورت کا اختیار عورت کو اس وقت حاصل ہوگا جبکہ تسلیم کردہ حضرات میں سے دو حضرات تسلیم کر لیں کہ (واقعی) تکلیف شدیدہ ہے (یعنی شوہر نے بیوی کو تکلیف شدید پہنچائی ہے تو اس صورت میں نکاح کے وقت جو کابین نامہ شوہر سے تحریر کرایا گیا ہے اس کے مطابق وہ دو[2] حضرات عورت پر طلاق بائن واقع کر سکتے ہیں)

تفویض طلاق کے لیے ایک ضروری ہدایت

اس کے باوجود عورت کو بھی چاہیئے کہ طلاق واقع کرنے میں عجلت سے کام نہ لے بلکہ اطمینان سے غور کر کے قدم اٹھائیے اور تین باتوں کا ضرور التزام کرے۔

ایک ضروری مشورہ

پہلی بات یہ ہے کہ فوراً غصہ (یا ناراضگی) کے وقت اس اختیار (یعنی تفویض طلاق) سے کام نہ لے بلکہ ایک معتد بہ (یعنی مناسب مدت) تک غور و فکر کرے جس کی میعاد ایک ہفتہ سے کم نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اپنے خیر خواہوں سے مشورہ کرے۔

تیسرے یہ کہ سنت کے موافق استخارہ کرے اور دعا بھی کرے کہ اے خدا میرا دل ایسے کام کی جانب پھیر دے جو کہ میرے لیے دین، دنیا میں بہتر ہو اس تمام کوشش کے بعد جو کچھ دل میں آئے اُس پر عمل کرے اور خداوندِ قدوس پر اعتماد رکھے اس طریقہ پر وہ خطرہ نہیں ہوگا جو کہ عورت کو حقِ طلاق سپرد کرنے کی صورت میں حاصل ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

تعلیق طلاق سے متعلق ایک ضروری ہدایت

مذکورہ بالا تعلیق میں اگر چاہے ہے کا لفظ استعمال کرنا چاہیئے ورنہ
یہ تفویض خاص اس مجلس کے ساتھ مقید ہو جائے گی جس میں وہ شرائط واقع ہوں اور
اس مجلس کے ختم ہونے کے بعد عورت کو طلاق کا اختیار باقی نہیں رہے گا، اور اختیار
کو اس قدر محدود کر دینا، مناسب نہیں، اسی طرح لفظ "جب کبھی چاہے" بھی شرط
میں استعمال نہ ہونا چاہیے ورنہ (ایسی عورت پر) ہمیشہ کے لیے (یہاں تک کہ
نکاح کے اعادہ کے بعد بھی) اُس کو اپنے اُوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار رہے گا،
جب تک کہ تین طلاق پوری نہ ہو جائیں، اور اس قسم کا اختیار عورت کو دینا ضرورت
سے زائد اور مصلحت کے خلاف ہے بلکہ اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں
کہ جن سے نہ تو اس قسم کی تنگی لازم آئے کہ عورت کو طلاق کا حق مجلس کے ساتھ مقید ہو

عند اللہ سخت ناپسندیدہ شئی: شرعاً طلاق میں جلدی کرنا ناپسندیدہ ہے حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک مباح (جائز) چیزوں سب سے زیادہ
ناپسندہ طلاق ہے (ابوداؤد شریف)

نیز ارشاد نبوی ہے کہ جو عورت بلا ضرورت اپنے شوہر سے طلاق مانگے اس پر جنت
کی خوشبو حرام ہے۔ رواہ احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی۔

؎۲ یہ حکم اُس صورت میں ہے جبکہ عورت نے اُس شرط کے پائے جانے کو خود دیکھا ہو اور اگر عورت
یہ عذر کرے کہ مجھ کو اس خبر پر اطمینان نہیں ہوا تھا تو اس میں تفصیل ہے وقت ضرورت شامی جلد ۲
مسائل مشتی ملاحظہ فرمائیں۔

عـہ اس کو تنبیہ کا جز اس واسطے بنایا گیا ہے کہ جب بھی کا لفظ استعمال کرنے سے اعادۂ نکاح کے بعد بھی ایسی
شرائط کی پابندی ضروری رہے گی اگر تجربہ کی بنا پر زوجین شرائط میں کسی شرط کو موقوف کرنا چاہیں تو [illegible] منہ

جائے اور نہ اس قدر وسعت ہو کہ عورت کو تینوں طلاقیں واقع کرنے کا اختیار مل جائے اسی وجہ سے ہم نے کابین ناموں میں اور گذشتہ مثالوں میں اس قسم کے الفاظ استعمال کیئے ہیں جو کہ باتفاق محاورات فریقین کی رعایت اور مصلحت پر مشتمل ہیں۔ ان الفاظ سے صرف ایک ہی مرتبہ طلاق دینے کا اختیار حاصل ہوگا۔ لیکن وجود شرط کی مجلس کے ساتھ نہ ہوگا، اور اردو کے محاورات مختلف ہونے کی وجہ سے تمام الفاظ شرط کا حکم بیان نہ ہو سکا۔

اس وجہ سے عربی الفاظ کی تفصیل نقل کی جاتی ہے تاکہ اہل علم ضرورت کے وقت اس تفصیل میں اور متکلم کے محاورہ میں غور سے مطابقت کرکے بقیہ شرط کے الفاظ کا حکم متعین کرسکیں اور عام لوگوں کے لیے لازم ہے کہ ہم نے جو الفاظ تجویز کیئے ہیں ان کی رعایت پیش نظر رکھیں اور اگر ان کے علاوہ کسی لفظ کا حکم معلوم ہونے کی ضرورت پیش آجائے تو علماء کرام سے دریافت کریں صرف اپنی زبان دانی پر اعتماد کرکے خود فیصلہ کرنا جائز نہیں۔

والتفصیل ما فی العالمگیریۃ من الجوھرۃ النیرۃ اذا قال لھا طلقی نفسک سواء قال لھا ان شئت اولا، فلھا ان تطلق نفسھا فی ذالک المجلس خاصۃ ص۸۶ ج۲۔

وفیہ ایضاً ان قال لھا طلقی متی شئت فلھا ان تطلقھا فی المجلس وبعدہ ولھا المشیۃ مرۃ واحدۃ وکذا قولہ متی ما شئت واذا ما شئت ولو قال کلما شئت کان ذالک لھا ابداً حتی یقع ثلاث کذا فی السراج الوھاج الباب الثالث فی تفویض الطلاق فصل فی المشیۃ ص۸۹ ج۲ وفی البحر الرائق فصل الامر بالید ص۳۱۵ ج۲۔ واطلق الامر بالید فشمل المنجز والمعلق اذا وجد شرطہ ومنہ ما فی المحیط لو قال ان دخلت الدار فامرک بیدک

فان طلقت نفسها کلما وضعت القدم فيها طلقت لان الامر في يدها وان طلقت بعد ما شئت خطوتين لم تطلق لانها طلقت بعد ما خرج الامر من يدها۔

نوٹ: جب کبھی کا لفظ استعمال کرنے سے نکاح کے لوٹانے کے بعد بھی ان ہی شرائط کی پابندی ضروری رہے گی اگر تجربہ کی بناء پر شوہر بیوی شرائط میں سے کسی شرط کو موقوف کرنا چاہیں تو یہ نہ ہو سکے گا۔

حقِ طلاق دینے کے بعد شوہر کی حیثیت

تنبیہ دوم: شوہر کو، عورت کو طلاق کا حق سپرد کرنے کے بعد اس حقِ تفویض سے رجوع کرنے کا حق نہیں رہتا۔ بلکہ تفویضِ طلاق کے بعد عورت طلاق کی مالک ہوجاتی ہے اس لیے شرائط[1] میں مرد کو (یعنی شوہر کو) غور و خوض اور اہلِ علم و فہم سے مشورہ کر لینا ضروری ہے ورنہ بعد میں پریشانی اور ندامت ہوگی۔

---

[1] مہر کی معافی کی شرط پر طلاق دینا: شوہر کے حق میں ایک مفید بات یہ ہے کہ عورت کو طلاق دینے کے لیے مہر معاف کرنے کی شرط لگالے، اگر یہ شرط طے ہوجائے تو اس کو بڑھانے کا موقع یہ ہے کہ کابین نامہ میں جو یہ جملہ ہے "اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع کرے اس سے قبل یہ الفاظ لکھے جائیں۔" مہر معاف کر کے اپنے اوپر الخ (طلاق بائن واقع کرتی ہوں)

قال لها ثلاث تطليقات بيدك ان ابرأتني عن مهرك (الى قوله) ان قدمت الابراء وقع وان لم تبرئه من المهر لا يقع لان التوكيل كان بشرط الابراء ۔ منه

یہ مضمون سابقہ قدیم نسخہ میں حاشیہ پر تھا۔

کابین نامہ[1]

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میں .... پسر .... قوم .... ساکن ....
ضلع ...... صوبہ .... ملک .... کا باشندہ ہوں۔
میرا نکاح مسماۃ .... دختر .... قوم ....
ساکن .... ضلع .... صوبہ .... ملک کے ساتھ
مندرجہ ذیل شرائط پر مہر .... روپے کے عوض سکۂ رائج الوقت میں متعین ہوا ہے۔ لہذا میں ہوش و حواس کے ساتھ بغیر کسی جبر و اکراہ کے مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اس کا پابند رہوں اور پابندی نہ ہونے کی صورت میں مسماۃ موصوفہ کے لیے رہائی کی صورت ہو سکے پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ میرے نکاح میں رہے میں شرائط مندرجہ ذیل کا پابند رہوں گا، اور اطمینان کی غرض سے لکھتا ہوں کہ اگر میں مسماۃ مذکورہ سے نکاح کروں اور نکاح کرنے کے بعد شرائط ذیل میں سے کسی شرط کے خلاف کروں تو اس کے بعد مسماۃ مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اُسی وقت یا پھر کسی وقت چاہے تو اپنے اوپر ایک طلاقِ بائنہ واقع کر کے اس نکاح سے الگ ہو جائے۔

شرائط مندرجہ ذیل ہیں۔ اس کابین نامہ کو میں نے منظور کیا اور لکھوا کر دیکھنے کے بعد آج مورخہ .... کو دستخط کرتا ہوں۔

گواہ شد　　　　　　گواہ شد

---

[1] شرائط طے کرتے وقت تجربہ کار اہلِ فہم سے مشورہ مناسب ہے نیز وکلاء سے یہ مشورہ بھی کہ قانوناً یہ شرائط معتبر ہیں یا نہیں؟ اور اس کابین نامہ کی رجسٹری کرا دینا بھی مناسب ہے۔

مذکورہ کابین نامہ میں تو محض اس کی رعایت کی گئی ہے کہ شرعًا جائز اور معتبر ہو جائے لیکن اس کی رُو سے ایک مرتبہ شرط کی خلاف ورزی ہونے کے بعد عورت کو ایک طلاق کا مطلق اختیار مل جائے گا اور ضروری مشورہ کے عنوان سے ہم اس سے قبل لکھ چکے ہیں کہ عورت کو مطلقًا اختیار دے دینا مناسب نہیں ہے، اس وجہ سے ایک دوسرا مضمون بھی تحریر کیا جاتا ہے تاکہ جو شخص اس ضروری مشورہ پر عمل کرنا چاہے وہ اس طریقہ سے کابین نامہ لکھوالے۔

معلّق کابین نامہ کا مسوّدہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

میں ...... پسر ...... قوم ...... ساکن ......
ضلع ...... صوبہ ...... ملک ...... کا رہنے والا ہوں،
میرا نکاح مسماۃ ...... دختر ...... قوم ...... ساکن ......
ضلع ...... کے ساتھ شرائط ذیل پر بعوض مہر ...... روپے سکہ رائج الوقت قرار پایا ہے لہذا میں ہوش وحواس کی درستگی کے ساتھ بغیر جبر واکراہ کے مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اس کا پابند رہوں اور (شرائط کی) عدم پابندی کی صورت میں مسماۃ مذکورہ کے لیے رہائی کی صورت ہو سکے پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ میرے نکاح میں رہے ہیں شرائط مندرجہ ذیل کا پابند رہوں گا اور اطمینان کی غرض سے تحریر کرتا ہوں اگر میں مذکورہ عورت سے نکاح کروں اور نکاح کرنے کے بعد مندرجہ ذیل شرائط میں سے کسی شرط کے خلاف کروں۔ اور اس شرط کے خلاف ہونے[1] کو مذکورہ اشخاص میں سے کم سے کم دو آدمی تسلیم کرلیں تو

[1] مناسب یہ ہے کہ (نکاح کے وقت شوہر سے جب کابین نامہ لکھوایا جائے تو) اس جگہ (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

اس کے بعد سماۃ مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اُسی وقت یا شرط کے خلاف تسلیم ہونے سے ایک مہینہ تک پھر کسی وقت چاہے تو خود پر ایک طلاق بائن واقع کر کے اس نکاح سے علیحدہ ہو جائے اور جب کبھی شرط کے خلاف ہو جانے پر ہر مرتبہ ایک ایک مہینہ کیلئے (عورت کو) اختیار حاصل ہوتا رہے گا لیکن یہ اختیار ایک ہی نکاح تک محدود ہے اگر کسی طریقہ سے علیحدگی کے بعد نکاح کا اعادہ کرنا چاہے تو اس کے بعد یہ اختیار اور شرائط نہیں ہیں بلکہ اُس وقت جو کچھ دوبارہ طے ہو جائے اس کے موافق عمل درآمد ہوگا، شرائط یہ ہیں۔

دونوں کابین نامہ میں فرق

مذکورہ بالا پہلے کابین نامہ، اور دوسرے کابین نامہ میں فرق یہ ہے کہ پہلا کابین نامہ تحریر کرنے کے بعد ایک مرتبہ کسی شرط کے خلاف عمل کرنے سے عورت کو ہمیشہ کے لیے (اپنے اوپر) طلاق واقع کرنے کا) اختیار حاصل ہو جائے گا۔ پھر اگر (شوہر

(بقیہ حاشیہ) کم سے کم (دس آدمیوں کے نام دونوں فریق کی رضامندی سے تحریر کیے جائیں کیونکہ دو، چار افراد کے نام لکھنے میں ممکن ہے کہ ضرورت کے وقت اُن میں سے کوئی بھی موجود نہ رہے اور زیادہ افراد میں اس قسم کا احتمال مشکل ہے۔

(۲) اگر زیادہ ضرورت محسوس ہو تو کابین نامہ تسلیم کر لینے کے بعد اس جملہ کا بھی اضافہ کر دیا جائے اور وہ دونوں حضرات، عورت کے لیے علیحدگی مناسب بھی قرار دیں۔

(۳) (کابین نامہ لکھواتے وقت) جو شرائط مقرر ہوں ان میں معاملہ فہم اور تجربہ کار حضرات سے مشورہ کرنا مناسب ہے نیز وکلاء سے بھی مشورہ کرنا چاہیئے کہ جو شرائط کابین نامہ میں لکھوائی میں وہ قانون میں تسلیم ہیں یا نہیں؟ اور اگر کابین نامہ کی رجسٹری کرالی جائے تو بہتر ہے۔

کی جانب سے) کسی شرط کی خلاف ورزی پائی گئی تو عورت کو ایک مہینہ کے لیے دوبارہ اختیار (طلاق) حاصل ہو جائے گا، (اور شوہر کے) ہر ایک مرتبہ شرط کے خلاف کرنے سے اس طریقہ سے اختیار حاصل رہے گا۔ لیکن اس کام میں مذکورہ دونوں کابین نامہ مشترک ہیں کہ ایک مرتبہ عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے تو اس کے بعد دوبارہ نکاح ہونے پر شرط کے خلاف کی وجہ سے اختیار حاصل نہ ہوگا۔

دوسرا حصّہ

"حاکم (شرعی) کے فیصلہ کی وجہ سے شوہر بیوی کے درمیان تفریقِ شرعی"

یہ حصّہ مندرجہ ذیل اسباب کی بناء پر تفریقِ شرعی (طلاق واقع ہونے) پر مشتمل ہے۔

۱۔ عنین (نامرد) کی بیوی کا حکم
۲۔ مجنون شخص کی بیوی کا حکم
۳۔ مفقود (بالکل لاپتہ) شوہر کی بیوی کا حکم
۴۔ متعنت (یعنی بیوی کے حقوق سے لاپرواہ) شخص کی بیوی کا حکم
۵۔ غائب غیر مفقود (یعنی ایسا شخص جس کے زندہ ہونے کا یقین ہو اور وہ پردیس وغیرہ جا کر غائب ہو گیا ہو) کی بیوی کا حکم

(اول از فقہ حنفی و بقیہ از فقہ مالکی)

مذکورہ بالا تفریقِ شرعی کے اسباب میں سے پہلا سبب یعنی عنین کی بیوی کی کس طرح تفریق واقع کی جائے، یہ مسئلہ فقہ حنفی کی رو سے ذیل میں بیان کیا جاتا ہے، اور بقیہ (یعنی زوجۂ مجنون، زوجہ مفقود، زوجۂ حاضر متعنت، زوجہ غائب غیر مفقود) کے احکام فقہ مالکی کی رو سے پیش کیے جاتے ہیں۔

خلاصۂ بحث خلاصہ یہ ہے کہ "الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزۃ" کے دو جزء ہیں۔ پہلا جزء[1]

نکاح کے وقت تفویضِ طلاق

"یعنی عورت کے خود طلاق واقع کرنے کا حکم"

سوال: آج کل ہندوستان میں شرعی قاضی نہ ہونے کی وجہ سے خواتین کو جو مشکلات پیش آرہی ہیں اس کے بیان کی ضرورت نہیں، کبھی شوہر ظلم کرتا ہے اور بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا، نہ نان ونفقہ دیتا ہے نہ طلاق دیتا ہے، کبھی بیوی بچوں کو چھوڑ کر لاپتہ ہوجاتا ہے۔ کبھی شوہر، بیوی کے قابل نہیں ہوتا (یعنی نامرد ہوتا ہے) کہیں شوہر مجنون، پاگل ہوتا ہے اگر شرعی قاضی موجود ہوتے تو ان مشکلات کا حل آسان تھا، لیکن اب جو غیر معمولی دشواریاں پیش آرہی ہیں وہ ظاہر ہیں اس وجہ سے سوال یہ ہے کہ

(۱) بعض جگہ ان مشکلات کا جو علاج تجویز کیا گیا ہے کہ نکاح کے وقت "کابین نامہ" میں کچھ اس قسم کی شرائط تحریر کرالی جائیں کہ جن کی وجہ سے خواتین کو بوقتِ ضرورت اپنے پر طلاق واقع کرلینے کا خود بخود اختیار حاصل ہو جائے یہ شرعاً صحیح ومعتبر ہے یا نہیں؟

(۲) اور کیا اس کابین نامہ کے نکاح سے پہلے یا نکاح کے بعد، یا بالکل نکاح کے وقت لکھوانے یا ان شرائط کو زبانی کہلانے میں کوئی فرق ہے؟

---

[1] قدیم نسخہ میں یہ مضمون "خلاصہ الحیلۃ الناجزہ" کے تحت تھا۔ موضوع کی مناسبت کے پیشِ نظر اس جگہ شریکِ اشاعت کیا گیا۔

الجواب

(۱) اس قسم کا "کابین نامہ" لکھوانا جس میں طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہو اور بوقتِ ضرورت اس سے کام لینا جائز ہے اور فقہ کی اصطلاح میں اس اختیار دینے کو "تفویضِ طلاق" (یعنی حقِ طلاق عورت کو سپرد کر دینا) کہتے ہیں۔

(۲) اس تفویضِ طلاق کی متعدد صورتیں ہیں جن کی تفصیل مع شرائط کے اصل رسالہ "الحیلۃ الناجزہ" میں مذکور ہے اس جگہ صرف دو صورتیں بیان کی جاتی ہیں جو کہ عوام کے لیے سب سے زیادہ آسان، اور خواتین کے لیے سب سے زیادہ مفید اور دونوں فریق کے لیے ہر طرح کی مصلحت پر مشتمل ہیں اور وہ یہ ہے کہ نکاح سے پہلے ایک اقرار نامہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ شوہر سے تحریر کرالیا جائے۔ واضح رہے کہ اس اقرار نامہ کا ایک ایک لفظ غور و خوض کے بعد شرعی قواعد کے موافق فریقین کی مصلحتوں کی پوری رعایت کرکے تحریر کیا گیا ہے۔ ان میں سے کسی لفظ کو تبدیل نہ کیا جائے ورنہ بعض صورتوں میں یہ اقرار نامہ بالکل بیکار اور بے فائدہ ہو جائے گا، اور وہ اقرار نامہ کابین نامہ کی شکل میں یہ ہے۔

کابین نامہ

سنکہ ...... پسر .... قوم ...... ساکن ......
یونٹ ...... ضلع ...... صوبہ ...... ملک ...... کا باشندہ ہوں۔
میرا نکاح مسماۃ ...... دختر ...... قوم ...... مقام ......
یونٹ ...... ضلع ...... صوبہ ...... ملک ...... سے
مندرجہ ذیل شرائط پر بعوض مہر .... روپیہ سکہ رائج الوقت قرار پایا ہے۔ اس وجہ سے میں ہوش و حواس کے ساتھ بغیر کسی جبر و اکراہ کے مندرجہ ذیل

اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اس کا پابند رہوں، اور پابندی نہ ہونے کی صورت میں مسماۃ مذکور کے لیے رہائی کی صورت ہو سکے۔

پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ میرے نکاح میں رہے، میں مندرجہ ذیل شرائط کا پابند رہوں گا، اور مسماۃ کے اطمینان کے لیے لکھتا ہوں کہ اگر میں مسماۃ مذکورہ سے نکاح کروں تو نکاح کرنے کے بعد جب کبھی اس کو اس نکاح میں رکھتے ہوئے مندرجہ ذیل اشخاص میں سے کم از کم دو حضرات تسلیم کرلیں تو اس کے بعد مسماۃ مذکورہ کو اختیار ہوگا کہ اسی وقت یا خلاف شرط تسلیم ہونے سے ایک مہینہ تک پھر کسی وقت چاہے خود پر ایک طلاق بائن واقع کرکے اس نکاح سے علیحدہ ہو جائے اور جب کبھی کسی شرط کا خلاف واقع ہو ہر ایک مرتبہ ایک ایک ماہ کے لیے اختیار حاصل ہوتا رہے گا، لیکن یہ اختیار ایک ہی نکاح تک محدود ہے اگر کسی طریقہ سے علیحدگی کے بعد نکاح کا اعادہ ہو تو اس کے بعد یہ اختیار اور شرائط نہیں، بلکہ اس وقت جو کچھ دوبارہ طے ہو جائے اس کے موافق عمل ہوگا۔ ان آدمیوں کے نام یہ ہیں۔

نام نام

شرائط یہ ہیں۔ - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

کابین نامہ کی شرط کی خلاف ورزی مندرجہ بالا کابین نامہ لکھنے کے بعد ایک مرتبہ شرط کے خلاف کرنے پر عورت کو صرف ایک مہینہ کے لیے اختیار مل جائے گا اور مہینہ کے ختم پر اختیار ساقط ہو جائے گا لیکن اس کے بعد اگر پھر کبھی کسی شرط کی خلاف ورزی کی تو پھر دوبارہ ایک مہینہ کے لیے اختیار مل جائے گا اور ہر ایک مرتبہ خلاف کرنے سے اس طریقہ سے اختیار

مختار ہے گا مگر ایک مرتبہ عورت طلاق واقع کرے یا اور کسی طرح علیحدگی ہو جائے تو
اس کے بعد دوبارہ نکاح ہونے پر خلافِ شرط کے وقوع سے اختیار حاصل نہ ہوگا

اس کابین نامہ کو میں نے منظور کیا ...... دستخط

گواہ نمبر۱ ...... گواہ نمبر۲ ....

ہندوستان اور دیگر غیر اسلامی ممالک میں قاضی کے فیصلہ کی شرعی حیثیت

گذشتہ صفحات میں مذکور تفریق شرعی کے اسباب کی بناء پر قضاء قاضی شرط ہے (مطلب یہ ہے کہ اگر کسی عورت کا شوہر مجنون ہو یا لاپتہ ہو گیا ہو یا حقوق سے لاپرواہ ہو یا غائب ہو گیا ہو تو ایسی عورت قاضی کے ہاں طلاق حاصل کرنے کے لیے دعویٰ کرے) اور عورت[1] یا اس کے ولی فسخ نکاح میں خود مختار نہیں بلکہ شرط یہ ہے کہ قاضی کی عدالت میں مقدمہ دائر کریں اور قاضی باضابطہ تحقیق، شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ کرنے کے بعد فیصلہ کرے اس (کارروائی) کے بغیر مذکورہ مسائل میں سے کسی مسئلہ میں تفریق (یعنی طلاق) واقع نہیں ہو سکتی۔

فائدۃ دافعۃ لشبھۃ فی اشتراط القضاء۔ اعلم انہ قد استدل بعض اھل العلم من اخواننا بما ورد فی قضاء تنقیح الحامدیۃ (ص۳۰ ج ۱) من قولہ لان الفتوی الفقیۃ

---

[1] ان کے علاوہ بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جو قضائے قاضی کی محتاج نہیں۔ بلکہ اُن میں خود بخود نکاح سے علیحدگی ہو جاتی ہے اُن میں سے دو صورتیں تو رسالہ ہذا کے ضمیمہ حکم الازدواج میں مفصل لکھی گئی ہیں۔ ایک ارتدادِ شوہر۔ دوسرے اسلام احد الزوجین لہذا ضمیمۂ موصوفہ کو ضرور ملاحظہ کیا جاوے اور فرقت کی سب صورتیں ایک نظم میں صاحب ہنر نے جمع کر دی ہیں وہ نظم اس رسالہ "حیلۃ ناجزہ" کے تتمہ میں درج ہے ۱۲ منہ

للجاهل بمنزلة حكم القاضي المولى او حكم المحكم الخ على ان المسائل التي يشترط
فيها القضاء من خيار الفسخ بالبلوغ وعدم الكفاءة وغيرها يكفي فيها فتوى المفتي
ويقوم مقام القضاء فانه يستفاد من ظاهره ان فتوى الفقيه يقوم مقام قضاء
القاضي في عامة القضايا - وانت تعلم انه لو كان كذلك لتعطلت ابواب القضاء
تا طبة ولم يبق لاشتراط القضاء في كثير من الاحكام معنىً ولم يتحقق في
احكام القضاء والديانة فرق فانه حكم الديانة هو الفتوى كما لا يخفى على
من له ادنى مسكة بالفن فتبين ان اجراء هذا القول على العموم هدم لشطر
من ابواب الفقه وحينئذ فلا يُظَنُّ بمن له ادنى مناسبة بالفقه ان يتخذ هذه
المقالة عقبة يلجأ اليها للتخلص عن مضائق القضاء فالحق الحقيق الذي لا يجوز
المحيد عنه - ان الفتوى درجتها درجة الرأي والاجتهاد فيلزم الجاهل العمل
بالفتوى فيما يلزم صاحب الرأي والاجتهاد العمل برأيه واجتهاده فيه
وليست الفتوى بمنزلة القضاء لان القضاء له اركان منها الحاكم وقد صرح
الفقهاء بحصره في الوالي والقاضي والمحكم فلا يجوز للجاهل العمل بالفتوى
فيما لا يجوز لصاحب الرأي العمل برأيه بدون القضاء فافهم وحينئذ يجب
تاويل القول المذكور المروي بصيغة التمريض وتوجيهه بما لا يخالف
القواعد وان لم يسمع التاويل وجب رده فنقول في توجيه العبارة وعلى
الله التوكل وبه الثقة - ان المغلطة انما نشأت من عدم النظر الى سياق و
السياق ومن راجع اصل الكتاب وامعن النظر في سياقها وسباقها لم يشك في
ان غرضهم منها بيان مسئلة جزئية لا عموم لها ولهذا رأينا ان نجمع واستعملوها
في سائر الابواب وعامة القضايا - ومنها انهم قيدوه بالجاهل ولو كان الفتوى بمنزلة
القضاء في سائر الاحكام لما كان لهذا القيد معنى فان القضاء كما ينفذ على الجاهل

كذلك ينفذ على العالم والمجتهد. فعرف ان مسئلة ليس الا جواز العمل للعامي على مذهب الغير بفتوى المفتي كما انه يحل له العمل عليه بقضاء القاضي غير ان المفتي اذا افتى بمذهب الغير في حادثة فان كان الحكم في ذلك المذهب غير مشروط بالقضاء كفى للعامي العمل عليه بمحض الفتوى من دون ان يحتاج الى قضاء القاضي كما في مسئلتنا فسخ اليمين المضافة وجواز الرجعة في كنايات الطلاق فانه عند الشافعيؒ ليس بشروط بالقضاء فاذا افتى مفت باخذ مذهب الشافعيؒ في هذه المسائل حلّ للعامي العمل عليه بمجرد الفتوى فكان الفتوى في امثال هذه الاحكام مثل القضاء حيث حل به للعامي العمل بمذهب الغير وهو المراد بقولهم ان فتوى الفقيه للجاهل بمنزلة حكم القاضي المولى الخ يعني في امثال هذه المسئلة من المجتهدات مما لا يشترط فيه القضاء واما ان كان الحكم في ذلك المذهب مشروطاً بالقضاء كما في المسئلة المفاقيد والغيب والمتعنتين في النفقة وامثالهم فلو افتى مفت في امثالها بمذهب الغير لم يحل للعامي العمل عليه الا بالاستجماع شرائط ذلك المذهب ومنها قضاء القاضي۔

ويؤيد ما قلنا ما في الفتاوى المهدية لمولانا الشيخ محمد العباسي الحنفي مفتي الديار المصرية حيث قال قولهم ان فتوى الفقيه للجاهل بمنزلة حكم القاضي المولى او حكم المحكم ذلك معناه ان الفتوى بمنزلة ما ذكر في ايجاب العمل بها في حق المستفتي نفسه بدليل قولهم في عبارة اُخرى ان قول المفتي في حق الجاهل بمنزلة رأيه واجتهاده وتصريحهم فيها ان الرأي يتبع رأى القاضي اذا قضى له او عليه بخلاف رأيه۔ (ثم ساق كلام شمس الائمة الذي قدمناه من تنقيح الحامدية الى ان قال) فقوله فيها وسعه ان يمسكها دليل على كون ذلك الحكم ديانة الخ (فتاوى مهدية كتاب الطلاق مطلب من طلق

زوجته بالحرام شم (اجعماصٹ ۲۲۴ وصٹ ۲۲۵ ج ۱) هذا ما سنح لنا واللہ سبحانہ اعلم۔

قلت وبهذا اتضح جواب ما فی بحث رؤیة الهلال من عمدة الرعایة علی شرح الوقایة مانصه والعالم الثقة فی بلدة لا حاکم فیها قائم مقامه۔ (یعنی القاضی) فانه ایضاً مختص بمورد کلامه یعنی فی فصل رؤیة الهلال التی لا یشترط فیها القضاء لا عامة القضایا کما لا یخفی علی المتدرب هذا هو الصواب وبید اللہ الامر والیه المآب فی کل باب۔

اور ہندوستان میں موجودہ حالات میں چونکہ عام طور پر قاضیٔ شرع نہیں پائے جانے اس وجہ سے ان مسائل کے بیان کرنے سے قبل اس قسم کی صورتیں بیان کی جاتی ہیں جوکہ ہندوستان میں پائی جاسکتی ہیں اور وہ صورتیں یہ ہیں۔

مسلمان مجسٹریٹ کا فیصلہ کرنا

ہندوستان میں جن علاقوں میں شرعی قاضی پائے جاتے ہیں وہاں پر تو معاملہ آسان ہے اور حکومت کے علاقوں میں جن مقامات پر شرعی قاضی نہیں ہیں ان میں وہ احکام جج، مجسٹریٹ وغیرہ جوکہ گورنمنٹ کی جانب سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور وہ قانونِ شریعت کے مطابق فیصلہ کریں تو اُن کا فیصلہ بھی شرعی قاضی کے فیصلہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ جیساکہ درِمختار میں ہے۔ ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافراً ذکرہ مسکین وغیرہ۔

لیکن اگر کسی جگہ فیصلہ کرنے والا حاکم غیر معتبر ہے اُس کے حکم سے (شرعاً) فسخ وغیرہ نہیں ہو سکتا۔ " لان الکافر لیس باھل للقضاء علی المسلم کما ھو مصرح فی جمیع کتب الفقه (یعنی کافر مسلمان کے فیصلے کرنے کا مجاز نہیں ہے جیساکہ کتبِ فقہ میں وضاحت ہے)

مقدمہ کی کارروائی غیر مسلم کے مرتب کرنے کا حکم

اگر مقدمہ کی پوری کارروائی غیر مسلم ترتیب دے اور مسلمان حاکم اس مقدمہ کا فیصلہ کرے یا اس کا عکس ہو (یعنی کوئی مسلمان، مقدمہ کی پوری کارروائی ترتیب دے اور غیر مسلم فیصلہ دے) جب بھی شرعاً اس قسم کا فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔

نامرد کے مقدمہ میں غیر مسلم کا فیصلہ کرنا

اگر عنین (نامرد) کو مسلمان حاکم نے مہلت دی لیکن تفریق شرعی (علیحدگی) سے قبل دوسرا غیر مسلم حاکم آجائے اور اُس نے تفریق واقع کر دی تو وہ تفریق صحیح نہیں ہے کیونکہ جس طریقہ سے فیصلہ کرنے کے لیے فیصلہ کرنے کا، اہل ہونا شرط ہے اور نا اہل کا فیصلہ غیر معتبر ہے اسی طریقہ سے نا اہل کے سامنے گواہی ہو یا کوئی دوسرا قاضی جس کے سامنے گواہی پیش ہوئی ہے وہ ضابطۂ شرع کے مطابق یعنی کتاب القاضی الی القاضی کے ضابطہ سے جو شرائط ہیں اُن کے مطابق تحریر کرکے فیصلہ کرنے والا قاضی کے پاس شرائط کے مطابق پہونچا دے۔ ان دو صورتوں کے علاوہ قاضی کو فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل فقہی جزئیات سے واضح ہے۔

"ولو جاء المدعی من القاضی برسول ثقة مامون عدل الی قاض آخر لم یقبل لانه لا یزید علی ان یاتی القاضی بنفسه ویخبر وهو غیر لانه کواحد من الرعایة بخلاف کتابه لانه کالخطاب من مجلس قضائه الخ"

نیز بحر الرائق ہی میں سراج الوہاج سے منقول ہے:

"ولو شهد شهود بحق ثم مات القاضی المشهود عنده وولی قاض آخر لم ینفذ تلک الشهادة حتی تعاد" الخ۔

(بحر الرائق ص ۳ ج ۷)

نائب قاضی کے مقدمہ کی کارروائی ترتیب دینے کی حیثیت

اگر کسی خاتون وغیرہ کے مقدمہ کی نائب قاضی، کارروائی مرتب کرے تو اس میں تفصیل ہے جیسا کہ بحر الرائق ہی میں ص ۶ ج ۷ میں ہے:

"ما نصہ صدر الشہید انما نائب یقضی بما شہد و عند الاصل و کذا الاصل و یقضی بما شہد و عند النائب" الخ

نیز بعض جزئیات نقل کرنے کے بعد ہے۔

"تخالف بعضہا بعضاً فالحاصل ان القاضی اذا ولی الخلیفۃ القضاء عمل بقولہ وان ولاہ سماع الدعویٰ والشہادۃ لا یعمل فلا تناقض" الخ بحر الرائق ص ۶ ج ۷

بورڈ یا کمیٹی کے فیصلہ کی حیثیت

اگر کسی مقدمہ کا فیصلہ کسی کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے جیسا کہ بعض مرتبہ کسی عدالت کے ججوں کی جیوری کے سپرد ہوتا ہے یا پنچ کے سامنے پیش ہوتا ہے یا کوئی مقدمہ چند حضرات کی کمیٹی کے سپرد ہوتا ہے تو اس صورت میں ان تمام ارکان کا مسلمان ہونا شرط ہے کوئی غیر مسلم جج اور مجسٹریٹ اور ممبر بھی اس کا رکن ہو تو شرعاً اس جماعت کا فیصلہ کسی طرح معتبر نہیں، اس قسم کے فیصلہ سے تفریق (علیحدگی) وغیرہ ہرگز صحیح نہیں ہوگی۔

اگر مسلمان مجسٹریٹ نہ مل سکے؟

جس[1] جگہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ لے جانے کا قانوناً اختیار

---

[1] لیکن یہ صورت طلاق وغیرہ کی جب ہو سکتی ہے جبکہ شوہر، عاقل و بالغ ہو اور مفقود (بالکل لاپتہ) نہ ہو کیونکہ مجنون اور نابالغ سے طلاق وغیرہ صحیح نہیں ہے اور مفقود سے طلاق لینے کی صورت نہیں۔

نہ ہو یا مسلمان حاکمِ شرعی قانون کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو ایسی صورت میں فقہ حنفی کے اعتبار سے تو عورت کی علیحدگی کے لیے شوہر[1] کی طلاق وغیرہ کے بغیر کوئی صورت نہیں ہے۔

اور ایسی صورت میں جہاں تک ہو سکے خلع وغیرہ کی کوشش کر لی جائے (یعنی عورت مہر معاف کر دے اور مہر کے عوض شوہر سے طلاق حاصل کر لی جائے)

بیوی کے حقوق سے لاپرواہ سرکش سے طلاق

اگر کسی عورت کا شوہر کسی طریقہ سے نہ مانے یا شوہر کے مجنون یا لاپتہ (مفقود الخبر) ہونے کی وجہ سے خلع وغیرہ ممکن نہ ہو اور عورت کو صبر کرنے کی ہمت نہ ہو تو مجبوراً مذہب مالکیہ کے مطابق دین دار مسلمانوں کی پنچائیت میں معاملہ پیش کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ مالکیہ کے مذہب میں قاضی وغیرہ نہ ہونے کی حالت میں یہ صورت بھی جائز ہے کہ محلہ کے دین دار مسلمانوں کی ایک جماعت جو کہ کم از کم تین افراد پر مشتمل ہو پنچائیت مقرر کرے اور واقعہ کی تحقیق کر کے شریعت کے موافق فیصلہ کر دے تو یہ فیصلہ بھی فیصلۂ قاضی کے قائم مقام ہوتا ہے اس مسئلہ کی حضرت علامہ صالح تونسیؒ مدینہ منورہ میں مذہب مالکیہ کے مفتی

---

[1] بعض مسائل میں ثالث بنانا درست ہے اور بعض مسائل میں درست نہیں ہے۔

"اما التحکیم ففی بعض المسائل لا یصح اصلاً وفی البعض یصح ولکن لا یفتی بہ لما قال صاحب الھدایہ وغیرہ من انہ لا یفتی بہ فی النکاح والطلاق وغیرھا کیلا یتجاسر العوام۔

[2] پنچائیت کے متعلق تفصیل آگے مذکور ہے۔

نے اس کتاب کی روایت ۲۷ا میں وضاحت فرمائی ہے۔

شدید ضرورت کے وقت کی گنجائش

شدید ضرورت اور عموم بلوی کے وقت حنفیہ کے نزدیک دوسرے ائمہ کے مذہب کو (مع شرائط وقیودات) اختیار کرکے اس پر فتویٰ دینا بھی جائز ہے لیکن عوام کو خود اپنی رائے سے جس مسئلہ میں چاہیں ایسا کرلینے کی اجازت نہیں بلکہ بڑی احتیاط کی ضرورت ہے ۔" وذالك لما صرح به العلامة الشافعي رسالة شرح المنظومة فی رسم المفتی وقد مر نصه فی تمهید هذه والرسالة۔

اپنا مذہب نہ چھوڑنے کی تاکید

اس زمانہ میں احتیاط اس طریقہ سے ہو سکتی ہے کہ جب تک محقق ومتدین علماء کرام میں سے متعدد حضرات کسی مسئلہ میں ضرورت کا پایا جانا تسلیم کرکے دوسرے امام کے مذہب پر

لہ وہ روایت یہ ہے واما المتعنت الممتنع عن الانفاق ..... فلما القام فان لم یثبت عسرة انفق اوطلق والا طلق علیه قال محشیه قوله والا طلق علیه الحاکم من غیر تلوم الی ان قل وان تطوع بالنفقة قریب او اجنبی فقال ابن القاسم لها التفارق لان الفراق قد وجب لها وقال عبد الرحمن لا مقال لها لان سبب الفراق هو عدم النفقة قد انتفی وهو الذی تقتضیه المدونة الخ (ناقل خورشید حسن قاسمی)

حیلۂ ناجزہ اور اکابرین ہند: اس وجہ سے ہم نے اس رسالہ میں چند مسائل مذہب مالکیہ سے لینے کی ضرورت سمجھی تو صرف اپنی رائے پر قناعت نہیں کی بلکہ مسوّدہ مرتب کرکے حضرات علماء دیوبند سہارن پور کی خدمت میں رائے لینے کے لیے پیش کیا گیا اُن حضرات نے جس اہتمام کے ساتھ جمع ہو کر اس پر نظر فرمائی ہے ایسا اتفاق شاید ہی کسی مسئلہ میں پیش آیا ہو یہاں تک کہ اس اہم کام کی وجہ سے ان حضرات نے چند مرتبہ اپنی مشغولیات کا غیر معمولی حرج بھی کیا اور بالآخر متعدد مرتبہ باہمی مشورہ کے بعد تمام حضرات نے متفقہ طور پر تصدیق فرمائی۔ اس کے بعد شائع ہوا۔

فتویٰ نہ دیں، اُس وقت تک ہرگز اپنے امام کے مذہب کو نہ چھوڑے کیونکہ مذہب غیر کو لینے (یعنی دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کے لیے یہ شرط ہے کہ ایسا کرنا شہوتِ نفسانی کی وجہ سے نہ ہو بلکہ ضرورتِ شدیدہ کی وجہ سے ہو اور ضرورت وہی معتبر ہے جس کو علماء اہلِ بصیرت ضرورت سمجھیں نیز یہ بھی ضروری ہے کہ فتویٰ دینے والا۔ ایسا شخص ہو کہ جس نے کسی ماہر استاذ سے فن کو حاصل کیا ہو اور حضرات اہلِ بصیرت اُس کو فقہ میں مہارتِ تامہ حاصل ہونے پر شہادت دیتے ہوں۔

"کما قال الشامی فی عقود رسم المفتی فان المتقدمین شرطوا فی المفتی الاجتہاد وھذا مفقود فی زماننا فلا اقل من ان یشترط فیہ معرفۃ المسائل بشروطہا وقیودہا التی کثیرًا ما یسقطونہا ولا یصرحون بہا اعتمادًا علی فہم المتفقہ وکذا لابد من معرفۃ عرف زمانہ واحوال اہلہ والتخریج فی ذالک علی استاذ ماہر الخ[46] شامی۔

مفتی کے لیے شرائط

مذکورہ بالا عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ متقدمین نے مفتی (کے مذہب پر فائز ہونے) کے لیے اجتہاد کی شرط لگائی ہے اور یہ شرط اس زمانہ میں مفقود ہے پس کم از کم اس میں یہ شرط ضرور رہے گی کہ مسائل سے ان کی شرائط و قیودات کے ساتھ واقف ہو (یعنی)

ل ایک بات یہ بھی پیشِ نظر رہنا چاہیے۔ اگر کسی جگہ مسلک مالکیہ کے قاضی نہ ہوں، یا جس جگہ بالکل قاضی ہی نہ ہوں اگر وہاں پر مالکیہ کے مذہب کی پنچایت ہو تو حنفی، قاضی اور حنفی پنچایت کی طرف رجوع نہ کیا جائے۔ اور اگر کوئی رجوع کرے تو ان کو مالکی مذہب پر فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ مالکی قاضی یا مالکی پنچایت میں معاملہ پیش کیا جائے۔

ایسی شرائط کہ جن کو حضرات فقہاء اکثر و بیشتر ترک کر دیتے ہیں اور اہلِ فن پر اعتماد کی وجہ سے واضح طور پر بیان نہیں کرتے اور اسی طرح مفتی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے زمانہ کے عرف اور زمانہ کے حالات سے اچھی طریقہ سے واقف ہو اور اُس نے کسی ماہر استاد سے فتویٰ دینے کا طریقہ بھی حاصل کیا ہو (سیکھا ہو)

اور اس فتنہ و فساد کے زمانہ میں یہ دونوں باتیں جمع ہونا (یعنی کسی شخص میں کامل درجہ کی دیانت اور کامل درجہ کی مہارت نایاب ہے، اس وجہ سے اس زمانہ میں اطمینان کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ کم سے کم دو، چار محقق علماء دین کسی چیز میں ضرورت کو تسلیم کر کے (دوسرے امام کے مذہب) پر فتویٰ دیں۔

مذکورہ بالا شرائط کے بغیر اگر آج کل ضعیف اقوال اور دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کی اجازت دی جاتے تو اُس کا لازمی نتیجہ ہدم مذہب ہے (یعنی مذہب کو چھوڑ دینا ہے جو کہ جائز نہیں) واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

تلاوتِ قرآن پر اجرت حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ نے اپنے رسالہ "شفاء العلیل میں استیجار علی التلاوۃ" (یعنی قرآن کریم کی تلاوت پر اجرت لینے کی ممانعت) پر دلائل قائم فرماتے ہوتے تحریر فرمایا ہے۔

قلت فثبت بما قلناہ عدم جواز الاستیجار علی الحج کغیرہ من الطاعات سوی ما مر وممن صرح بذلك صاحب الهداية والكنز والمجمع والمختار والوقاية وغيرهم نصوا على ذلك في كتاب الاجارة ثم استثنوا تعليم القرآن من الطاعات وبعضهم استثنى ايضا تعليم الفقه والامامة والاذان والاقامة كما علمت ذلك مما نقلناه عن المتون وغيرها وهذا من اقوى الادلة على ما قلنا من ان ما افتوا به ليس عاما في كل طاعة بل هو خاص بما نصوا عليه مما وجد فيه علة الضرورة والاحتياج فان الاستثناء من ادوات العموم كما تقرر في الاصول

وحیث نصوا علی ان مذهب ائمتنا الثلثة المنع مطلقاً مع وضوح الادلة علیه واستثنیٰ بعض المشائخ اشیاء وعللوا ذلک بالضرورة المسوغة لمخالفة اصل المذهب کیف یسوغ للمقلد طرد ذلک والخروج عن المذهب بالکلیة من غیر حاجة ضروریة علیٰ انه لو ادعی الحاق ما فیه ضرورة غیر ما نصوا علیه به قلنا ان نمنعه وان وجدت فیه العلة الا ان یکون من اهل القیاس فقد نص ابن نجیم فی بعض رسائله علی ان القیاس بعد الاربعمائة منقطع فلیس لاحد ان یقیس مسئلة علی مسئلة فما بالک بالخروج عن المذهب فعلی المقلد اتباع المنقول ولهذا لم نر احدا قال بجواز الاستیجار علی الحج بناء علی ما افتی به المتأخرون ۔

دوسرے امام کے مذہب پر عمل سے متعلق عبارت

مذکورہ بالا عبارت میں جملہ " من غیر حاجة ضروریة " تک سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت دوسرے امام کے مذہب پر عمل جائز ہے اور اس ضرورت میں یہ قید نہیں کہ اس کا تحقیق کب ہوا ہے (یعنی ضرورت کب پائی گئی ہے) بلکہ مطلقاً ضرورت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو کہ ہر قسم کی ضرورت کو عام ہے چاہے وہ ضرورت کسی زمانہ میں پائی جائے جیسا کہ علامہ شامیؒ نے "عقود رسم المفتی" میں بھی ضرورت کو عام رکھا ہے بلکہ اُس میں ص۴۵ پر عبارت " فھذہ کلھا قد تغیرت احکامھا لتغیر الزمان اما للضرورة واما للعرف واما للقرائن للاحوال الخ کے بعد جو تحریر فرمایا ہے ۔

فان قلت العرف یتغیر مرة بعد مرة فلو حدث عرف آخر لم یقع فی الزمان السابق فھل یسوغ للمفتی مخالفة المنصوص واتباع العرف الحادث (قلت) نعم فان المتاخرین افتوا بخلاف المنصوص لما حدث عرف بعد زمن الامام فللمفتی اتباع عرفه الحادث فی الالفاظ العرفیة وکذا فی الاحکام التی بناھا

المجتهد علی ماکان فی عرف زمانه وتغیر عرفه الی عرف آخر اقتداءً بھم لکن بعد ان یکون المفتی ممن له رأی صحیح ومعرفة بقواعد الشرع حتی یمیز بین العرف الذی یجوز بناء الاحکام علیه وبین غیره فان المتقدمین شرطوا فی المفتی الاجتھاد وھذا مفقود فی زماننا فلا اقل من ان یشترط فیه معرفة المسائل (الی آخر ما مر)

اس میں تصریح ہے کہ اس زمانہ میں بھی تغیر زمان ضرورت جدیدہ کی وجہ سے ہوجاوے تو اہل فتویٰ کو مذہب غیر پر فتویٰ دینا جائز ہے۔

مگر علی انه لو حکم احد الخ سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ افتاء بمذہب الغیر مخصوص تھا زمانۂ اجتہاد کے ساتھ جو چوتھی صدی پر ختم ہو چکا پس چوتھی صدی کے بعد خواہ کیسی ہی ضرورت شدیدہ اور حالت اضطرار پیش آجاوے مگر جس مسئلہ میں زمانۂ اجتہاد کے مشائخ نے مذہب غیر کو اختیار نہیں فرمایا۔ اُس مسئلہ میں بعد کے علماء کو مذہب غیر پر فتویٰ دینا جائز نہیں مقصود ان حضرات مستدلین کا یہ ہے کہ اس رسالہ میں جو مذہب مالکیہ کے مسائل لکھے گئے ہیں اُن میں اکثر مسائل ایسے ہیں جن کو زمانۂ مذکورہ میں کسی حنفی مجتہد نے نہیں لیا اس واسطے ہم کو ان پر فتوے دینے کا اختیار نہیں ہے سو اس کا جواب اوّلاً تو یہ ہے کہ جب خود علامہ موصوف ہر زمانہ میں اس کے جواز کی تصریح فرما چکے (جیسا کہ عبارت مذکورہ بالا از عقود رسم المفتی سے واضح ہے) اور قاعدہ ہے الحکم المذکور فی بابه اولی من المذکور فی غیر بابه تو پھر اگر اس عبارت مبحوث فیہا سے عدم جواز بھی ثابت ہوجائے تب بھی قابل تسلیم نہیں۔

ضرورۃً دوسرے امام کی اتباع

دوسری بات یہ ہے کہ اس عبارت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ ضرورت کی وجہ سے دوسرے امام

کے مذہب کو لے کر اُسی چیز کے جواز پر فتویٰ ہو سکتا ہے جس کا جواز، دوسرے امام کے مذہب میں منصوص (واضح طور پر ثابت و بیان کیا گیا) ہو، غیر مجتہد کو یہ جائز نہیں دوسرے امام کے مذہب پر قیاس کر کے ایسی چیز کا جواز ثابت کرے جو کہ دوسرے مذہب میں[1] منصوص نہیں (واضح طور پر بیان نہ ہو) اور پھر ضرورت کی وجہ سے اُس پیش کئے گئے جواز پر فتویٰ دے جیسا کہ بعض لوگوں نے حضرت علامہ شامیؒ کے زمانہ میں ضرورت کا دعویٰ کر کے قبر پر قرآن کریم کی تلاوت پر معاوضہ لینے کو جائز کہا تھا اور اس مسئلہ میں تعلیم پر اجرت کے جواز پر قیاس کیا تھا اس کی وضاحت حضرت امام مالکؒ امام شافعیؒ کے مذہب میں واضح طور پر موجود ہے اور اس مقام پر علامہ کا اصل مقصود اسی قیاسِ فاسد کو رد کرتا ہے۔

تلاوتِ قرآن پر اجرت

مذکورہ بالا رد کا حاصل یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن کریم پر اجرت لینے کی ضرورت ناقابلِ تسلیم ہے جو کہ اپنے مذہب سے نکلنے کو جائز کرنے والی ہے اور اگر ہم اس کی ضرورت کو تسلیم بھی کر لیں جب بھی جائز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کسی مذہب میں بھی اس کا جواز منصوص نہیں اور تعلیم جو کہ منصوص ہے اُس پر اہل زمانہ کے لیے بوجہ غیر مجتہد ہونے کے تلاوت کو قیاس کرنے کا حق نہیں ہے اگر چہ قرآن کریم سے ثواب پہنچانا تلاوت قرآن میں بھی موجود ہے جو کہ اصل مسئلہ یعنی رقیہ اور اد (یعنی وہ رقیہ یا تعویذ وغیرہ دینے کا ثبوت حدیث شریف میں موجود ہے۔

اور اسی علت کی وجہ سے حضرت امام مالکؒ و حضرت امام شافعیؒ نے تعلیم قرآن

---

[1] جیسا کہ خود اپنے مذہب پر قیاس کرنے کا حق نہیں ہے

کی اجرت کو جائز قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے خلنا ان نمنتعہ کے بعد وان وجدت فیہ العلۃ فرمایا ہے یعنی اگرچہ اصل مسئلہ منصوصہ فی مذہب کی علت بھی پائی جائے ورنہ اگر وہ مطلب ہوتا جو کہ ان حضرات نے خیال فرمایا ہے تو اس کی جگہ "وان مسّت الیہ الحاجۃ" یا "وان ادعت الیہ ضرورۃ" وغیرہ فرمانا مناسب تھا کیونکہ علت کی ضرورت قیاس المسئلۃ علی المسئلۃ میں ہے۔

اس دوسرے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ مذکورہ عبارت کے ترجمہ "وان وجدت فیہ العلۃ" میں علت سے مراد علۃ الحکمۃ فی اصل المسئلۃ المنصوصہ فی مذہب ہے نہ کہ علۃ الضرورۃ، جس کی وجہ سے ان حضرات کو اشکال پیش آیا۔

دیگر مذہب پر عمل سے متعلق مزید بحث

اب یہ سوال جو باقی رہا کہ اس عبارت میں جب دونوں احتمال ہیں تو ان میں سے ایک کو متعین کیسے کہا جائے تو اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ احتمال مستدل کو نقصان دہ ہوتا ہے ہم چونکہ اس عبارت سے استدلال نہیں کرتے اس وجہ سے دوسرا احتمال بھی رہے تو ہم کو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ استدلال کرنے والے وہ حضرات ہیں جو کہ مذہب غیر کا مسئلہ لینے کو محدود کرتے ہیں زمانہ خاص کے ساتھ بس ہم کو اس قسم کا احتمال نکالنا کافی ہے جس کی عبارت متحمل ہو اور یہ ثابت کرنا کہ اس کا صرف یہی ایک محمل ہے

مذہب غیر پر عمل سے متعلق دوسری وجہ

دوسرا جواب یہ ہے کہ ہم نے جو وجہ بیان کی ہے وہ ہی متعین ہے اس لیے کہ اس کے بغیر علامہ (ابن عابدین شامیؒ) کا کلام صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ خود علامہ موصوف نے اپنے رسالہ "شفاء العلیل نیز رد المحتار (فتاوی شامی) میں فقہ کی تعلیم، امامت اور اذان اور وعظ کی ملازمت کا جواز تسلیم کیا ہے، حالانکہ

زمانۂ اجتہاد میں ان چیزوں پر تنخواہ کے جواز کا، احناف میں کوئی عمل نہیں تھا جیساکہ خود رسالہ شفاء العلیل ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ متقدمین (یعنی تیسری صدی کے بعد والے مشائخ) نے تعلیم قرآن کو مستثنیٰ فرمایا ہے اُن متاخرین میں فقیہ ابو اللیث سمرقندی بھی ہیں جن کا انتقال ۳۷۳ھ میں یا اس کے بعد ہوا ہے اور امام فضلیؒ نے بھی تعلیم قرآن پر اجارہ کو جائز اور اذان اور امامت وغیرہ بقیہ طاعات پر ناجائز فرمایا ہے اور امام فضلیؒ کی وفات ۳۸۱ھ میں ہے۔

تعلیم فقہ پر اجرت

خلاصہ یہ ہے کہ یہ استثنا (زمانۂ اجتہاد میں صرف تعلیم قرآن پر (محدود) رہا۔ یہاں تک کہ شمس الائمہ سرخسیؒ متوفی ۴۸۳ھ نے بھی تصریح فرمائی ہے۔ "واجمعوا علیٰ ان الاجارۃ علیٰ تعلیم الفقہ باطلۃ" اور تعلیم قرآن کے علاوہ دوسری طاعات جیسے فقہ کی تعلیم، اذان امامت وغیرہ پر پانچویں صدی کے بعد والے فقہاء میں سے بعض نے وقتِ ضرورت جواز کا فتویٰ دیا ہے چنانچہ ماتہ سادسہ میں صاحب مجمع البحرین نے تو امامت و تعلیم فقہ کو تعلیم قرآن کے ساتھ کردیا (یعنی صاحبِ مجمع البحرین کی رائے کے مطابق امامت اور فقہ کی تعلیم پر بھی اجرت لینا درست نہیں) لیکن صاحب ہدایہ متوفی ۵۹۳ھ

لے خود وقایہ میں تعلیم فقہ کا لفظ بھی موجود ہے پس نہ معلوم علامہؒ نے وقایہ کی جانب نسبت کیوں نہیں فرمائی۔

ہے علامہ شامیؒ نے یہ ردالمحتار میں بغیر نام لیے بیان کیا ہے۔

ہے ایک شائع شدہ رسالہ میں نظر سے گذرا ہے کہ دوسرے امام کے مذہب پر جب عمل جائز ہے جب کہ ہلاکت کا اندیشہ ہو لیکن اس میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیکھا اور نہ دے سکتے ہیں ضرورت کی صحیح وضاحت وہ ہی ہے جو کہ ہم نے بیان کی ہے یعنی ناقابلِ برداشت تکلیف ہو چنانچہ اُس رسالہ میں بھی ایک جگہ تکلیف ناقابل برداشت کا لفظ ہے۔

اور قاضی خان متوفی ۵۹۲ھ جیسے جلیل القدر اصحاب تخریج اور اصحابِ ترجیح نے اس وقت محض تعلیمِ قرآن ہی کی تنخواہ کو جائز قرار دیا ہے اس کے علاوہ بقیہ طاعات پر اجارہ کو بدستور ناجائز رکھا۔

(یعنی دیگر عبادات پر اجرت کو ناجائز قرار دیا) اور کنز (جو کہ متداول متون میں ایک شان رکھتا ہے (یعنی غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے) اس میں ساتویں صدی ختم ہونے کے باوجود بھی اجارہ کے جواز کو صرف تعلیم قرآن پر مقتصر رکھا (یعنی محدود رکھا) صاحبِ کنز کی وفات ۷۱۰ھ میں ہوئی ہے لیکن اس کے بعد اکثر اصحابِ متون اور شارحین، اور اہلِ فتاویٰ (مفتیانِ کرام نے) تعلیمِ قرآن کے ساتھ تعلیم فقہ، وامامت اور اذان کو بھی ملحق کیا ہے۔

جیسا کہ مختصر وقایہ میں تعلیمِ قرآن کے ساتھ تعلیم فقہ ملحق ہے (یعنی صاحب مختصر وقایہ کی رائے میں تعلیم قرآن پر اجرت غیر درست ہے[1] اور تعلیم فقہ پر بھی اجرت درست نہیں ہے، (واضح رہے کہ) صاحب مختصر وقایہ کی وفات ۷۴۷ھ میں ہے اور صاحبِ ملتقی الابحر (متوفی ۹۵۶ھ صاحب دار البحار متوفی ۷۸۸ھ نے امامت کا اضافہ کر دیا ہے اور صاحب الاصلاح والایضاح متوفی ۹۴۰ھ نے تعلیم فقہ پر اجرت لینے کو جائز فرمایا ہے اور صاحب تنویر الابصار متوفی ۱۰۰۴ھ نے تعلیم قرآن وفقہ اور امامت کے ساتھ اذان کو بھی شامل کر دیا (یعنی صاحب تنویر الابصار کی رائے میں اذان پر بھی اجرت لینا درست نہیں ہے۔ (واضح رہے کہ تنویر الابصار کا حاشیہ موجودہ فتاویٰ شامی کے ساتھ شائع شدہ ہے، اور فتاویٰ شامی تنویر الابصار، درمختار کا مجموعہ ہے) اور بعض فقہاء کرام نے اقامت[1] اور وعظ کا بھی

---

[1] خود وقایہ میں تعلیمِ فقہ کا لفظ موجود ہے پس نہ معلوم علامہؒ نے وقایہ کی طرف کیوں منسوب نہیں فرمایا۔

اضافہ کردیا (یعنی بعض فقہاء کی رائے میں اقامت اور وعظ پر بھی اجرت لینا درست نہیں[1]

سخت ضرورت میں دیگر امام کے قول پر عمل کی گنجائش

جب یہ تفصیل علامہ موصوف خود تحریر فرمارہے ہیں اور ان تمام تفصیلات کے ساتھ جواز کا فتویٰ دے رہے ہیں جو کہ چوتھی صدی سے کافی عرصہ پہلے دوسرے (امام کے) مذہب سے ماخوذ ہیں اور خود ان فقہاء کرام کا مجتہد نہ ہونے اور زمانۂ اجتہاد ختم ہو جانے کے باوجود دوسری اشیاء کو ملحق کرنا اس کی واضح دلیل ہے کہ حضرت علامہ شامیؒ کا یہ مفہوم لینا صحیح نہیں ہوسکتا کہ چوتھی صدی کے بعد کسی دوسرے امام کا قول لینے کا اختیار نہیں ہے بلکہ دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دینا ہر زمانہ میں جائز ہے بشرطیکہ سخت ضرورت ہو کہ دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کے لیے کوئی ناقابلِ تحمل تکلیف (یعنی سخت ضرورت اور سخت مجبور کن صورت حال) پیش آجائے۔ کما نبہ من قبل ایضاً ھذا ما سنح بالبال واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۔

شرعی کمیٹی کے لیے رہنما اصول

(تنبیہات ضروریہ متعلق جماعت مسلمین جماعت مسلمین کی شرائط)

فتاویٰ مالکیہ میں جماعت المسلمین عدول (یعنی شرعی کمیٹی کے لیے عادل افراد ہوں) کے الفاظ ہیں اور عدل سے مراد وہ شخص ہے جو کہ فاسق نہ ہو تمام کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور چھوٹے چھوٹے گناہوں پر بھی مصر نہ ہو اور اگر کبھی کوئی گناہ ہو جاتا ہو تو فوراً توبہ کر لیتا ہو۔

---

[1] ھکذا ذکرھم العلامہ بلا تسمیہ فی رد المحتار

لہٰذا وہ شخص جو کہ سود خور ہو یا رشوت وغیرہ لیتا ہو یا ڈاڑھی منڈاتا ہو یا جھوٹ بولتا ہو یا نماز روزہ کا پابند نہیں ہے وہ شخص اس جماعت (یعنی شرعی کمیٹی) کا رکن (ممبر) نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ یہ مسئلہ مالکیہ (کے مذہب) سے لیا گیا ہے، اس وجہ سے اس کو تمام شرائط مذہب مالکیہ سے لینا لازم ہے اور اُن کے نزدیک قاضی وغیرہ (یا شرعی کمیٹی کے ممبران کے لیے) عادل ہونا شرط ہے، اس وجہ سے غیر عادل کا حکم نافذ نہیں ہوگا اور احناف کے نزدیک اگرچہ قاضی کا عادل ہونا شرط کے درجہ میں نہیں ہے لیکن غیر عادل شخص سے فیصلہ کرانا حرام ہے اس لیے ان کے نزدیک بھی غیر عادل کو اس پنچایئت (کمیٹی) کا رکن بنانا جائز نہیں ہے، (خلاصہ یہ کہ) پنچایئت (یعنی شرعی کمیٹی کا دیندار ہونا ضروری ہے۔

ارکانِ شرعی کمیٹی اگر دین دار نہ ہوں؟

اگر بدقسمتی سے کسی جگہ کے با اثر حضرات دیندار نہ ہوں تو یہ صورت اختیار کر لی جائے کہ وہ با اثر حضرات، چند دین دار حضرات کو اختیار دے دیں تاکہ شرعًا فیصلہ کی نسبت دین دار حضرات کی جانب ہو اور با اثر حضرات کی شرکت اگرچہ ضروری نہیں ہے لیکن ان کے اثر و رسوخ سے کام میں آسانی ہوتی ہے اس وجہ سے اس طریقہ کا کام بھی بن جائے گا اور ان با اثر حضرات کو ثواب بھی ملے گا۔

ؔ ایک مطبوعہ رسالہ میں دیکھا کہ مذہب غیر پر عمل جب جائز ہے جب اندیشہ ہلاکت ہو لیکن کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا اور نہ دے سکتے ہیں ضرورت کی صحیح تفسیر وہی ہے جو کہ ہم نے کی ہے یعنی تکلیف نا قابل برداشت چنانچہ خود اس رسالہ میں بھی ایک جگہ تکلیف ناقابلِ برداشت کا لفظ استعمال کیا ہے۔

شرعی کمیٹی میں اہلِ علم افراد کی شرکت

اگر (فسخ نکاح وغیرہ) فیصلہ پنچایت (یعنی شرعی کمیٹی) کے سپرد کرلیا جائے تو چونکہ عوام کی پنچایت کا کچھ اعتبار نہیں ہے نہ معلوم کس جگہ شرعی احکام کی خلاف ورزی کریں اس وجہ سے سب سے پہلے تو یہ چاہیئے کہ پنچایت (یعنی شرعی کمیٹی کے تمام ممبران) اہلِ علم ہوں اور اگر ایسا نہ ہو سکے یعنی تمام ممبران اہلِ علم نہ مل سکیں توکم سے کم ایک معاملہ فہم عالم کو پنچایت (یعنی شرعی کمیٹی) میں اس طریقہ سے شامل کرلیا جائے کہ شروع سے آخیر تک جو کچھ بھی کریں اُن سے دریافت کرکے کریں۔

اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پنچایت (یعنی شرعی کمیٹی کا فیصلہ) نافذ اور معتبر ہونے کی کوئی صورت نہیں ہے کہ معاملہ کی مکمل روئداد دکھلاکر (یعنی فسخ نکاح وغیرہ کے مقدمہ کی کارروائی کی پوری فائل دکھلاکر) ہر ایک جزء کے شرعی حکم کو معاملہ فہم محقق علماءِ کرام (یا مفتیانِ کرام) سے دریافت کرکے ان کے فتویٰ کے موافق فیصلہ کیا جائے اگر ایسا نہ کیا گیا بلکہ عوام نے محض اپنی رائے سے فیصلہ کردیا تو وہ حکم نافذ نہ ہوگا۔ اگرچہ اتفاقاً فیصلہ صحیح بھی ہوگیا ہو جیسا کہ فقہاءِ مالکیہ نے اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ جیسا کہ مختصر خلیل (نامی کتاب) میں ہے انہوں نے کہا ہے۔

ونُبِذ حکم جائرٍ وجاھلٍ لم یشاور والّا تعقّب ومضٰی غیر الجور

وقال شارحہ العلّامۃ الدردیر تحت قولہ لم یشاور ای العلماء ولو وافق الحق، (الیٰ انہ قال) وان تعقّب مع المشاورۃ وان عرف الحکم فقد لایعرف ایقاعہ لانہ یحتاج لزیادۃ نظرٍ فی البینۃ وغیرھا من احوال المتداعیین اذ القضاء صناعۃ دقیقۃ لایھتدی الیہ کل الناس،

"قلنا ونظیرہ علی اقول بعض من صلّی بغیر التحری فان صلوٰتہ لاتصح

وان اصاب القبلة لانه ترک فرض التحری فکذا اذا ترک الجاهل فرض المشاورة مع العلماء لا یصح حکمه وان وافق الحق واما التعقب علی حکمه بعد المشاورة مع العلماء فهو فریضة القاضی ویکفینا صحة الحکم وقال فی باب القضاء واما الجاهل والکافر فلا یجوز تحکیمها (ثم قال) فان حکما خصما او کافرا او جاهلا لم ینفذ حکم (شرح الدر در صفحہ ۲۸۶ ج ۲) قلنا نعم عدم النفاذ مخصوص بما اذا لم یشاور الجاهل العلماء کما علم والله اعلم۔

شرعی کمیٹی کی حیثیت واختیارات

شرعی پنچائیت (شرعی کمیٹی) جس کو اوپر بیان کیا گیا ہے اگر اتفاقِ رائے سے کسی معاملہ میں تفریق (شرعی واقع) کردے (یعنی طلاق وغیرہ کا حکم کردے) تو اُس کا فیصلہ قاضی کے فیصلہ کے قائم مقام ہوجائے گا اور تفریق وغیرہ صحیح ہوجائے گی اور اگر پھر خدانخواستہ کسی واقعہ (یا مقدمہ) سے متعلق پنچائیت (شرعی کمیٹی) کے ارکان (ممبران) میں اختلافِ رائے رہا تو تفریق وغیرہ نہ ہو سکے گی اور اگر بعض (ممبران کمیٹی) نے فیصلہ کردیا تو وہ فیصلہ کالعدم تصور ہوگا۔

اختلافی فیصلہ تسلیم نہ ہونے سے متعلق فقہی عبارت

ونظیره ماکتبنا ان الحکمین اذا اختلفا لا ینفذ حکم احد منهما قال صاحب الهدایه لو حکما رجلین لا بد من اجتماعهما لانه امر یحتاج فیه الی الرأی وفی شرحها النهایه حتی لو حکم احدهما دون الآخر لا یجوز لانهما رضیا برأیهما ورأی الواحد لا یکون کرأی الاثنین۔ هدایه ص ۱۱۹ ج ۲ الخ۔

قلنا فکما ان تفویض التحکیم الی الحکمین یقتضی اجتماع رأیهما علی حکم واحد فکذا تفویض الشرع الحکم الی الجماعه یقتضی اجتماع آرائهم

علی حکم واحدٍ۔ و بمثلہ صرح الامام مالک فی الحکمین فی ابواب الانکحہ والطلاق ص۲۵۷ ج ۲۔

حیث قال (قلت فلوانهما اختلفا فطلّق احدهما ولم یطلق الآخر (قال) اذلا یکون هناک فراق لان الی کل واحدٍ منهما الی صاحبه باجتماعهما علیه الخ واصرح منه قال الباجیؒ المالکی فی المنتقیٰ۔

مسئلہ: ولو حکم المتخاصمان رجلین فی حکم احدهما ولم یحکم الآخر فان ذالک لا یجوز له قاله سحنون فی کتاب ابنیه۔

ولو حکم جماعت فاتفقوا علی حکم انفذوه وقضوا به جائز قاله ابن کنانة فی المجموعه ووجه ذالک انهما اذا رضیا بحکم رجلین او رجال فلا یلزمهما حکم بعضهم دون بعضٍ ص۲۲۷ ج ۵۔ شامی

کثرتِ رائے کا فیصلہ مذکورہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ جماعتِ مسلمین (شرعی کمیٹی) کا صرف وہ فیصلہ معتبر ہوگا جو کہ متفقہ ہو، کثرتِ رائے کا اعتبار نہ ہوگا۔ کیونکہ اُس کے معتبر ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے ہے اور بغیر دلیل کے کوئی حکم ثابت نہیں ہوسکتا۔ البتہ عورت کو نظر ثانی کی درخواست کا حق ہوگا پھر نظر ثانی میں اُس پنچائیت کے ارکان (ممبران) کو اگر کوئی قومی وجہ عورت کے مطالبہ کی تائید کرنے والی ظاہر ہوا ور ارکان پنچائیت اب (شوہر و بیوی کے درمیان) تفریق (شرعی یعنی) پر متفق ہو کر تفریق کردیں تو یہ تفریق نافذ ہوجائے گی۔ اور مقدمہ کی کارروائی بالکل وہی ہے کسی قسم کی نئی بات پیدا نہیں ہوئی تو تفریق (علیحدگی) نہ کی جائے۔

وذالک فی المدونه اوائل کتاب الا فضیه ص۲۹ ج ۴۔

فان اتیا بعد ذالک یریدان انقض ذالک لم یقل ذالک منهما

الا ان یاتیا بامر یری لذالک وجھا (الی قولہ) وما اشبہ ھذا مما قال

مالک یعرف بہ وجہ حجۃ۔ واللہ اعلم۔

نامرد شخص کی بیوی کا طریقہ و کارروائی

(۱) شریعت کی اصطلاح میں عنین (یعنی نامرد) کس کو کہتے ہیں ؟
(۲) عنین (نامرد) کی بیوی کو نکاح کے فسخ کا اختیار دیا جائے گا یا نہیں ؟
(۳) اگر اختیار دیا جائے تو اُس کی کیا صورت ہوگی ؟ اور اس کے لیے کیا شرائط ہیں ؟
(۴) تفریق (علیحدگی) کے بعد عنین (نامرد شخص) پر پورا مہر واجب ہوگا یا آدھا ؟ نیز عورت پر عدت لازم ہوگی یا نہیں ؟

الجواب

(۱) فی الباب الثانی عشر من طلاق العالمگیریۃ العنین ھو الذی لا یصل الی النساء مع قیام الآلۃ فان کان یصل الی الثیب دون الابکار او الی بعض النساء دون البعض و ذالک عرض بہ او لضعف فی خلقہ او لکبر سنہ او سحر فھو عنین فی حق من لا یصل الیھا کذا فی النھایہ عالمگیری ص۱۵۵ ج۲۔

عنین کی تعریف[1]

فتاویٰ عالمگیری کے بارھویں باب میں ہے کہ عنین (یعنی نامرد) اسطلاحِ شریعت میں وہ شخص ہے جو کہ عضو مخصوص ہونے کے باوجود عورت سے ہمبستری (جماع) پر قادر نہ ہوسکتا ہو اگر کوئی شخص، کنواری لڑکی سے جماع پر تو قادر نہ ہو لیکن بکارت زائل شدہ عورت

---

[1] جس شخص کا عضو مخصوص کٹ گیا ہو یا بالکل موجود نہ ہو اس کا حکم آگے مذکور ہے۔

سے جماع پر قادر ہو۔

(۲) یا بعض عورت سے ہمبستری پر قادر ہو لیکن دوسری عورت سے ہمبستری پر قادر نہ ہو اور یہ کسی بیماری، یا کمزوری یا عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے ہو یا جادو وغیرہ کی وجہ سے ہو تو ایسا شخص جس عورت سے ہمبستری پر قادر نہ ہو اس کے حق میں عنین (نامرد) شمار ہوگا۔ فتاویٰ عالمگیری ص۱۵۵ ج ۲۔

عنین کی فقہی تعریف کی وضاحت

مذکورہ بالا عبارت سے ثابت ہوا کہ حضرات فقہاء کرام کی اصطلاح میں عنین (نامرد) اُس شخص کو کہتے ہیں کہ جو کہ عضو مخصوص ہونے کے باوجود عورت سے جماع (ہمبستری) پر قدرت نہ رکھتا ہو خواہ اُس کی یہ کیفیت کسی بیماری کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا کمزوری کی وجہ سے یا بڑھاپے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا اس وجہ سے پیدا ہوئی ہو کہ کسی نے اُس پر جادو کر دیا ہو اور اگر کوئی ایسا ہو کہ بعض عورتوں سے تو ہمبستری کرنے پر قادر ہے اور بعض پر نہیں تو جس سے ہمبستری پر قدرت نہیں اُس کے حق میں یہ شخص عنین (نامرد) سمجھا جائے گا۔

(۲) عنین (نامرد) کی بیوی اگر طلاق لینا چاہے تو اس کو مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ تفریق یعنی علیحدگی اختیار کرنے کا شرعاً حق حاصل ہے۔

(۳) الف۔ قال فی العالمگیریۃ باب العنین اذا رفعت المرأۃ زوجھا الی القاضی وادعت انہ عنین وطلبت الفرقۃ فان القاضی یسألہ ھل وصل الیھا اولم یصل فان اقر انہ لم یصل اجلہ سنۃ سواء کانت المرأۃ بکرا او ثیبا فالقول قولہ مع یمینہ انہ وصل الیھا کذا فی البدائع فان حلف بطل حقھا وان نکل یؤجل سنۃ کذا فی الکافی وان قالت انا بکر نظر الیھا النساء وامرأۃ تجزیٔ والاثنتان احوط واوثق فان قلن انھا ثیب فالقول قول الزوج مع

يمينه كذا فى السراج الوهاج (الى قوله) وان قلن انها بكر فالقول قولها من غير يمين اه وفى الدر المختار فان قالت امرأة ثقة والثنتان احوط هى بكر خيرت اه

(ب) وفى التاجيل تعتبر السنة القمرية فى ظاهر الرواية كذا فى التبيين وهو الصحيح كذا فى الهداية وروى الحسن عن ابى حنيفةؒ انه تعتبر سنة شمسية وهى تزيد على القمرية بايام وهو مذهب شمس الائمة السرخسى فى شرح الكافى الى رواية الحسن اخذا بالاحتياط وكذلك صاحب التحفة وهذا هو المختار عندى كذا فى غاية البيان وهو اختيار شمس الائمة فى المبسوط واختيار قاضيخان والامام ظهير الدين وعليه الفتوى كذا فى الخلاصة (عالمگیر صفحہ ۵۲۶ ج ۲) وفى الدر والمؤجل فى اثناء الشهر بالايام اجماعا اه

(ج) ابتداء التاجيل من وقت[1] المخاصمة كذا فى المحيط (عالمگیری صفحہ ۵۵۵ ج ۲) وفى مبسوط السرخسى (صفحہ ۱۰۲ جلد ۵) فى عبارة طويلة ولا يحتسب بالمدة قبل التاجيل انتهى۔

(د) ان جاءت المرأة الى القاضى بعد مضى الاجل وادعت انه لم يصل اليها وادعى الزوج الوصول فان كانت ثيبا فى الاصل كان القول قوله مع اليمين (الى قوله) وان قالت المرأة انا بكر نظرت اليها النساء الى قوله وان قلن هى بكر او اقر الزوج انه لم يصل اليها خيرها القاضى فى الفرقة كذا فى شرح الجامع الصغير قاضى خان (عالمگیری ص ۵۲۶ ج ۲)

---

[1] فى رد المحتار عن المعراج اذا اولج الحشفة فقط فليس بعنين وان كان مقطوعها فلا بد من ايلاج بقية الذكر قال فى البحر وينبغى الاكتفاء بقدرها من مقطوعها (صفحہ ۹۶ جلد ۱) ۱۲ منہ

المراد به وقت التاجيل لانه لا يؤخر من المخاصمة بدون عذر وبه حصل التوفيق بين هاتين الروايتين ۱۲ منہ۔

وفی رد المحتار تحته قوله خیرت قال فی النهر وظاهر کلمته انها لا تستحلف اھ

قلت صرح به فی البدائع عن شرح الطحاوی۔ شامی ص۹۰۲ ج ۲۔

(۵) ان اختارت الفرقة امرہ القاضی ان یطلقها بائنة فان ابی

فرق بینهما هکذا ذکر محمد فی الاصل کذا فی التبیین والفرقة تطلیقة

بائنة۔ کذا فی الکافی (عالمگیری ص۱۵۶ ج ۲۔

لانها فرقة قبل الدخول حقیقة فکانت بائنة۔ شامی ص۹۰۹ ج ۲۔

نامرد کی بیوی کے دعویٰ اور فیصلہ کا طریقہ

مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہوا کہ نامرد شخص کی بیوی کے لیے تفریق (علیحدگی) کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنا معاملہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے (اور کہے کہ) بلاشبہ میں اس عورت سے ہمبستری پر قادر نہیں ہوا تو اس شخص کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دی جائے اگر وہ اقرار نہ کرے بلکہ ہمبستری کا دعویٰ کرے تو اُس وقت یہ تفصیل ہے کہ اگر عورت کنواری ہونے کا دعویٰ نہ کرتی ہو جب تو مرد سے حلف لیا جائے گا۔ اگر اُس نے حلف کر لیا تو پھر عورت کو تفریق کا حق حاصل نہ ہو سکے گا۔

عورت کے طبی معائنہ کا مسئلہ

اگر شوہر نے حلف کرنے سے انکار کر دیا تو اُس کو ایک سال کی مدت علاج کے لیے دے دی

لہ مدونہ ص۲۶۷ ج ۲ کی عبارت: اس کو احتیاطاً کہنا جب ہے جبکہ فیصلہ کرنے والا قاضی ہو اور اگر شرعی پنچایت فیصلہ کرے تو مذہب مالکیہ اختیار کرنا ضروری ہے اور ان کے مذہب میں عورت کے معائنہ کے لیے دو عورتیں ضروری ہیں ایک عورت کافی نہیں ہے۔ قلت ارایت مالا یراہ الرجال هل یجوز فیه شهادة امرأة (قال مالک) لا یجوز فی شیء من الشهادات اقل من شهادة امرأتین لا یجوز شهادة امرأة واحدة فی شیء من الاشیاء وفی المختصر ص۲۱ ج ۱ فصل یخار من ابواب الانکحة وان الا بامرأتین تشهد ابه قبلها الخ

جائے گی اور اگر عورت باکرہ ہونے کی دعویٰ دار ہو تو قاضی عورتوں سے اُس شخص کی بیوی کا معائنہ کرائے، اور اس میں ایک عادل، تجربہ کار عورت کا معائنہ بھی کافی ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ (ایسی عورت کا) دو عادل عورتیں معائنہ کریں پھر معائنہ کے بعد دو صورتیں ہیں۔

زوجِ عنین کے ذمہ حلف کی صورت

ایک یہ کہ خواتین بیان کریں کہ یہ عورت باکرہ یعنی کنواری نہیں رہی، تب تو شوہر سے اس بات پر حلف لیا جائے کہ اُس نے عورت سے ہمبستری کی ہے، اگر وہ حلف کرے تو اس کا قول معتبر ہو جائے گا اور عورت کو تفریق کا حق باقی نہ رہے گا اور اگر شوہر حلف کرنے سے انکار کر دے تو اُس شخص کے علاج کے لیے ایک سال کی مہلت کا حکم کر دیا جائے گا۔

بیوی کے کنوارا ہونے سے متعلق رپورٹ

دوسری صورت یہ ہے کہ خواتین بیان کریں کہ ابھی تک یہ لڑکی کنواری ہے تو پھر قاضی کسی سے حلف لیے بغیر، نامرد شخص کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دے۔

خلاصہ یہ کہ جب کسی دلیل سے ثابت ہو جائے کہ عورت کنواری نہیں ہے بلکہ غیر کنواری ہے چاہے اس کا غیر کنواری ہونا (شبہ ہونا) اس طریقہ سے معلوم ہو کہ وہ بیوہ ہو اور شوہر اوّل سے اولاد ہو چکی ہو یا خود عورت کے اقرار سے یا خواتین کے معائنہ سے ان تینوں حالتوں میں مرد کا قول حلف کے ساتھ قبول کر لیا جائے گا کہ وہ ہمبستری کر چکا، اور عورت کو علیحدگی کا حق نہ دیا جائے گا اور اگر تینوں حالت میں مرد حلف سے انکار کر دے تو عورت کا دعویٰ درست مان کر ایک سال کی مہلت دی جائے گی اور اگر خواتین کے معائنہ سے، بیوی کا کنواری

ہونا ثابت ہو تو بغیر حلف ہی ایک سال کی مہلت دے دی جائے یہ تفصیل فتاویٰ عالمگیری حرف الف میں مذکور ہے ۔

چاند کے حساب سے عنین کیلئے مدت علاج

نامرد شخص کو علاج کے لیے مہلت دینے کے لیے ظاہر الروایۃ میں چاند کے اعتبار سے سال کا اعتبار کیا ہے ۔

لیکن حسنؒ کی روایت میں شمسی سال (یعنی عیسوی سنہ کا) اعتبار کیا ہے اور بعض اصحابِ ترجیح نے احتیاطاً اُسی کو اختیار کیا ہے۔ اور حضرات متاخرین نے عام طور پر اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

جیساکہ فتاویٰ عالمگیری کی عبارت حرف ب میں مذکور ہے۔ اب بھی عام اہل فتویٰ کا یہی معمول ہے اور یہ سال اس حاکم کی مہلت دینے کے وقت سے شروع سمجھا جائے گا۔ اس سے پہلے چاہے کتنی ہی مدت گزر گئی ہو معتبر ہو گی جیساکہ عالمگیری اور مبسوط کی عبارت مذکورہ حرف ج سے معلوم ہوا پھر اس سال کے عرصہ میں اگر شوہر کسی طریقہ سے علاج کر کے تندرست ہو گیا اور ہمبستری پر قادر ہو گیا اور ایک مرتبہ بھی عورت سے ہمبستری کر لی تو عورت کو نکاح کے فسخ کرانے کا حق نہیں رہا۔ بلکہ ہمیشہ کے لیے یہ حق باطل ہو چکا اور عورت اب کبھی علیحدگی کا مطالبہ نہیں کر سکتی ۔

ایک سال میں بھی اگر عنین ہمبستری نہ کر سکے؟

اگر شوہر علاج دی گئی مدّت (ایک سال) میں ہمبستری نہ کر سکا تو عورت کے دوبارہ درخواست کرنے پر قاضی تحقیق کرے اور اگر شوہر نے اقرار کر لیا کہ میں ہمبستری پر قادر نہیں ہوا، جب تو عورت کا دعویٰ واضح طور پر صحیح ہو گیا اس صورت میں قاضی عورت کو اختیار دے دے

کہ اگر تم کو علیحدگی (یعنی طلاق) کی ضرورت ہے تو علیحدگی حاصل کر لو ورنہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنے کو پسند کرو۔

اگر اس بات پر وہ عورت اسی مجلس میں علیحدگی (طلاق) حاصل کرنا چاہے تو شوہر سے طلاق دلوادی جائے اگر شوہر انکار کرے تو وہ قاضی ان دونوں میں علیحدگی کر دے۔ جیساکہ آگے تفصیل آرہی ہے۔

اگر عنین ہمبستری کرنے کا مدعی ہو؟ اگر شوہر (ہمبستری کرنے کا) انکار نہ کرے بلکہ ہمبستری ہونے کا دعوی کرے تو

اس صورت میں یہ تفصیل ہے کہ مہلت دینے کے وقت اگر عورت کا غیر باکرہ (ثیبہ) ہونا ثابت ہو چکا تھا یا اب عورت اقرار کرے کہ کسی طرح اس کی بکارت زائل ہو چکی ہے (یعنی وہ کنواری ہی ہے) لیکن ہمبستری نہیں ہوئی اس صورت میں شوہر سے حلف لیا جائے اگر شوہر قسم کھا کر کہہ دے کہ میں نے اس عورت سے ہمبستری کی ہے تو شوہر کا قول تسلیم ہوگا اور ان دونوں میں علیحدگی نہ ہو سکے گی؟ جیساکہ آگے مذکور ہے۔

عنین کے حلف سے متعلق اگر شوہر نے اس وقت بھی حلف کرنے سے انکار کر دیا تو عورت کو علیحدگی (طلاق) کے

مطالبہ (یعنی طلاق کے دعوی) کا اختیار دے دیا جائے گا اور اگر مہلت دینے کے وقت (جانچ سے) عورت کا باکرہ (یعنی کنوارا ہونا ثابت ہوا تھا اور اب دوبارہ معائنہ (ڈاکٹری جانچ) میں بھی عورت کے باکرہ (یعنی کنواری) ہونے کی تصدیق ہو جب بھی عورت سے حلف لیے بغیر قاضی، عورت کو اختیار دے دے کہ اپنے شوہر سے نکاح میں رہے یا تفریق (علیحدگی) کا مطالبہ کرے، اور جن صورتوں میں قاضی، عورت کو اختیار دے اُن صورتوں

میں حکم یہ ہے کہ اگر عورت اسی مجلس میں علیحدگی حاصل کرنا چاہے جب تو علیحدگی ہوسکتی ہے ورنہ نہیں۔ جیسا کہ (مندرجہ ذیل عبارت) شرائط میں مذکور ہے۔

پس اگر عورت نے اسی مجلس میں تخییر کہہ دیا (یعنی یہ کہہ دے کہ اختیار لے لیا) کہ میں اس شوہر سے علیحدہ ہونا چاہتی ہوں تو قاضی اُس کے شوہر سے کہے اس عورت کو طلاق دے دو، اس پر اگر شوہر نے طلاق دے دی تو طلاق بائنہ واقع ہو جائے گی، اگر وہ طلاق دینے سے انکار کر دے تو قاضی، خود تفریق کر دے یعنی اس طریقہ سے کہہ دے کہ میں نے تجھ کو اُس کے نکاح سے علیحدہ کر دیا یہ تفریق بھی شرعاً طلاق بائنہ کے قائم مقام ہو جائے گی جیسا کہ فتاویٰ شامی اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

شرائط تفریق ——— عنین

نامرد شخص کی بیوی کی علیحدگی سے متعلق شرائط کی تفصیل

پہلی شرط یہ ہے کہ نکاح سے قبل عورت کو اس شخص کے عنین (نامرد) ہونے کا علم نہ ہو پس اگر اس وقت علم تھا اور علم کے باوجود نکاح کیا ہے تو اب اس کو تفریق کا حق نہیں مل سکتا۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری ص ۱۵۶ ج ۲ میں ہے۔

ان علمت المرأة وقت النكاح انه عنين لا يصل النساء لا يكون لها حق الخصومة وفي الدر المختار تزوج الاولى او امرأة اخرى عالمة بحال الاخبار لها على المذهب المفتى به بحر عن المحيط خلافاً تصحيح الخانية اه

عنین اگر ایک مرتبہ بھی ہمبستری کرے؟

دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اُس عورت سے

جماع نہ کیا ہو اور اگر ایک مرتبہ بھی شوہر ہمبستری کر چکا ہے اور پھر عنین (نامرد) ہو گیا تو عورت کو نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار نہ ہوگا۔ جیسا کہ درمختار میں ہے:

"فلو جب بعد وصوله اليها مرةً او صار عنيناً بعده اى الوصول لا يفرق لحصول حقها بالوطى مرةً قال الشامیؒ قوله مرةً و ما زاد عليها فهو مستحق ديانةً لا قضاء بحر عن جامع قاضی خان ويأثم اذا ترك الديانة متعنتاً مع القدرة على الوطى باب العنين ص ۹۲۲ ج ۲۔"

زوجۂ عنین کے نکاح فسخ کے لیے لازمی شرط

تیسری شرط یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے اس وقت سے عورت نے اُس کے ساتھ رہنے پر رضامندی کی وضاحت نہ کی ہو مثلاً یہ نہ کہا ہو "جیسا بھی ہے اب تو میں اُسی شخص کے ساتھ

ؔ یعنی زبان سے کہہ دیا ہو خواہ تنہائی میں یا کسی کے سامنے کما يدل عليه الاطلاق ما لو تقل فی الرواية الآتية۔ اور تاجیل سے پہلے یا بعد از تاجیل کما هو المصرح فی البدائع ونصه هذا فان نص هو تصريح اسقاط الخيار وما يجرى مجراه سواء كان ذالك بعد تخيير القاضی او قبله اه مختصراً ۱۲ منہ عفی عنہ بلکہ تفصیل و مصاجعت وغیرہ افعال بھی موجب رضا نہیں۔ كما هو المصرح فی الدر عن الخانية ۱۲ منہ عفی عنہ وبقى من الشروط كونها بالغة غير رتقاء وقرناء وطلبها الفرقة او طلب وليها ان كانت مجنونة وان لم يكن لها ولى نصب القاضی رجلاً يخاصم عنها كما هو المصرح به فی الدر وغيره وتركنا هذه الشروط رومًا للاختصار ۱۲ منہ عفی عنہ عنوان بعضهم قالوا ان المرأة اذا اختارت نفسها بعد تخيير القاضی اياها فی آخر الامر فقد بانت ولا تحتاج بعده الى التفريق او بتطليق و فی رد المحتار انه قول الصاحبين وعند الامام الاعظم تحتاج الى القضاء لعدم اختيار نفسها ايضاً قلت قول الامام هو الماخوذ فی التنوير وغيره كما مر فی الروايات وهو الاحوط كما لا يخفى والله اعلم

رہوں گی " کیونکہ اگر وہ اپنی رضامندی کی وضاحت کر چکی ہو تو پھر اس کو تفریق کے مطالبہ کا حق نہیں رہتا، اور اس موقعہ پر عورت کے خاموش رہنے سے اُس کی رضامندی نہیں مانی جائے گی، جیسا کہ درمختار میں ہے۔

"فلو وجدته عنيناً او مجبوباً ولو تمخا صو زماناً لو يبطل حقها

قال الشامي قوله لو يبطل اي مالو تقل رضيت بالمقام معه

كذا قيد وفي التاتارخانية عن المحيط ص۹۸ ج۲۱۷۔"

عنین کے ایک سال علاج کے بعد اس کی بیوی کے لیے حکم

چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت ایک سال کی مدت گذرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اُسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرے پس اگر اس مجلس میں اُس نے اپنے شوہر کے ساتھ اپنا پسند کر لیا یا اُس نے اس قدر خاموشی اختیار کر لی کہ مجلس برخاست ہو گئی خواہ اس طریقہ سے کہ یہ عورت مجلس سے اٹھ گئی یا اس طریقہ سے کہ قاضی مجلس سے کھڑا ہو گیا تو اُس کا اختیار باطل ہو گیا، اب کسی طریقہ سے تفریق نہیں ہو سکتی۔"

اما في العالمگيرية فان اختارت زوجها او قامت عن مجلسها او اقامها اعوان القاضي او قام القاضي قبل ان تختار بطل خيارها كذا في المحيط ص۵۲۸ ج۲

ترجمۂ عبارت"؛ فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ اگر کسی عورت کے شوہر نے عورت کو اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا اختیار دیا، یا عورت مجلس سے کھڑی ہو گئی یا قاضی کے مددگاروں سے عورت کو مجلس سے کھڑا کر دیا یا قاضی عورت کے اختیار کے استعمال سے قبل کھڑا ہو گیا تو اُس کا اختیار باطل ہو گیا۔

نیز مجلس کے برخاست ہونے اور عورت کے اُٹھ جانے کے علاوہ اور صورتیں بھی ایسی ہیں کہ جن سے مجلس بدل جاتی ہے اور اختیار باطل ہو جاتا ہے

مثلاً (عورت) کوئی دوسری گفتگو کرنے لگے یا نماز پڑھنے لگے وغیرہ جو کہ اعراض یا پہلو تہی پر دلالت کرتی ہوں۔ اور مجلس بدل جانے کی تفصیل فتاویٰ شامی باب تفویض الطلاق سے معلوم ہو سکتی ہے۔

"والدلیل علی ان بطلان الخیار لا یختص بقیامها وقیام القاضی بل کل ما یدل علی الاعراض، یبطل الخیار قول الدر حیث قال لوجه منهما دلیل اعراض بان قامت الخ لان هذا یدل علی ان القیام ذکر حیث ذکر تمثیلا والمراد مطلق الاعراض هذا ما عندنا۔" واللہ اعلم

نامرد کی مدّتِ علاج

عنین (نامرد) کو ایک سال کی مہلت دینا اور ایک سال پورا ہونے پر عورت کو اختیار دینا اور اُس کے بعد اگر شوہر طلاق سے انکار کرے تو تفریق کر دینا وغیرہ یہ تمام امور جو کہ اُوپر مذکور ہیں قاضی کے فیصلے کے محتاج ہیں قاضی کے بغیر عورت از خود تفریق نہیں کرسکتی۔ جیسا کہ ردالمختار قول الدر کے تحت ہے۔

"ولا عبرة بتاجیل غیر قاضی البلدة لان هذا مقدمة امر لا یکون الا عند القاضی وهو الفرقة فکذا مقدمة" والولوالجیة شامی ص۹۵۹ ج۲۔

اور جس جگہ قاضی موجود نہ ہو تو اس کا حکم تفصیلی طور پر دوسرے جزو میں گذر چکا ہے۔

عنین کی خلوت کا حکم

خلوتِ صحیحہ کی وجہ سے شوہر عنین پر پورا مہر واجب ہو چکا تھا وہ تفریق کے بعد بھی ادا کرنا لازم ہے اور عورت پر عدت کرنا بھی واجب ہے جیسا کہ حضرت علامہ شامیؒ نے در

کے قول کے تحت تحریر فرمایا ہے:

"والا بانت بالتفریق من القاضی ولها کمال المهر وعلیها العدة، لوجود الخلوة الصحیحة بحر الرائق ص۹۰ ج ۴"

یعنی ایسی عورت کا پورا مہر واجب ہے اور خلوت صحیحہ ہونے کی وجہ سے اُس پر عدت بھی ضروری ہے۔

اور عالمگیری میں ہے:

"ولها المهر کاملاً وعلیها العدة بالاجماع ان کان الزوج خلا بها، وان لم یخل فلا عدة علیها ولها نصف المهر ان کان مسمی والمتعة ان لم یکن مسمی کذا فی البدائع اھ ص۲ ج۲"

نامرد کی بیوی کا مہر اور عدت

عبارتِ بالا کا ترجمہ یہ ہے کہ ایسی عورت کا پورا مہر اور بالاجماع اس پر عدت ہے بشرطیکہ شوہر نے اُس عورت سے خلوت کی ہو اور اگر شوہر نے اُس سے خلوت نہیں کی تو اس پر عدت نہیں۔ ہے اور اُس کا آدھا مہر ہے اگر مہر مقرر ہے اور متاع ہے اگر مہر مقرر نہ ہو۔ الخ

عضوِ مخصوص کٹے ہوئے شخص کی بیوی کا حکم

عنین (نامرد) کو ایک سال کی مہلت دینے کا حکم جو اُوپر مذکور ہے صرف اس شخص کے لیے ہے جس کو کہ عرف میں عنین (نامرد) کہتے ہیں اور بعض خصیہ کا شخص یعنی جس کا عضو مخصوص کھڑا ہی نہ ہوتا ہو وہ بھی عنین کے ساتھ شامل ہے یعنی اس کا حکم بھی عنین جیسا ہے۔ لیکن وہ شخص جس کا عضو مخصوص کٹ گیا ہو خواہ تنہا یا خصیوں کے ساتھ کٹ گیا ہو جس کو فقہ کی اصطلاح میں مجبوب یعنی عضو مخصوص کٹا ہوا کہتے ہیں۔ اور اسی طریقے سے جس

شخص کا عضوِ مخصوص قدرتی طور پر بہت کم، نہ ہونے کے مثل ہو اس کو ایک سال کی مہلت دینے کی ضرورت نہیں۔

بلکہ پہلی ہی درخواست پر مجبوب (مقطوع الذکر) وغیرہ ہونے کی تحقیق کر کے عورت کو اختیار دے دیا جائے گا۔ جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"ولو وجدت المرآة زوجها مجبوبًا خیرها القاضی لفعال ولا یوجل کذا فی فتاویٰ قاضی خان۔ و یلحق بالمجبوب من کان ذکرہ صغیراً جداً الخ باب العنین ص۱۵۷ ج ۲۔

ترجمعہ یعنی: "اگر کسی عورت نے شوہر کو عضوِ مخصوص کٹا ہوا پایا تو قاضی ایسی عورت کو فوری طور پر (فسخ نکاح کا) اختیار دے دے گا اور ایسے شخص کو (ایک سال کی) مہلت نہیں دی جائے گی۔ (قاضی خان) اور مجبوب یعنی عضوِ مخصوص کٹے ہوئے میں وہ شخص بھی داخل ہے کہ جس کا عضوِ مخصوص بہت چھوٹا ہو۔"

تمت ھذہ الفائدہ

نامرد کی شرمگاہ کے معائنہ کی گنجائش

اگر عورت دعویٰ کرے کہ میرا شوہر عضو کٹا ہوا مجبوب ہے اور مرد اس سے انکار کرے اور معائنہ کے بغیر اس بات کا فیصلہ نہ ہو سکے تو معائنہ بھی جائز ہے پس قاضی کسی معتبر شخص سے کہہ دے کہ معائنہ (جانچ) کر کے بتلاؤ کہ عورت سچ کہتی ہے یا مرد سچا ہے۔

جیسا کہ فتاویٰ شامی ص۹۷ ج ۲ میں ہے "ولو المجبوب صغیراً الخ

عنین سے تفریق میں مالکیہؒ احناف میں مطابقت

عنین (نامرد) اور اس کی بیوی میں تفریق کا حکم

جو اوپر مذکور ہے فقہ حنفی کا مشہور اور مسلمہ مسئلہ ہے اور اس کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے اور اس مسئلہ میں مذہب مالکیہ بھی تقریباً تمام جزئیات میں مسلک احناف کے ساتھ بالکل متفق ہے[1] جیساکہ علامہ صالح تونسی مالکیؒ، مفتی مدینہ منورہ کے فتویٰ کی عبارت ۱۸ سے معلوم ہوتا ہے۔

البتہ صرف ایک جزو یعنی پنچایئت کا فیصلہ معتبر ہونا جس کا بیان اوپر مذکور ہے وہ خاص مذہب مالکیہ کا مسئلہ ہے اور اس رسالہ میں ضرورت کی بناء پر اُس پر فتویٰ دیا گیا ہے۔

<u>ایک گذارش</u> : یہ مختصر بیان بقدرِ ضرورت تحریر کیا گیا ہے اس کے علاوہ اور بھی بہت سے جزئیات ہیں بوقتِ ضرورت علماءِ اہلِ فتویٰ سے دریافت کر لیا جائے۔

---

[1] الا فی بعض المسائل کما ان تراضی الزوجین بالتاجیل کاف عندھم کما ھو المصرح بہ فی الروایۃ التاسع عشر وعندنا لا یعتد بہ کما فی البحر وغیرہ مصرحًا ولما لم نشاھد ضرورۃ المصیر الی مذھب المالکیۃ فی ھذا الجزء لم ناخذ بہ ردمًا للاحتیاط فی امر الفروج

حکم زوجہ مجنون

مجنون کی بیوی کی تفریق کا طریقہ

"مقدمہ کی کاروائی اور فیصلہ کا طریقہ"

سوال (۱) کیا مجنون کی بیوی کو شرعًا یہ حق حاصل ہے کہ وہ تفریق کا مطالبہ کرے اور مجنون کے نکاح سے نکل جائے ؟

(۲) اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہے ؟ اور اس کے کیا شرائط ہیں۔

(۳) تفریق کے بعد مہر اور عدت کا کیا حکم ہے ؟

الجواب :

قال فی الدر المختار ولا یتخیر احد الزوجین بعیب الآخر ولو فاحشا لجنون وجذام وبرص ورتق وقرن۔ وفی رد المحتار وخالف الائمۃ الثلثۃ فی الخمسۃ مطلقا ومحمد فی الثلثۃ الاول لو بالزوج کذا یفھم من البحر وغیرہ (شامی آخر باب العنین صفحہ ۹۸۳ جلد ۲)

وفی الدر بعد قولہ المذکور ولو قضی بالرد صح وفی آخر باب العنین من العالمگیریۃ واذا کان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خیار لھا کذا فی الکافی۔ قال محمدؒ ان کان الجنون حادثا یؤجلہ سنۃ کالعنۃ ثم یخیر المرأۃ بعد الحول اذا لم یبرأ وان کان الجنون مطبقا فھو کالجب وبہ ناخذ کذا فی الحاوی القدسی اھ (صفحہ ۱۵۰ جلد ۲) وفی مبسوط شمس الائمۃ السرخسی باب الخیار فی النکاح (صفحہ ۹۷ جلد ۵)

وعلی قول محمد لھا الخیار اذا کان علی حال لا تطیق المقام معه وفی کتاب الآثار للامام محمد رحمه الله تعالی وکذلك اذا وجد ته مجنونا موسوسا یخاف علیها قتله (صفحه ۷۱ باب الرجل یتزوج وبه العیب)

وفی الفتاوی الحمادیة العلامة رکن بن حسام الناگوری (صفحه ۲۷) من المضمرات قال محمدؒ ان کان بالزوج عیب لا یمکنه الوصول الی زوجته فالمرأة مخیرة بعد ذلك ینظر ان کان العیب کالجنون الحادث والبرص ونحوهما فهو والعنة سواء ینتظر حولًا ان کان الجنون اصلیا او به مرض ولا یرجی برئه فهو واجب سواء وهی بالخیار ان شاءت رضیت بالمقام معه وان شاءت رفعت الامر الی الحاکم حتی یفرق بینهما۔

عبارات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ شیخینؒ[1] کے نزدیک تو جنون شوہر کی وجہ سے عورت کو فسخِ نکاح کا اختیار حاصل نہیں ہے لیکن حضرت امام محمدؒ کے نزدیک اس کو یہ حق حاصل ہے کہ عورت قاضی کے یہاں درخواست دے کر تفریق کا مطالبہ کرے اور اپنے آپ کو مجنون کے نکاح سے علیحدہ کرا لے بشرطیکہ جنون اس درجہ کا ہو کہ اس کے ساتھ رہنا قدرت سے خارج ہو مثلاً اس سے قتل کا اندیشہ ہو (وغیرہ وغیرہ)

فسخ نکاح والے جنون کی بحث

اس[2] معاملہ میں اصل یہ ہے کہ وہ جنون کہ جس کی وجہ سے عورت کو حضرت امام محمدؒ کے

---

[1] یعنی حضرت امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ

[2] اگر ہمبستری سے قبل جنون ہو جائے: اگر کسی کو ہمبستری سے پہلے جنون ہو جائے اور حالتِ جنون میں بھی وہ ہمبستری نہ کر سکے تو حضرت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایسا مجنون بھی عنین کے حکم میں ہے کہ سال بھر کی مہلت دے کر اسی طریق پر علیحدگی کر دی جائے۔ چونکہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نزدیک خیارِ فسخ حاصل ہو سکتا ہے اس کی وجہ بیان کرنے میں مختلف الفاظ مذکور ہیں۔

مبسوط کے الفاظ یہ ہیں لا تطیق المقام معہ اور کتاب الآثار میں یخاف علیہا قتلہ مذکور ہے۔ ان دونوں میں تطبیق کی صورت یہ ہو سکتی ہے جو مجنون تکلیف پہنچایا کرتا ہو اُس کے متعلق غالب عادات سے اکثر یہ بھی اندیشہ ہو جاتا ہے کہ شاید قتل کر بیٹھے، خلاصہ یہ کہ جس مجنون سے ناقابلِ برداشت تکلیف پہنچی ہو اس کا حکم یہ ہے۔

زوجۂ مجنون سے متعلق ائمہ کی رائے

اور تینوں ائمہ یعنی حضرت امام مالکؒ حضرت امام شافعیؒ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بھی جنون وغیرہ کی وجہ سے خیار فسخ عورت کو حاصل ہے اور فتاویٰ عالمگیری میں "حاوی قدسی" سے حضرت امام محمدؒ کے قول کو اختیار کرنا نقل کیا ہے اور نیز اُن کے قول میں یہ تفصیل نقل کی ہے کہ اگر جنون حادث ہے تو حاکم اس مجنون شخص کو اور اس کے اولیاء کو عنین کی طرح ایک سال کی مدت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کا) عنین کے بیان میں مفصل گذر چکا۔ کما فی کتاب الحج للامام محمدؒ (صفحہ ۴۳۹)

باب ما یذکر فی النکاح من المجنون محمد قال قال ابو حنیفہ فی المجنون تخاف منہ امرأتہ ولم یجامعہا انہ ان کان لا تفیق جعل بین امرأتہ وبین ما یخاف علیہا منہ فی حال الخوف وانفق علیہا من مالہ ولم یفرق بینہما الا ان یخلی بینہ وبینہا ولا یصل الیہا فاذا کان ذلک اجل سنۃ فان وصل الیہا والا خیرت فان اختارت المقام معہ انفق علیہا من مالہ ولم یکن لہا بعد ذلک خیار وان اختارت الفرقۃ بانت بتطلیقۃ انتہیٰ ۱۲ منہ عفی عنہ ویؤیدہ ما فی منحۃ الخالق علی البحر الرائق حیث قال (قولہ فالمجنون کفوء للعاقلۃ) وفیہ اختلاف المشائخ (قال فی النہر وقیل بعتبر لانہ یفوت مقاصد النکاح فکان اشد من الفقر ودناءۃ الحرفۃ وینبغی اعتمادہ لان الناس یعیرون بتزویج المجنون اکثر من ذی الحرفۃ وفی البنایۃ عن المرغینانی لا یکون کفوا للعاقلۃ الخ۔ (ص ۱۳۴ ج ۳)

علاج کرنے کے لیے دے اگر اس عرصہ میں جنون تندرست نہ ہو تو پھر عورت کو اختیار دے دے کہ اس کے نکاح میں رہے یا تفریق اختیار کرے (جیسا کہ گذشتہ صفحات میں عنین کے بیان میں تفصیلی طور پر گذر چکا۔) اور اگر جنون مطبق ہے تو معاملہ کی پوری تحقیق کرنے کے بعد مدت دیئے بغیر اور بغیر تاخیر کیے ہوئے عورت کو اختیار دے دیا جائے۔

اصل اور عارضی جنون

لیکن چونکہ جنون حادث کی تفسیر نہ تو اس جگہ تحریر ہے اور نہ کہیں دوسری جگہ مل سکی ہے جس کی وجہ سے اس کے مقابلہ میں جنون مطبق کی تفسیر بھی پوری طرح واضح نہیں ہو سکتی اور دوسرے مواقع میں جو مطبق کی تفسیر غیر مطبق کے مقابلہ میں لکھی ہوئی ہے اُس کو محض قیاس سے اس جگہ جاری کرنا احتیاط کے خلاف ہے مثلاً ہدایہ آخیرین میں "باب عزل الوکیل" میں جنون کی تفصیل مطبق اور غیر مطبق کے الفاظ سے کرنے کے بعد دونوں الفاظ کی تفسیر ہمارے تینوں ائمہ سے نقل کی ہے اور اس کو شرح نقایہ میں آجل اور عاجل کے الفاظ سے تحریر کیا ہے، (ہدایہ کتاب الصوم باب من مرض فیہ مضات میں اس کو جنون مستوعب اور غیر مستوعب کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے اور اس باب کے آخیر میں جنون کی دو قسم بیان کی ہیں جنونِ اصلی، اور جنونِ عارضی۔

اسی وجہ سے فتاویٰ عالمگیری کی عبارت مذکورہ میں جو، جنون حادث بمعنیٰ اصلی ہے اور حادث بمعنیٰ عاجل غیر مستوعب ہے، اسی کے مقابلہ میں مطبق بمعنی آجل یا مستوعب ہے جس کی تفسیر ہدایہ میں حضرت امام محمدؒ کے نزدیک ایک سال کے جنون سے کی گئی ہے اور کتاب الحج میں حضرت امام محمدؒ نے جنون مطبق کو، اس جنون کے مقابلہ میں استعمال کیا ہے جس میں افاقہ ہو جاتا ہو۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جنون مطبق وہ ہے کہ جس میں افاقہ نہ ہوتا ہو۔ لیکن کتاب مذکورہ میں بھی لفظ حادث موجود نہیں ہے جس کی وجہ سے جنون مطبق اور جنون حادث کی تفسیر ایک دوسرے کے مقابلہ میں معلوم ہو جائے غرض حادث اور مطبق کی تفسیر مکمل طور سے واضح اور متعین نہیں ہو سکی۔

مالکی مذہب میں مجنون کے لیے مدتِ علاج اس وجہ سے احتیاطاً اس میں ہے کہ اس تفصیل سے قطع نظر کر کے ہر ایک حالت میں ایک سال کی مہلت (علاج کے لیے) دی جائے اور اس کے بعد فیصلہ کیا جائے خاص طور پر جبکہ فیصلہ بھی شرعی قاضی کی عدالت میں نہ ہو۔ بلکہ جماعت مسلمین (شرعی کمیٹی) کا فیصلہ مالکی مذہب کے مطابق لیا جائے تو مہلت وغیرہ بھی ان کے مذہب کے موافق دینا چاہیے اور ان حضرات کا مذہب یہ ہے کہ جنون مطبق اور جنون افاقہ کا حکم ایک ہی ہے یعنی دونوں صورتوں میں ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے جیسا کہ فتاویٰ مالکیہ عربیہ میں جو کہ اس رسالہ کے ساتھ شریک اشاعت ہے۔ حضرت علامہ صالح تونسی استاذ مسجد نبوی مدینہ منورہ کے فتویٰ کی روایت ۱۹ میں تحفہ کے حوالہ سے مذکور ہے۔

"والیضاً فی المنتقیٰ للباجی من المالکیۃ ص۱۲ ج۴" وروی عبد الملک بن الحسن فی المجنون سواء کان افاقۃ او مطبق ان کان یوذیھا ویخاف علیھا مندحیل بینھما واجل سنۃ ینفق علیھا من مالہ فان برأ الا فھی بالخیار الخ

ترجمہ حاصل عبارت عبد الملک بن الحسن سے مجنون سے فسخِ نکاح کے بارے میں روایت ہے کہ مجنون کو چاہیے جنون میں کمی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اگر وہ عورت کو تکلیف پہنچاتا ہو اور عورت کو اس سے

ضرر کا اندیشہ ہو تو قاضی مجنون کو ایک سال کی مہلت دے گا اور مجنون کے ہی مال سے عورت کا نان ونفقہ ادا کیئے جانے کا حکم ہوگا۔ اگر اس زمانہ میں مجنون ٹھیک ہو جائے تو بہتر ہے ورنہ عورت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے۔

خطرناک مجنون کا حکم

تفریق کی دوسری صورت یہ ہے کہ مجنون کی بیوی قاضی کی عدالت (یا شرعی کمیٹی میں) درخواست دے اور شوہر کا خطرناک مجنون ہونا ثابت کرے[1] قاضی (یا شرعی کمیٹی) واقعہ کی تحقیق کرے اگر صحیح ثابت ہو تو مجنون کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دے دے اور سال پورا ہونے پر اگر بیوی پھر درخواست دے اور شوہر کا مرضِ جنون ابھی تک موجود ہو تو عورت کو اختیار دے دیا جائے اگر اس پر عورت اسی مجلس اختیار میں علیحدگی کا مطالبہ کرے تو قاضی تفریق کر دے (یعنی نکاح فسخ کر دے) جیساکہ پہلے جواب میں فتاویٰ عالمگیری سے مذکور ہے اور یہ تفریق قاضی، نکاح کو بالکل رد کر دینا ہے یعنی نکاح کالعدم متصور ہوگا جیساکہ کتاب الآثار اور مبسوط سرخسی میں رد کا لفظ موجود ہے اور "فتح القدیر" وغیرہ میں فسخ کا لفظ موجود ہے اور جو شرائط اختیار زوجہ عنین کے لیے ہیں اور اس سے پہلے تفصیلی طور پر گذر چکی ہیں ان میں سے اکثر شرائط اختیار زوجۂ مجنون کے لیے بھی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ نکاح سے پہلے عورت کو شوہر کے مجنون ہونے کا علم نہ ہو۔

۲۔ نکاح کے بعد علم ہونے پر عورت نے رضامندی کی وضاحت نہ کی ہو۔

---

[1] واضح رہے کہ معمولی جنون میں عورت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے جیساکہ مبسوط اور کتاب الآثار میں ہے۔

۳۔ جس وقت مہلت کا سال گزرنے کے بعد دوبارہ درخواست پر قاضی عورت کو اختیار دے دے تو عورت اُسی مجلس میں علیحدگی اختیار کرے اگر مجلس برخاست ہو گئی یا عورت خود یا کسی کے اُٹھانے سے کھڑی ہو گئی تو اختیار نہیں رہے گا۔

"وهذه الشروط الثلاثة وان لم تكن مصرحة في كتبنا الا ان القواعد الكلية المصرحة في المذهب تقتضيها فان امثال هذه الاختيارات تتقيد بالمجلس وتبطل بالعلم قبل العقد وبتصريح الرضا بعد العقد وظاهر عبارة العالمگيرية في قول محمد يؤجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول يؤيده والله اعلم۔

زوجۂ مجنون کے حقِ فسخِ نکاح ختم ہونے کی صورت

۴۔ مجنون[1] کی بیوی کے لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ جنون موجب الفسخ کا علم ہونے کے بعد عورت نے اپنے اختیار سے ہمبستری یا ہمبستری کے دواعی (یعنی شہوت سے بوسہ شوہر کا لپٹنا وغیرہ) کا موقع نہ دیا ہو بخلاف العنين فان المقصود فيه الاختيار والامتحان وهذه الشروط غير مصرح في كتبنا ولكنه مفاد القواعد عندنا مصرح في كتب المالكية كما سيأتي من شرح الدردير۔

---

[1] مگر خود مجنون کو حکم سنانا کافی نہیں۔ بلکہ اگر اس کا کوئی ولی ہو تو ولی جوابدہی کرے گا اور ولی ہی کو حکم مہلت کا اور بعد انقضاء مدت تفریق کا حکم سنایا جاوے گا اور اگر ولی نہ ہو تو قاضی کسی شخص کو مجنون کی طرف سے جوابدہی کے لیے مختار بنا دے کما قال فی البحر (صفحہ ۱۳۲ جلد ۴ باب العنین) ویفرق بینهما (الی قوله) بخصومة ولی ان کان والا فمن ینصبه القاضی الخ ۱۲ منه

عہ ولو نزل اشتراط کونها غیر رتقاء وقرناء فی خیار الجنون والظاهر عدم الاشتراط وکذا اشتراط بلوغها الوطء فیفیق ان اشترط هو وینظران کانت غیر بالغة قیاما علی زوجة العنین والمجبوب۔ والله اعلم ۱۲ منه

للسرخسی وعلیه يدل عبارة الفتح وغيرة حيث عبّروه بخيار الفسخ والفسخ يختص بعيبٍ موجود قبل العقد بخلاف تعنين فانهم استعملوا فيه لفظ التفريق. والله اعلم.

نکاح کے بعد مجنون ہونے کے بارے میں مالکی مذہب

نکاح کے بعد جو جنون پیدا ہوگیا ہو اس کے متعلق حضرت امام محمدؒ سے کوئی وضاحت نہیں ملی، لیکن حضرات مالکیہ[2] کے مذہب میں اس کے متعلق یہ وضاحت ہے کہ اگر نکاح کے بعد جنون ہو جائے جب بھی عورت کو علیحدگی کا اختیار ہے (جیسا کہ مدونۃ کبریٰ ص۱۹۶ ج ۲ میں ہے) لیکن ان کے نزدیک بھی شرط یہ ہے کہ جنون موجب للفسخ کا علم ہونے کے بعد بیوی نے اپنے اختیار ورضامندی سے شوہر کو ہمبستری یا ہمبستری کے دواعی (یعنی بوسہ لینا یا چھونا وغیرہ) کا موقعہ نہ دیا ہو۔ کیونکہ اگر اس نے ایسا کرلیا تو یہ عملی طور پر رضامندی ہوگئی جس کی وجہ سے اس کا اختیار ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ زبان سے رضامندی کی وضاحت کردہ اختیار کو ساقط کر دیتا ہے (جیسا کہ حضرت علامہ خلیل نے مختصر میں فرمایا ہے

---

[1] خیار الفسخ ثابت عند المالكية والشافعية والحنابلة الخمسة وعند محمد بالثلثة منها لو بالزوج الجنون والجذام والبرص كما مر عن الشامي في الجواب الاول ولكنا لم نأخذ منها الا الجنون لكثرة وشدة الضرورة فيه وليس كذالك الجذام والبرص. والنساء يصبر على الاقامة معهما بخلاف المجنون كما يعلم من كثرة سوال النساء في المجنون دون غيره

[2] اور اسی جزو کی بنا پر مسئلہ جنون کو اس جزو دوم کے شروع میں فقہ مالکی کی طرف منسوب کیا گیا ہے

"ان لم يلحق العلم ولم يرض او لم يتلذذ وحلف على نفيه ببرص ومذ بطة وجذام الخ وقال شارحه العلامة الدردیری قوله او لم يتلذذ بالمعيب عالمابه او بمعنی الواو لابد من انتفاء الامور الثلاثة اذ لو وجدت او بعضها لا تثبت الخيار الا امرأة المعترض (ای الذی لا يقدر علی الجماع) اذا علمت قبل العقد او بعده باعتراضه ومكنته بها فلا خيار لها"

ص ۳۷۷ ج ۱

مجنون اگر بیوی سے جبراً ہمبستری کرے؟

اس مذکورہ شرط میں اختیار کی قید لگانے سے یہ معلوم ہوا کہ اگر مجنون نے زبردستی عورت سے ہمبستری کر لی تو اس سے عورت کا حق خیار ساقط نہ ہوگا چنانچہ عبارت مذکورہ میں لفظ مکنتہ کا لفظ اس پر صراحۃً دلالت کرتا ہے۔

نیز جنون کے ساتھ موجب للفسخ کی قید سے یہ معلوم ہوا کہ اگر ابتدائی جنون کے زمانہ میں اس سے پہلے کہ جنون اس درجہ کو پہنچے کہ جس سے نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور اس کی تفصیل شروع جواب میں ہے۔

ہمبستری یا اس کے دواعی پائے جائیں اور بعد میں جنون بڑھ کر مذکورہ

لے والفرق بين حكم المعترض والمجنون ان تمكين امرأة المعترض لا يدل علی الرضا بل انما هو لاختبار حاله فانه لا يمكن بدون التمكين ودواعی الوطی ولا كذلك امرأة المجنون فان الجنون ظاهر فالتمكين ودواعی الوطی بعد العلم بالجنون يدل علی الرضاء بالمقام معه وهو مسقط الخيار۔ والله اعلم۔

حد کو پہنچ گیا تو اس صورت میں بھی نکاح فسخ کرنے کا اختیار ساقط نہیں ہوتا جیسا کہ مذکورہ بالا عبارت ہیں عالمًا بہ کی قید سے ظاہر ہے ۔ واصرح مافی الباب رای خیار الفسخ بسبب جنون حدث بعد العقد) ما فی المنتقی شرح الشرطا ونصہ ھذا فاما المجنون فقد روی محمد عن مالک لامرأۃ ان ترد الرجل بما یضرھا بہ من الجنون والجذام والبرص ۔ وذلک علی وجھین احدھما ان المجنون بہ حین العقد فغرھا من نفسہ فاختارت الطلاق فان کان دخل بھا فلھا الصداق وان لم یبن بھا فلا شئ لھا ووجہ ذلک انہ اذا غرھا من نفسہ بالعنۃ کان لھا الخیار وھذا ابین ضررًا فبان یجب لھا الخیار اولٰی فاذا کان حدث بہ ذلک (الجنون) بعد العقد فعلے حسب ذلک ان کان (ای الجنون) قبل البناء فلھا ان تطلق نفسھا ولا شئ لھا وان کان بعدہ فلھا جمیع الصداق اھ (صفحہ ۱۲۱ جلد ۴)

نکاح کے بعد ہونے والے جنون کا حکم

مجنون میں شرائط نہ ہونے پر ایک گنجائش منتقیٰ کی (مذکورہ) عبارت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مہر کا حکم جنون حادث بعد العقد میں بھی وہی ہے (یعنی ایسا جنون جو کہ نکاح کے بعد ہوا ہو) جو کہ جنون قدیم میں ہے یعنی اگر خلوت صحیحہ سے قبل تفریق ہوئی ہے تو مہر بالکل ساقط ہو گیا ۔ اور اگر خلوت کے بعد ہوئی ہے تو پورا مہر واجب ہے اور عدت کا حکم یہ ہے کہ خلوت سے پہلے تفریق کی صورت میں عدت واجب نہیں ہوتی اور خلوت کے بعد میں واجب ہوتی ہے ۔ اب صرف ایک سوال باقی رہا کہ یہ تفریق جو کہ جنون[1] حادث بعد العقد کی وجہ

---

[1] یعنی نکاح کے بعد ہونے والا جنون

سے ہوتی ہے فسخ ہے یا طلاق ؟ اس سلسلہ میں علامہ خلیلؒ اور شارح دردیر نے تورد کا لفظ استعمال کیا ہے جو کہ بظاہر فسخ کے مرادف ہے اور مفتیؒ کی عبارت مذکورہ میں طلاق کا لفظ ہے لہذا وقت ضرورت مالکی علماء سے تحقیق کر لیا جائے اور جب تک تحقیق نہ ہو اس تفریق کو طلاق قرار دینا چاہیئے کہ اس میں احتیاط ہے اور (نتیجہ) ثمرہ طلاق ہونے کا یہ ہے کہ اگر اس عورت سے دوبارہ نکاح ہو جائے تو شوہر کو صرف دو۲ طلاق کا اختیار ملے گا اگر مزید دو۲ طلاق دے دی تو طلاق مغلظہ ہو جائے گی۔

مجنون مفلس کی بیوی کے لیے شرعی حکم

مجنون کی بیوی کے فسخ نکاح کے لیے جو شرائط اوپر بیان کی گئی ہیں اگر وہ شرائط کسی جگہ موجود نہ ہوں تو جنون کی وجہ سے تفریق نہیں ہو سکتی لیکن اگر یہ مجنون ایسا ہو کہ اس کی کوئی آمدن کا ذریعہ نہ ہو اور بیوی کے لیے اپنے نفقہ کی کوئی صورت نہ ہو تو ایسی صورت میں مفتی کے لیے عورت کے اضطرار کی مکمل تحقیق ہو جانے اور چند علماء سے مشورہ کے بعد اس فتوےٰ کی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کی وجہ سے نفقہ نہ ہونے کی وجہ سے قاضی یا اس کا قائم مقام ان دونوں میں تفریق کر دے اور یہ تفریق طلاق رجعی کے حکم میں ہوگی۔

"کما ھو المصرح فی الروایۃ الثانیۃ من فتویٰ العلامۃ محمد طیب من قولہ بل لو کان حاضرا وعدمت النفقۃ الخ والروایۃ الاولی۔ والتصریح بکونہ طلاقا رجعیا فی الروایۃ الرابعۃ عشر من فتویٰ العلامۃ الصالح حیث قال ان کل طلاق اوقعہ الحاکم فھو بائن الا طلاق المولی والمعسر وسواء اوقعہ الحاکم بالفعل او جماعۃ المسلمین او امروا بہ انتھیٰ۔"

زوجۂ مجنون کے نان ونفقہ کے مطالبہ کی وجہ سے تفریق کیلئے شرط

لیکن اس میں غیر معمولی غور وفکر سے کام لے کر مذہبِ مالکیہ کی تمام شرائط کی پابندی ضروری ہے جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے نان ونفقہ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے فسخ نکاح کا حکم اس وقت دیا جا سکتا ہے جبکہ عقد نکاح سے پہلے اس کو شوہر کے مفلس ہونے کا علم نہ ہو ورنہ اگر مفلسی کا علم ہوتے ہوئے نکاح کیا گیا ہے تو نان ونفقہ نہ ہونے کی وجہ سے تفریق کا حق نہ ہوگا۔ کما صرح بہ فی مختصر الخلیل وشرحہ للدردیر من ابواب النفقہ ص۱۸۴ جلد ۱۔ و لفظہ لا ان علمت عند العقد فقرہ فلیس لھا الفسخ ولو ایسر بعد ثم اعسر الخ۔

اور اس مسئلہ کی باقی شرائط بوقتِ ضرورت کتبِ مالکیہ کی مراجعت سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

لاپتہ شخص کی بیوی کے فسخِ نکاح کے مسائل

یعنی رسالہ

"نھایۃ المقصود فی بیان المفقود"

مفقود (یعنی بالکل لاپتہ شخص) کو باتفاق جمہور ائمہ مجتہدین اپنے مال کے بارے میں اُس وقت تک زندہ تسلیم کیا گیا ہے جب تک کہ اس کے ہم عمر، ہم زمانہ لوگ زندہ پائے جائیں۔

جس وقت اس کی بستی میں اُس کے ہم عمر لوگ ختم ہو جائیں، اس وقت اس کی موت کا حکم دیا جاتا ہے یعنی قاضی اس کی موت کا حکم دے دیتا ہے اور اُس کی وراثت تقسیم کرنے وغیرہ کی اجازت ہو جاتی ہے اس پر تینوں امام حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ کا اتفاق ہے۔ اور حضرت امام اعظمؒ امام شافعیؒ اور بہت سے دوسرے مجتہدین نے زوجۂ مفقود میں بھی یہی حکم باقی رکھا کہ جب تک مفقود کے ہم عمر لوگ ختم نہ ہو جائیں اُس وقت تک وہ زندہ ہے اور حسبِ قاعدہ اس کی بیوی کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز نہیں البتہ بعض صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک زوجۂ مفقود کو اس کے ہم عمر لوگوں کے ختم ہونے سے قبل بھی قاضی نکاح کی اجازت دے سکتا ہے یعنی جبکہ اُس مفقود (بالکل لاپتہ) ہونے والے شخص کے ظاہر حال سے اُس کی ہلاکت اور موت کا غالب گمان ہو جیسے وہ شخص جو کہ معرکۂ جنگ میں گم ہو گیا یا کوئی شخص اس قسم کی بیماری کی حالت میں نکل گیا ہو

دگھر سے چلا گیا ہو) جس میں (اُس کے مر جانے کا) غالب گمان ہے۔ یا سمندر میں سفر کیا ہو (اور ساحل سمندر پر پہنچنے کا پتہ نہ چلا ہو)

اس قسم کی صورتوں میں انتظار کر کے میت (یعنی مفقود کے مرنے کا حکم دے دیا جائے گا کہ جس میں حاکم (شرعی) کو مفقود کے مرجانے کا غالب گمان حاصل ہو جائے اور اس موت کے علم کے بعد اُس شخص کی بیوی کو عدت وفات گذار کر نکاح کر لینا جائز ہوگا۔

کما فی الشامیة تحت قول الدر (واختار الزیلعی تفویضه الی الامام) قال فی الفتح فای وقت رأی المصلحة حکم بموته (الی ان قال) ومقتضاه انه یجتهد ویحکم القرائن الظاهرة الدالة علی موته وعلی هذا یبتنی ما فی جامع الفتاوی حیث قال واذا فقد فی المهلکة فموته غالب فیحکم به کما اذا فقد فی وقت الملاقاة مع العدو او قطاع الطریق او سافر علی المرض الغالب هلاکه او کان سفره فی البحر وما اشبه ذلك حکم بموته لانه الغالب فی هذه الحالات وان کان بین احتمالین واحتمال موته ناشئ عن دلیل لا احتمال حیاته لان هذا الاحتمال کاحتمال ما اذا بلغ المفقود مقدار ما لا یعیش علی حسب ما اختلفوا فی مقداره نقل عن الغنیة انتهی ما فی جامع الفتاویٰ وافتی به بعض مشائخنا وقال انه افتی به قاضی زاده صاحب بحر الفتاویٰ لکن لا یخفی انه لا بد من مضی مدة طویلة حتی یغلب علی الظن موته لا بمجرد فقده عند ملاقاة العدو وسفر البحر ونحوه (ص۱۱۵ جلد ۳)

فقہ حنفی میں مفقود کی بیوی کے لیے حکم

اس قسم کی صورتوں کے علاوہ فقہ حنفی میں مفقود کی بیوی کے لیے اس کے علاوہ کوئی گنجائش نہیں ہے کہ مفقود کے ہم عمر لوگوں کے ختم ہونے پر

قاضی اُس کے مرجانے کا فیصلہ کردے اور اس کے بعد عورت عدت وفات گذار کر نکاح کرے۔

لیکن حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے چند شرائط کے ساتھ کہ جن کی تفصیل عنقریب بیان ہوگی ہر ایک حالت میں (یعنی مفقود کے ہلاک ہونے کا گمان ہو یا نہ ہو) مفقود کی بیوی کو حاکم کے فیصلہ کے بعد چار سال انتظار کر کے عدت گذرنے پر دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دے دی ہے اور حضرت امام احمدؒ نے بھی مفقود کی بعض صورتوں میں چار سال کی مدت کو اختیار فرمایا ہے (یعنی حضرت امام احمدؒ نے بھی مفقود کی بیوی کو چار سال انتظار کر کے عدت وفات گذار کر نکاح ثانی کی اجازت دی ہے) جیسا کہ مغنی ص۱۴۳ جلد ۹ میں ہے۔

مسئلہ مفقود میں مالکیہ کے مذہب پر عمل (یہ صحیح ہے کہ مفقود الخبر کے فسخ نکاح کے معاملہ میں) حنفیہ کا مذہب دلائل کے اعتبار سے نہایت قوی اور غیر معمولی احتیاط پر مبنی ہے لیکن فقہاء حنفیہ رحمہم اللہ میں سے بعض متاخرینؒ نے وقت کی نزاکت اور فتنوں پر نظر فرماتے ہوئے اس مسئلہ میں حضرت امام مالکؒ کے مذہب پر فیصلہ دے دیا ہے جیسا کہ حضرت علامہ شامیؒ نے درمنتقی سے قہستانی کا جو کہ چوتھی صدی کے مشائخ حنفیہ میں ہیں قول نقل فرمایا ہے۔" لو افتیٰ بہ موضع الضرورۃ

لہ متقدمین علماء اور متاخرین کی تعریف: تین صدی تک کے فقہاء کرام کو متقدمین کہا جاتا ہے اور چوتھی صدی سے متاخرین کا اطلاق آتا ہے (یعنی چوتھی صدی کے بعد کے علماء متاخرین کہلائے جاتے ہیں۔) جیسا کہ علامہ شامیؒ کے مجموعہ رسائل ابن عابدین سے میں رسالہ شفاء العلیل میں مذکور ہے

لا بأس به علیٰ ما اظن ص ۵ ج ۲ ۔" (یعنی اگر ضرورت شدیدہ میں مذہب غیر پر فتویٰ دے دیا تو میری رائے میں اس میں کوئی حرج نہیں)

اور ایک زمانہ سے (حضرات مفتیان کرام) اور ارباب فتویٰ ہند و بیرون ہند تقریباً سب نے ہی اسی قول پر فتویٰ دینا اختیار فرمایا ہے اور یہ مسئلہ اس وقت ایک حیثیت سے فقہ حنفی ہی میں داخل ہو گیا۔ لیکن جس وقت تک عورت صبر سے کام لے سکے اُس وقت تک اصل مذہب حنفی پر عمل کرنا لازم ہے، البتہ ضرورتِ شدیدہ کے وقت کہ خرچ (نان و نفقہ) کا انتظام نہ ہو سکے یا گناہ میں مبتلا ہونے کے ڈر سے بیٹھنا مناسب نہ سمجھا جائے اُس وقت مذہب مالکیہ پر عمل کرنے میں حرج نہیں، اور اس قسم کے مواقع کے لیے یہ فتویٰ مرتب کیا گیا ہے، لیکن کسی مسئلہ میں دوسرے امام کا مذہب اختیار کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں اُس امام کے نزدیک جو شرائط ہوں ان تمام کی رعایت کی جائے۔

علامہ شامیؒ کی عبارت سے استدلال

در مختار میں ہے: ان الحکم الملفق باطل بالاجماع وقال الشامی تحتہ مثالہ متوضئ سال بدنہ دم ولمس امرأۃ ثم صلی فان صحۃ ھذہ الصلوٰۃ ملفقۃ من مذھب الشافعیؒ والحنفی والتلفیق باطل الخ

نیز شامی میں علامہ شرنبلالیؒ سے در مختار کے تحت ہے:

"وان الرجوع من التقلید بعد العمل باطل اتفاقاً وانہ یجوز لہ العمل بما یخالف ما عملہ علیٰ مذھبہ مقلداً فیہ الخ

مالکیہ کی تمام شرائط کا علم ضروری

لہٰذا اس مسئلہ مفقود میں مالکیہ کی تمام شرائط کا معلوم کرنا لازم ہوا اور شامی وغیرہ علماء احناف نے اس کے متعلق جو مذہبِ مالکیہ سے نقل کیا ہے وہ محض اجمال تھا۔

اور مسئلہ کی مکمل وضاحت اور اس کے تمام قیود و شرائط علماء مالکیہ سے ہی معلوم ہو سکتے تھے اس وجہ سے اس ضرورت کا احساس کرکے مسلک امام مالکؒ کے مفتیانِ کرام کی خدمت میں مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً وتعظیماً) تفصیلی طور پر سوال بھیجا گیا، وہاں کے متعدد علماء محققین نے نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ جوابات تحریر فرمائے لیکن پھر اُن میں کچھ شبہات باقی رہے اور بعض نئے سوالات پیدا ہوئے اس وجہ سے اُن مفتیانِ کرام کو دوبارہ جواب تحریر کرنے کی زحمت دی گئی۔ دوبارہ جوابات کے بعد بھی کچھ مزید سوالات کی ضرورت ہوئی تو تیسری مرتبہ اُن حضرات کی خدمت میں سوالات ارسال کرکے جوابات لیے گئے۔ یہ تمام خط و کتابت مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون میں محفوظ ہے اور ان فتاویٰ کا مجموعہ اس کتاب کے آخیر میں شریک اشاعت کر دیا گیا ہے ان فتاویٰ کی جس جس عبارت سے ہمارے سوالات کا جواب نکلتا ہے اُن تمام پر الفاظ سے نمبر ڈال دیئے گئے ہیں اور جوابات مندرجہ ذیل میں ان عبارات کے حوالہ پر اکتفاء کیا گیا ہے کیونکہ عوام کو تو عربی عبارات کی ضرورت نہیں اور اہلِ علم حضرات اس نمبر کے حوالہ سے آخیر رسالہ میں استدلال کی عبارت خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں اب سوالات اور جوابات اُردو میں یہاں پیش کیے جاتے ہیں۔

مالکی مفتیانِ کرام کی خدمت میں سوال نامہ

کیا فرماتے ہیں علماء مالکیہ مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) جو شخص مفقود الخبر (لاپتہ) ہو اور تحقیق و تفتیش کے بعد اُس کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا، کیا اس شخص کی بیوی کے لیے حق ہے کہ وہ کسی طریقہ سے خود کو اُس شخص کے نکاح سے نکال کر دوسرا نکاح کر سکے؟ اگر اس کو یہ حق ہے تو کیا اس عورت کو کچھ زمانہ انتظار کرنے کی ضرورت

ہے یا اس کو بغیر مہلت کے اختیار دے دیا جائے گا؟

(۲) اگر ایسی عورت کو مہلت دی جائے گی تو اس کا شمار کب سے ہوگا، دعویٰ کرنے اور معاملہ پیش کرنے کے وقت سے یا گم ہونے کے وقت سے یا حاکم (شرعی) کے فیصلہ کرنے کے بعد سے؟

(۳) کیا مفقود (لاپتہ) شخص کی بیوی فسخ[1] نکاح میں خودمختار ہے یا اس کے لیے قاضی کا فیصلہ ہونے کی شرط ہے؟ اور نکاح فسخ ہونے کی کیا صورت ہوسکتی ہے۔

(۴) اگر قاضی کا فیصلہ شرط ہے تو کیا قاضی پر بھی یہ لازم ہے کہ پہلے مفقود کی خود تفتیش اور تلاش کرے جب اس کو ناامیدی ہو جائے تو اس وقت بیوی کو کوئی مہلت وغیرہ دے یا عورت اور اس کے اولیاء کو تلاش کر لینا کافی ہے؟

(۵) جن علاقوں میں شرعی قاضی موجود نہیں جیسے ہندوستان وغیرہ تو وہاں پر اس کی کیا صورت ہے؟

(۶) مفقود کا حکم دارالحرب اور دارالاسلام میں برابر ہے یا مختلف؟ اگر مختلف ہے تو پھر ہندوستان جیسے ممالک جن میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں وہ دارالاسلام سمجھے جائیں گے۔

والسّلام

---

[1] فسخِ نکاح سے اس جگہ فسخ اصطلاحی مراد نہیں۔ بلکہ محاورات اردو کے موافق فسخ کا لفظ اختیار کیا گیا۔ اور بغرض تفہیم عوام اس رسالہ میں اکثر مواقع میں لفظ فسخ ہی کا اطلاق کیا گیا ہے ۱۲ منہ

الجواب :

منجانب مفتیانِ مالکیہ پہلے سوال کا جواب

(۱) مفقود کی بیوی کے لیے مالکیہ کے نزدیک مفقود کے نکاح سے علیحدہ ہونے کی دارالاسلام میں تو یہ صورت ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں معاملہ پیش کرے اور شرعی گواہی کے ذریعہ یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا، اگر نکاح کے موقعہ کے گواہ موجود نہ ہوں تو اس معاملہ میں شہادت بالتسامع (یعنی عام شہرت پر) بھی کافی ہے یعنی عام شہرت کی بناء پر بھی گواہی دی جا سکتی ہے۔

کما فی المنتقی للباجی المالکی (صفحہ ۲۰۳ جلد ۵ کتاب الاقضیۃ) (فــرع)

واما النکاح ففی العتبیۃ سحنون قال جل اصحابنا یقولون فی النکاح اذا استنشر خبرہ فی الجیران ان فلانا تزوج فلانۃ وسمع الزفاف فلہ ان یشہد ان فلانۃ زوجۃ فلان۔

اس کے بعد قاضی خود بھی مفقود کی تحقیق و تلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے پھر اگر ان چار سال میں بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو مفقود کو اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جائے گا، اور نیز ان چار سال کے ختم ہونے کے بعد چار ماہ دس دن عدتِ وفات گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا اور اب چار سال گزرنے کے بعد دوبارہ قاضی کی عدالت میں درخواست دینا اور عدتِ وفات کے لیے فیصلہ حاصل کرنا مالکیہ کے نزدیک ضروری نہیں۔ بلکہ قاضی کا فیصلہ صرف پہلی مرتبہ مدت دینے کے وقت ضروری ہے۔

کما صرح بذلک فی شرح الدردیر (صفحہ ۴۷۹ جلد ۱) حیث قال الخلیل

فيؤجل الحر اربع سنين (الى قوله) ثم اعتدت عدة الوفاة وسقطت بها النفقة ولا يحتاج فيها لاذن وقال الدب دير تحته لاذن من الحاكم لان اذنه حصل بضرب الاجل اولاً اھ ۔ ویأتی فی الروایۃ السابعۃ من فتوی العلامۃ محمد طیب بن اسحٰق مفتی المالکیۃ بالمدینۃ المنورۃ ۔

لیکن احتیاط اس میں ہے کہ جب وہ چار سال جو قاضی نے مقرر کیے تھے ختم ہو چکیں تو دوبارہ درخواست دے کر قاضی سے مفقود کی موت کا حکم بھی حاصل کر لیا جائے ۔ تاکہ مذہب حنفیہ کی حتی الامکان رعایت ہو جائے[1] لیکن جس جگہ قاضی وغیرہ کی طرف دوبارہ مقدمہ پیش کرنے میں زیادہ دشواری ہو وہاں پر دوبارہ مقدمہ پیش کیے ہوئے ہی عمل کرنے میں حرج نہیں ۔

---

[1] انتظار کے بعد بھی زوجۂ مفقود کو دوبارہ درخواست دینا : اس کی وجہ یہ ہے کہ کیونکہ احناف کے نزدیک مفقود کے تمام ہم عمر لوگوں کے انتقال کے بعد بھی مفقود کی موت کا حکم حاصل کرنا شرط ہے جیسا کہ درمختار میں فتاویٰ قینہ سے روایت ہے ۔

"انہ انما یحکم بموتہ بقضاء لانہ امر محتمل فما لم ینضم الیہ القضاء لا یکون حجۃ" الخ اور قواعد کے اعتبار سے احتیاط ہونے کے علاوہ حضرت عمرؓ سے بھی یہی روایت ہے کہ عورت کی دوبارہ درخواست پر مفقود کی موت کا فیصلہ حاصل کر کے عدت وفات گذارنے کا حکم دیا تھا اور مفقود کے مسئلہ میں مالکیہ کے مذہب کی اصل شرط حضرت عمرؓ کا فیصلہ ہے پھر نہ معلوم اس جزو میں کس وجہ سے اختلاف کرتے ہیں ۔

دوسری بات یہ کہ عنین کو قاضی کی جانب سے ایک سال کی مہلت ملنے کے باوجود بھی عنین کی بیوی کو اس ایک سال کے گذرنے کے بعد دوبارہ درخواست دینا پڑتی ہے اس میں حنفیہ کے ساتھ مالکیہ بھی متفق ہیں پس نہ معلوم انھوں نے عنین اور مفقود میں کیا فرق سمجھا ہے ۔ واللہ اعلم ۔

دار الحرب میں مفقود کی بیوی کا حکم

یہ فیصلہ تو دار الاسلام میں تھا اور دار الحرب میں مفقود کی بیوی کا جمہور مالکیہ کے نزدیک تو وہی حکم ہے جو کہ حنیفہ کے نزدیک ہے یعنی جب تک اس کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اُس وقت تک اُس کی بیوی کے لیے اُس کے نکاح سے علیحدہ ہونے اور دوسرا نکاح کرنے کی کوئی صورت نہیں جیسا کہ علامہ سعید بن صدیق رح مفتی مذہب مالکی مدینہ منورہ کی تیسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور بعض حضرات نے اُس کی مدت عمر طبعی کے اعتبار سے متعین بھی فرما دی ہے جس میں مختلف اقوال ہیں۔

حنفیہ کے نزدیک مفقود کی بیوی کے لیے مدت انتظار

بعض حضرات کے نزدیک نوے ۹۰ سال، بعض کے نزدیک ۷۵ سال اور بعض کے نزدیک ستر سال وغیر ذالک

لیکن بہتر یہ ہے کہ اس معاملہ کو اہلِ علم کے سپرد کر دیا جائے وہ حضرات تحقیق فرما کر اس کے مُستقم کا پتہ لگائیں۔ لیکن اشہب رح نے (جو کہ حضرت امام مالک رح کے ممتاز شاگردوں میں ہیں اور فقہاء مالکیہ میں بلند مقام رکھتے ہیں) دار الحرب میں بھی مفقود کی بیوی کا وہی حکم رکھا ہے جو کہ دار الاسلام میں گذر چکا۔

کما ذکرہ ابن رشد فی مقدماتہ (مدونہ صفحہ ۱۵۷ جلد ۲) حیث قال واما المفقود فی بلاد العرب فحکمہ حکم الاسیر لا تتزوج امرأتہ ولا یقسم مالہ حتی یعلم موتہ او یأتی علیہ من الزمان ما لا یحیٰی الی مثلہ فی قولہ اصحابنا کلھم حاشا اشھب فانہ حکم لہ بحکم المفقود فی المال والزوجۃ جمیعاً۔ الخ

قاضی کے مایوس ہونے کے بعد سے مدت لگے گی:

اور دوسرے ۲ سوال کا جواب

خط کشیدہ عبارت حضرت رح کی عربی عبارت کا ترجمہ ہے۔ (قاسمی)

یہ ہے کہ حاکم جو چار سال کی مدت انتظار کے لیے مقرر کرے گا۔ اُس کی ابتداء اُس وقت سے کی جائے گی جس وقت حاکم خود بھی تفتیش کر کے پتہ چلنے سے نا اُمید ہو جائے اور قاضی کی عدالت میں پہنچنے سے قبل اور اُس کی تفتیش سے قبل خود کتنی ہی مدت گذر گئی ہو اس کا اعتبار نہیں ہے۔

کما فی اولی الفتوئی من العلامۃ سعید بن صدیق المالکی ویؤیدہ باوضع وجہ مافی الروایۃ العشرین من العلامۃ الموصوف۔

مفقود کی بیوی کے لیے بھی قاضی کا فیصلہ شرط ہے

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ (گم شدہ شخص) مفقود کی بیوی کسی صورت میں اُس کے نکاح سے خارج ہونے میں خود مختار نہیں بلکہ ہر ایک حالت میں قاضی کا فیصلہ ہونا شرط ہے (جیسا کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہوئی روایت نمبر۲ میں مذکور ہے اور مقدمہ دائر کرنے کی صورت اور فسخ نکاح کی صورت پہلے سوال کے شروع میں گذر چکی۔

قاضی کے لیے مفقود کی تلاش کی تاکید

چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ قاضی پر بھی ضروری ہے کہ صرف عورت اور اُس کے ولی کی تفتیش اور اُن کے بیان پر اکتفا نہ کرے بلکہ خود بھی تلاش کرائے اور تلاش کرنے کی صورت یہ ہے کہ قاضی اور حاکم کو جس جس جگہ مفقود (لاپتہ شخص) کے چلے جانے کا گمان غالب ہو اُس اُس جگہ آدمی بھیجا جائے[1]۔

کما فی شرح الدردیر (صفحہ ۳۹۹ جلد ۱) من حین العجز عن خبرہ بالبحث عنہ فی الاماکن التی یظن ذھابہ الیھا من البلدان بان یرسل الحاکم رسولا بکتاب لحاکم تلک الاماکن مشتمل علی صفۃ الرجل وحرفتہ

---

[1] یہ تیسرا قول ہماری رائے میں سب سے زیادہ بہتر ہے۔

ونسبه يفتش عنه فيها اھ۔

اور جس جگہ صرف احتمال ہو وہاں اگر خط کو کافی سمجھے تو وہاں پر خطوط بھیج کر تحقیق کی جائے اور اگر اخبار میں شائع کرنے سے خبر ملنے (یا اس کے بارے میں کچھ) امید ہو تو یہ صورت بھی اختیار کی جائے۔

خلاصہ یہ کہ تحقیق و تفتیش میں پوری کوشش کی جائے اور جب اُس کی تلاش سے قطعی طور پر مایوسی ہو جائے اُس وقت مذکورۃ الصدر طریقہ پر چار سال کے مزید انتظار کا حکم کیا جائے جیسا کہ علامہ صدیق مفتی مالکیہ مدینہ منورہ کی بھیجی ہوئی روایت میں ہے۔

مفقود کی تحقیق اور تفتیش کے اخراجات کا کون ذمہ دار ہے؟

تمام اخراجات کے سلسلہ میں فقہاء میں اختلاف ہے بعض حضرات نے فرمایا یہ تمام اخراجات (مقدمہ دائر کرنے والی) عورت (مفقود کی بیوی) کے ذمہ ہے اور بعض نے فرمایا بیت المال کے ذمہ ہے اور بعض کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر بیوی کے پاس مال ہو تو تحقیق و تفتیش کے تمام اخراجات اُس کے ذمہ ہوں گے ورنہ بیت المال کے ذمہ جیسا کہ حضرت علامہ ابوالقاسمؒ کے فتویٰ میں ہے روایت نمبر ۵

اور جس جگہ بیت المال نہ ہو جیسے ہندوستان وغیرہ میں اگر ان مواقع میں حکومت اخراجات برداشت کرے تو بہتر ہے ورنہ مسلمانوں سے چندہ کر لیا جائے۔

قاضی کے فیصلے کے قائم مقام حضرات

پانچویں سوال کا جواب یہ ہے کہ جن ملکوں میں شرعی قاضی موجود نہیں

جیسے اسلامی ریاستوں کے علاوہ ہندوستان کے تمام شہروں کی حالت ہے تو وہاں پر وہ حکام جو کہ گورنمنٹ کی جانب سے اس قسم کے معاملات کے فیصلہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور فیصلہ شریعت کے مطابق کریں تو ان کا فیصلہ بھی قاضی کے فیصلہ کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ گزر چکا۔

مسلمان حاکم، نہ ملنے کی صورت میں کیا کریں کسی جگہ اگر مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا اس کی عدالت سے شریعت کے قانون کے مطابق فیصلہ نہ ہوتا ہو تو پھر مالکیہ کے مذہب کے موافق دین دار مسلمانوں کی ایک جماعت بنا کر (یعنی شرعی کمیٹی) بنا کر مذکورہ بالا بیان کے مطابق تحقیق کرے اور مکمل تحقیق کے بعد فیصلہ دے تو یہ فیصلہ بھی قاضی کے فیصلہ کے درجہ میں ہوگا لیکن پنچایت کی ان شرائط کے مطابق ہونا ضروری ہے جو کہ گزر چکیں ہیں۔

تتمہ ھذا الجواب

اگر فیصلہ کے لیے قاضی نہ مل سکے؟ اگر مفقود کی بیوی ایسی جگہ چلی جائے کہ جہاں پر شرعی قاضی یا مسلمان حاکم موجود ہو اور اس کے پاس مقدمہ دائر کرے تو اس کا فیصلہ بھی مفقود کی بیوی کے لیے کافی ہے کیونکہ جب قاضی ایسی مذکورہ عورت کے علاقہ میں چلا جائے تو وہ عورت، قاضی کی ولایت میں داخل ہو جائے گی اور مفقود کے لیے ولایت شرط نہیں ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔

---

[1] قدیم نسخہ میں اس جگہ تفصیلی حاشیہ تھا جس کو مستقل مضمون بھی قرار دیا جا سکتا ہے اس لیے اس حاشیہ کو مستقل مضمون کے طور پر اگلے صفحہ میں بعنوان گم شدہ شوہر کی ولایت کا مسئلہ پیش کیا گیا ہے (خورشید حسن قاسمی)

لیکن مجنون یا عنین کی بیوی تنہا کسی قاضی کے علاقہ میں چلی جائے تو قاضی کا فیصلہ معتبر نہ ہوگا بلکہ یہ ضروری ہے کہ مجنون اور عنین بھی اس قاضی کے علاقہ میں ہوں ۔

ہندوستان میں مفقود کا حکم سوال ۶ کا جواب یہ ہے کہ حکم دار الحرب اور دار الاسلام میں مختلف ہے جیسا کہ سوال اول کے جواب میں تفصیلی طور پر گذر چکا۔ لیکن علماء مالکیہ کے فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان، مصر، شام وغیرہ ممالک کہ جن میں کافر حکومت ہونے کے باوجود اسلامی شعائر تا حال قائم نہیں ان تمام میں مفقود کا حکم وہی ہے جو کہ دار الاسلام میں ہے بلکہ جس دار الحرب میں اسلامی شعائر بھی موجود نہ ہوں اگر وہاں پر مسلمانوں کو صلح وغیرہ کی وجہ سے آنا، جانا اور تفتیش کرنا ممکن ہو۔ اس دار الحرب میں بھی مفقود کا وہی حکم ہے جو کہ دار الاسلام میں ہے پس اصل بنیاد مفقود کی غیر معمولی تحقیق و تفتیش ہے اس وجہ سے ہندوستان کے دار الحرب ہونے میں جو علماء کا اختلاف ہے اس کا اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور مفقود کی بیوی کو ان ملکوں میں چار سال کے بعد عدتِ وفات گزار کر نکاحِ ثانی کا اختیار دیا جائے گا جیسا کہ علامہ الفا ہاشم کی پانچویں روایت اور علامہ طیب کی ۲۵ ویں روایت میں ہے

گم شدہ شوہر کی ولایت کا مسئلہ (قدیم نسخہ کا حاشیہ کا مضمون)

اگر اس موقعہ پر کوئی شخص یہ شبہ کرے کہ مفقود الخبر شخص جہاں کا باشندہ

لہ مذہب مالکیہ کی اختیار کی گئی روایت : اما السوال الثانی وهو هل یلزم حکم الحاکم او جماعة المسلمین بانتظار الاربع سنین او یصح بلا حکم منهما کو برین فجوابه ما فی شرح الدردیر وحاشیته ان رفعها امرها للقاضی یجب فان رفعت لوالی

ہے وہاں کے قاضی کی ولایت اگرچہ اُس وقت تو اس پر ثابت نہیں ہے مگر اس سے پہلے اُس پر ولایت ثابت تھی اس وجہ سے ولایت اصلیہ کی وجہ سے وہاں کے قاضی کا فیصلہ نافذ ہو سکتا ہے، اور جس قاضی کی ولایت میں شروع سے ہی نہیں تھا اُس کا فیصلہ نافذ نہ ہونا چاہیئے۔

تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ قاضی کے فیصلہ کے نافذ ہونے کے لیے ولایت حال شرط ہے سابقہ ولایت معتبر نہیں ہے، پس تمام جگہ کے قاضی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کا) السیاسۃ او والی الماء الجابی للزکاۃ مع وجود القاضی حرم علیہا ذلک وصح الحکم وان رفعت لجماعۃ المسلمین مع وجود القاضی بطل الحکم وان لم یوجد قاضٍ خیرت فی الرفع الوالی او الساعی فان رفعت لجماعۃ المسلمین مع وجودھما فالظاھر الصحۃ اما ان کانوا جائرین باخذ مال منہا ظلماً لیکشفوا لہا عن حال زوجہا فلہا الرفع لجماعۃ المسلمین اما اجرۃ المبعوث لطلب الزوج فقیل علی الزوجۃ وقیل علی بیت المال وقیل ان کان لہا مال فعلیہا وان لم یکن لہا مال فعلی بیت المال۔ وعند الحنابلۃ لا یفتقر فی ضرب المدۃ الی حاکم البلدۃ اھ۔

فائدۃ عن المسؤل عنہ زائدۃ عند الحنفیۃ لا تطلق زوجۃ المفقود ولا یورث مالہ ولا یورث مالہ لا بد من التعمیر مائۃ وعشرین او تسعین او ثمانین او سبعین او ستین او برأی حاکم المسلمین وعند الحنابلۃ ان کان بظاہر غیبتہ السلامۃ لا تطلق امرأتہ ولا تورث ترکتہ الا مر تسعین سنۃ وان کان ظاہرہ الہلاک فبعد اربع سنین عند الشافعیۃ فی قول الشافعی القدیم تطلق بعد اربع سنین ویورث بعد مدۃ لا یعیش الی مثلہا وفی الجدید لا تطلق ولا تورث الا بعد ثبوت موتہ او طلاقہ لما رواہ الشافعی عن علی رضی اللہ عنہ امرأۃ المفقود ابتلیت فلتصبر حتی یأتی یقین موتہ ولحدیث امرأۃ المفقود امرأتہ حتی یاتیہا البیان رواہ الدارقطنی والبیہقی عن المغیرۃ ابن شعبۃ لکن الشافعیۃ والحنابلۃ کالمالکیۃ فی جواز تطلیقہا بعد النفقۃ۔

(ماخوذ از فتاوی مالکیہ) ناقل خورشید حسن قاسمی

مفقود کے معاملہ میں برابر شمار ہوں گے۔

ردالمختار جلد ۲ باب الولی میں ہے :" و صغیرۃ زوجت نفسہا و لا ولی وان حاکم ثمہ توقف ونفذ باجازتہا بعد بلوغہا لان لہ مجیزاً وھو السلطان۔ قولہ ولا حاکم ثمہ ای فی موضع العقد۔ قولہ توقف ھذا مبنی علی کفایۃ ذالک المکان تحت ولایۃ السلطان وان لم یکن تحت ولایۃ قاض وعلیہ فبطلات العقد یتصور فیما اذا کان فی دار الحرب او البحر او المغازۃ ونحو ذلک بخلاف القری دار الامصار و یدل علیہ ما فی العقد فی فصل الوکالۃ بالنکاح حیث قال و ما لا مجیز لہ ای ما لیس لہ من یقدر علی الاجازۃ یبطل کما اذا کانت تحتہ حرۃ فزوجہ الفضولی امۃ او اخت امرأتہ او خامسۃ وزوجۃ معقدۃ او مجنونۃ او صغیرۃ یتیمۃ فی دار الحرب او اذا لم یکن سلطان ولا قاض لعدم من یقدر علی الامضاء حالۃ العقد فوقع باطلا اھ

چونکہ اس روایت میں مجنونۃ او صغیرۃ فی دار الحرب عام ہے اس کو کہ وہ مجنونہ یا صغیرہ اول ہی سے دار الحرب میں ہو یا پیشتر دار الاسلام میں تھی اور اب دار الحرب میں چلی گئی اس عموم کی وجہ سے ثابت ہوا کہ ولایت سابقہ کا اعتبار نہیں ورنہ اُس مجنونہ اور صغیرہ میں جو دار الاسلام سے گئی ہو اعتبار ہوتا۔ و نیز قول شامی ای فی موضع العقد اور ذلک المکان تحت ولایۃ السلطان کے لفظ سے واضح ہے کہ ولایت کے لیے سلطان و قاضی کے علاقہ میں ہونا شرط ہے۔ اور مالکیہ نے تو اس کی بہت ہی صاف تصریح کی ہے۔ چنانچہ شرح دردیر میں ہے۔ (ولا یزوج) القاضی (امرأۃ) ای لا یتولی عقد نکاحہا حیث لا ولی لہا الا الحاکم (لیست بولایۃ) بان کانت خارجۃ عنہا اذ لا ولایۃ علیہا وان کان اصلہا من اہلہا اھ۔

صفحہ ۲۹۹ جلد ۲) واللہ اعلم

مفقود (بالکل لاپتہ شخص) کے واپس آجانے کے احکام

سوال (۱): اگر مفقود، شرعی کمیٹی یا شرعی قاضی کی جانب سے مُردہ قرار دیئے جانے کے بعد واپس آجائے یا مفقود کی بیوی کے، دوسرے شخص سے نکاح کرنے یا دوسرے شخص کے بیوی سے ہمبستری کرنے سے پہلے واپس آجائے تو مفقود کی بیوی اس کو واپس ملے گی یا نہیں؟ اور تمام صورتوں کا ایک ہی حکم ہے یا مختلف ؟

(۲) دوسرے شوہر سے صرف نکاح یا نکاح اور ہمبستری دونوں ہونے کے بعد مفقود کے واپس آنے پر اگر بیوی اُس کو مل جاتی ہو تو اس کے متعلق مندرجہ ذیل سوالات ہیں۔

الف: کیا پہلے شوہر کو دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت ہے یا اس کے بغیر ہی پہلا نکاح قائم (اور باقی) سمجھا جائے گا ؟

ب: تجدیدِ نکاح کی صورت میں تجدیدِ مہر (یعنی نئے مہر بندھوانے) کی بھی ضرورت ہے یا نہیں ؟

ج: اس صورت میں دوسرے شوہر کی عدّت بھی واجب ہوگی یا نہیں ؟ اور اگر واجب ہوگی تو کتنے دن عورت کو عدت گذارنا لازم ہوگی ؟ اور یہ عدت دوسرے شوہر کے مکان پر گذاری جائے یا پہلے شوہر کے مکان پر ؟

د: دوسرے شوہر کے ذمہ جو مہر تھا اس کا ادا کرنا واجب رہے گا یا نہیں ؟

ہ: اگر دوسرے شوہر سے اولاد ہو چکی ہو یا تفریق کے بعد زمانۂ عدت میں اولاد ہو جائے تو اس اولاد کا نسب کس سے ثابت ہوگا ؟ پہلے شوہر سے یا دوسرے شوہر سے ؟

الجواب:

مفقود کی واپسی کی دو صورتوں کا حکم

وہ مفقود جس پر مقدمہ قائم کرنے یا تحقیق و تفتیش کے بعد چار سال تک انتظار کر کے قاضی نے موت کا حکم کر دیا ہے، اگر موت کا حکم ہونے کے بعد واپس آجائے تو اُس کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ کہ دوسرے شوہر کے ساتھ خلوتِ صحیحہ ہونے سے پہلے پہلے آجائے چاہے عدتِ وفات کے بعد یا عدتِ وفات کے اندر، اور چاہے نکاحِ ثانی سے پہلے یا بعد۔

اور دوسری صورت یہ کہ ایسے وقت واپس آئے جب کہ عدت وفات گذارنے کے بعد عورت دوسرے شخص سے نکاح کر چکی اور خلوتِ صحیحہ بھی ہو چکی اُن میں سے پہلی صورت کا حکم متفقہ طور پر یہ ہے کہ بیوی، پہلے شوہر کے ہی نکاح میں رہے گی، دوسرے شوہر کے پاس نہیں رہ سکتی (جیسا کہ علامہ صالح مالکی کے فتاویٰ روایت ۱۴ و ۱۵ اور روایت ۲۴ سے واضح ہے۔

اور دوسری صورت میں مالکیہ کا تو مشہور مذہب یہی ہے کہ بیوی دوسرے شوہر کے پاس رہے گی پہلے شوہر کا اب اس سے کوئی تعلق نہیں رہا، جیساکہ حضرت علامہ صالح مالکیؒ کی پندرھویں روایت ساتویں روایت اور بیسویں روایت میں از علامہ طیب بن اسحاق مرنیؒ کی رو سے مذکور ہے۔

اگرچہ حضرت شعرانیؒ نے میزان میں لکھا ہے۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ بہرحال وہ عورت پہلے شوہر ہی کے پاس رہے گی اور حضرت امام شافعیؒ سے راجح قول یہ ہے کہ دوسرا نکاح باطل ہے (یعنی جبکہ مفقود واپس آجائے ص ۱۲۴ ج ۲۔

مفقود کی موت کے حکم کے بعد اگر مفقود واپس آجائے؟

لیکن اس سلسلہ میں حضرت امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ اگر مفقود، مُردہ قرار دیئے جانے کے بعد بھی واپس آجائے تو اُس کی بیوی ہر حالت میں اُسی کو ملے گی خواہ عدت وفات کے اندر آئے یا عدت گزرنے کے بعد اور خواہ دوسرا نکاح ہونے اور خلوت اور ہمبستری کے بعد آئے یا پہلے ؟ جیساکہ حضرت شمس الائمہؒ نے مبسوط میں وضاحت کی ہے اور فرمایا ہے۔

لہ <u>شوہر اول کا حق ختم ہونے سے متعلق مسئلہ</u>

ایک ضروری بات قابل تنبیہ یہ ہے کہ مالکیہ کے مذہب مشہور میں بھی زوج ثانی سے ہمبستری کے بعد شوہر اول کا حق فوت ہوجانے کی ایک شرط ہے جس کا علمائے مدینہ کے فتاویٰ میں تذکرہ نہیں ہے نہ معلوم اس کا ذکر کس وجہ سے رہ گیا ورنہ ان کی معتبر و مستند کتاب میں موجود ہے۔

وہ شرط یہ ہے کہ دوسرے خاوند کو اس بات کی خبر نہ ہو کہ اس عورت کا خاوند لاپتہ ہے۔ اور اگر خبر ہو کہ اس کا خاوند لاپتہ ہے تو پھر شوہر ثانی کے دخول و ہمبستری کے بعد واپس آنے پر بھی شوہر اول کا نکاح باقی رکھا جائے گا اور اُسی کو مل جاوے گی۔ کما صرح بہ فی مختصر الخلیل وشرحہ للعلامۃ الدردیر صفحہ ۴۰۰ ج ۱) فتکون المفقود فیھا اذا جاء او تبین حیاتہ او موتہ فی العدۃ او بعدہا او بعدہا وقبل عقد الثانی او بعدہ وقبل تلذذ بہا او بعدہ عالما بما ذکر وتفوت علیہ تکون للثانی ان تلذذ بہا غیر عالم اھ پس مذہب مشہور کی بنا پر بھی صرف اُس جگہ مالکیہ کا اختلاف ہوگا جہاں شوہر ثانی کو خبر نہ ہو کہ یہ زوجۂ مفقود ہے وھو نادر اً ۱۲ منہ عفی عنہ فان قال قائل اذا رجع عمرؓ عن مذہبہ فکیف یسوغ للمالکیۃ القول بمذہبہ السابق المرجوع عنہ قلنا الرجوع مختلف فیہ۔ ای صح الرجوع عند الاحناف ولم یصح عند المالکیۃ کما قال ابن قدامۃ فی کتابہ المسمّٰی بالمغنی صفحہ ۱۳۲ جلد ۹ قال الاثرم قلت (لمالکؒ) فروی من رجہ ضعیف ان عمرؓ قال بخلاف ھذا قال لا الا ان یکذب الناس اھ ۱۲ منہ

وقد صح رجوعہ (یعنی عمرؓ) الی قول علیؓ فانہ ای علیاً کان یقول
ترد الی زوجہا الاول و یفرق بینہا و بین الاخر ولہا المہر بما استحل من فرجہا
ولا یقربہا الاول حتیٰ تنقضی عدتہا من الاخر وبہذا کان یاخذ ابراہیم فیقول
قول علیؓ احب الیّ من قول عمرؓ وبہ ناخذ ایضاً ص ج ۵

"وفی میزان الشعرانی ص۱۲۴ ج ۲ ومن ذالک قول ابی حنیفۃؒ ان المفقود
اذا قدم بعد ان تزوجت زوجتہ بعد التربص ویبطل العقد وھی الاول
وان کان الثانی وطئہا فعلیہ مہر المثل وتعتد الثانی ثم ترد الی الاول الخ

مفقود کی بیوی کے نکاح ثانی کے بعد اگر مفقود آجائے

ترجمہ وحاصل عبارت بالا یہ ہے کہ
میزان الشعرانی ص۱۲۴ ج ۲ میں ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ
مفقود جب واپس آئے جبکہ اُس کی بیوی نے نکاح ثانی کر لیا ہو تو اس کا دوسرا
نکاح باطل ہو جائے گا اور عقد باطل ہو جائے گا اور عورت پہلے شوہر کو ملے
گی۔ اور اگر اُس عورت کے دوسرے شوہر نے عورت سے ہمبستری کر لی ہو
تو اُس پر مہر مثل اور عورت دوسرے شخص سے (جدا ہو کر) عدت گزارے اور
پھر وہ پہلے شوہر کو واپس ملے گی۔

حنفی کو غیر حنفی مذہب اختیار کرنا

اور حنفی کے لیے غیر حنفیہ کے مذہب پر فتویٰ دینا سخت ضرورت کے وقت
جائز ہے۔ جیسے مفقود کی بیوی کو مہلت وغیرہ کی صورتیں، لیکن مفقود کی واپسی
کی صورت میں دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت موجود نہیں۔
اس وجہ سے اس دوسری صورت میں بھی (یعنی جبکہ مفقود کی واپسی سے

سے پہلے دوسرا شوہر خلوتِ صحیحہ بھی کر چکا ہو جب بھی بیوی اپنے پہلے شوہر کے ہی نکاح میں رہے گی دوسرے شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں۔ کیونکہ پہلے شوہر کی واپسی سے دوسرا نکاح باطل قرار دیا گیا۔

(۲) پہلے سوال کے جواب میں مبسوط کی جو عبارت درج کی گئی ہے اس سے اس سوال کے پانچوں اجزاء کا جواب ہو گیا۔

مفقود کا پہلا نکاح باقی رہے گا

مطلب یہ ہے کہ پہلا نکاح قائم رہے گا دوسرا نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہے

اگرچہ دوسرے شوہر سے عورت کی ہمبستری بھی ہو چکی ہو اور یہ بات قول "ترد الی زوجھا الاول" اور قول "ولا یقربھا الاول" سے مستفاد ہوتی ہے۔

(ب) ظاہر ہے کہ جب دوسرے نکاح کی ضرورت نہیں تو پھر نیا مہر مقرر کرنے کی کیا ضرورت رہی ؟

(ج) دوسرے شوہر کی عدت گذارنا واجب ہے جب تک کہ عدت ختم نہ ہو۔ اُس وقت تک، پہلے شوہر کو اُس عورت کے پاس جانا ہرگز جائز نہیں ہے بلکہ پوری احتیاط لازم ہے۔ یہ مسئلہ "ولا یقربھا الاول حتی تنقضی عدتھا من الاخر" سے اور عدت میں جو تفصیل دوسرے مواقع میں ہے وہ یہاں بھی ہوگی یعنی اگر عورت حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہونے تک ورنہ تین حیض۔

باقی یہ سوال کہ زمانۂ عدت کس جگہ گذارے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ عدت پہلے شوہر کے یہاں گذارے گی، کیونکہ یہ عورت ایسی عورت کی طرح ہو گئی کہ جس سے شبہ میں ہمبستری کر لی گئی ہو جیسا کہ شمس الائمہؒ نے فرمایا ہے صحیح یہ ہے کہ وہ عورت پہلے شوہر کی بیوی ہے لیکن پہلا شوہر خدمت کے لئے

اُسی عورت کے قریب نہ جائے کیونکہ یہ عورت معتدۃ الغیر ہے جیسے کہ منکوحہ جبکہ اُس سے شبہ میں ہمبستری کر لی جائے۔ مبسوط ص۴۷ ج ۲

اور درمختار باب العقدہ ص۱ ج ۲ میں ہے "وللموطوءۃ بشبهة ان تقيم مع زوجها الاول وتخرج باذنه فی العدة لقيام النكاح بينهما انما حرم الوطی الخ ونقل الشامی عن كافی الحاكم ان امرأة رجل لو تزوجت (بآخر) ودخل بها الزوج (الثانی) ثم فرق بينهما وردت الی زوجها الاول كان لها ان تنشوف[عه] الی زوجها الاول وتتزين له وعليها عدة الآخر ثلث حيض اھ واللہ سبحانہ اعلم (صفحہ ۱۰۲۵ اخر فصل الحداد)

(د) اگر خلوتِ صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا مہر جو بوقت نکاح مقرر کیا گیا تھا ادا کرنا واجب ہوگا۔

وھو المستفاد من قوله ولها المهر بما استحل من فرجها ولم يصرح ان المراد من المهر المهر المسمى او مهر المثل لكن المتبادر عند الاطلاق هو المهر المسمى وايضاً ما مر فی حكم المجنون من انه اذا فسخ النكاح بعد الدخول يجب المهر المسمى يؤيد ما قلنا وما فی الميزان الشعرانی من ان عليه مهر المثل فلا يتأيد برواية ولا يتعضد بالقواعد والدراية فيها نعلم بل ظاهر المبسوط والبدائع يخالفه كما مر آنفا واللہ اعلم

---

[۱] ودواعیه ملحقة به كما هو الظاهر ۱۲ منه [عه] ای تتظر كذا فی القاموس ۱۲ منه

[۳] اور عرصۂ دراز کی تعیین مفوض الی رای الحاکم یعنی قاضی یا جماعت مسلمین مدعیہ کے خاص حالات میں غور کر کے قرار دیں کہ مقدمہ پیش ہونے سے بیشتر اُس نے کافی انتظار کر لیا ہے یا نہیں اگر معمولی انتظار کے بعد مقدمہ دائر کر دیا تب تو احکامِ گذشتہ کے موافق چار سال کے مزید انتظار کا حکم دیا جاوے اور اگر کافی انتظار کر کے مقدمہ پیش کیا ہے تو اس گنجائش کے موافق فیصلہ کی اجازت ہے

(۵) اس اولاد کا نسب دوسرے خاوند سے ثابت ہوگا۔

کما صرح بہ العلامۃ الشامی فی رد المحتار (باب المفقود صفحہ ۳۶۱ جلد ۳) والیہ ذھب المالکیۃ ایضاً کما صرح بہ فی الروایۃ الثالثۃ والثلاثین من فتوی العلامۃ الصالح المالکی الملحقۃ بآخر الکتاب۔

زوجۂ مفقود کے لیے چار سال کے مزید انتظار کا حکم | باعصمت زندگی نہ گذارنے کی صورت کا حکم

اُس صورت میں تو بالاتفاق ضروری ہے جب کہ عورت اتنی مدت تک صبر و تحمل اور عفت کے ساتھ گذار سکے لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یعنی عورت اندیشۂ ابتلاء ظاہر کرے۔ اور اُس نے ایک عرصۂ دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اس حالت میں درخواست دی ہو جبکہ عورت صبر سے عاجز ہو گئی تو اس صورت میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی مدت میں کمی کر دی جائے کیونکہ جس وقت عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہو تو اُن کے نزدیک کم سے کم ایک سال صبر کے بعد تفریق (حکم فسخ نکاح) جائز ہے جیسا کہ علامہ الفا ہاشمیؒ (مالکی مفتی) کی دوسری روایت میں مذکور ہے۔

لیکن علماء سہارنپور دونوں صورتوں میں چار سال کی ہی مدت کے مزید انتظار کو شرط فرماتے ہیں اور ایسا کرنا ظاہر ہے کہ زیادہ احتیاط کی بات ہے لیکن جس جگہ قوی قرائن سے عورت کے زنا میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو ایک سال کے انتظار والے قول پر بھی حاکم کر دینے کی گنجائش ہے لیکن معاملہ خداوند قدوس کے ساتھ ہے بہانہ تلاش نہ کیا جائے

(اشرف علی)

مفقود کی رجعت سے متعلق مسئلہ

اگر تفریق رفسخ نکاح اس قانون کے مطابق کیا جائے تو اس بات کا خیال ضروری ہے کہ یہ تفریق طلاق رجعی ہوگی اور اس صورت میں مفقود کی بیوی کو عدت وفات گذارنے کے بجائے طلاق کی عدت تین حیض گذارنے ہوں گے اور اگر مفقود اس صورت میں واپس آگیا تو اس میں یہ تفصیل ہوگی کہ اگر عدت کے دوران آکر رجعت کرے تو رجعت صحیح ہو جائے گی اور بیوی بدستور اُس کے نکاح میں رہے گی اور اگر عدت کے بعد مفقود آگیا یا پہلے ہی آگیا لیکن عدت کے اندر قولی یا فعلی رجعت نہ کی تو اب مفقود کی بیوی پر طلاق بائنہ ہو کر وہ عورت خود مختار ہوگی خواہ وہ عورت دوبارہ اُسی شخص سے نکاح کرے یا کسی دوسرے شخص سے جیسا کہ علامہ صالح تونسی کی روایت ۱۴ میں مذکور ہے۔

زوجۂ مفقود کی مدتِ انتظار کب سے شمار ہوگی؟

لیکن یہ[1] بات کہ یہ سال مفقود کے غائب ہونے کے وقت سے شمار کیا جائے گا یا قاضی (یا شرعی کمیٹی میں) عورت کے مقدمہ دائر کرنے کے وقت سے شمار ہوگا تو فتاویٰ مالکیہ (جہاں سے یہ مسئلہ لیا گیا ہے) میں مذکور نہیں ہے اور مالکی مذہب کی جس قدر کتب یہاں موجود تھیں ان میں بھی نہیں مل سکی، اور ظاہر ہے کہ احتیاط اسی میں ہے کہ مقدمہ پیش کرنے سے انتظار کا سال شمار کیا جائے۔

---

[1] قدیم نسخہ میں یہ مضمون حاشیہ پر تھا جس کو بعنوان بالا پیش کیا گیا ہے (خورشید حسن قاسمی)

حکم زوجہ متعنّت فی النفقہ

بیوی کے حقوق سے لاپرواہ، سرکش

یعنی متعنّت کی بیوی کے احکام

شریعت کی اصطلاح میں متعنّت اس شخص کو کہتے ہیں جو کہ قدرت کے باوجود بیوی کے حقوق نان ونفقہ وغیرہ ادا نہ کرے، اُس کا حکم بھی بوقتِ شدید ضرورت، مظلوم خواتین کی رہائی کے لیے مالکیہ کے مذہب سے لیا گیا ہے۔

سوال (۱): جو شخص قدرت کے باوجود، اپنی بیوی کے حقوق، نان و نفقہ ادا نہ کرتا ہو کیا اُس کی بیوی کو حق ہے کہ کسی طرح خود کو اُس کے نکاح سے الگ کر لے؟ اگر ہے تو اُس کی کیا صورت ہے؟

(۲) اگر قاضی اُن میں تفریق واقع کر سکتا ہو تو جب قاضی اُس متعنّت شخص کی بیوی پر طلاق واقع کر چکے جو کہ نان ونفقہ نہ دیتا ہو اُس وقت یا اُس کے بعد پھر کسی وقت متعنّت اپنی حرکت سے باز آ جائے اور نفقہ وغیرہ حقوق ادا کرنے کا وعدہ کرے تو کیا وہ عورت پھر اُس شخص کو واپس مل جائے گی، اور اگر اُس کو واپس مل سکتی ہے تو عدت سے پہلے اور عدت کے بعد یا نکاحِ ثانی سے پہلے اور نکاحِ ثانی کے بعد میں کچھ فرق ہوگا؟

الجواب :

(۱) متعنّت کی بیوی کے لیے پہلے تو لازم ہے کہ وہ کسی طرح شوہر سے خلع وغیرہ کرے لیکن اگر غیر معمولی جدوجہد کے باوجود کوئی صورت نہ بن سکے تو

سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے کیونکہ ان کے نزدیک متعنت کی بیوی کو تفریق[1] کا حق مل سکتا ہے اور سخت مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ عورت کے خرچ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے یعنی نہ کوئی شخص عورت کے خرچ نان و نفقہ کا انتظام کرتا ہو نہ خود عورت عصمت و عزت کی حفاظت کرتے ہوئے آمدنی پر قدرت رکھتی ہو۔

اور دوسری صورت مجبوری کی یہ ہے کہ اگرچہ بسہولت یا دشواری سے خرچہ نان و نفقہ کا انتظام ہو سکتا ہے لیکن شوہر سے الگ رہنے میں گناہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو۔

اور تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی شرع، یا مسلمان حاکم اور ان دونوں کے نہ ہونے کی صورت میں (شرعی کمیٹی) جماعت[2] مسلمین میں پیش کرے اور جس شخص کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے مکمل تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ وسعت کے باوجود شوہر نان و نفقہ ادا نہیں کرتا تو اس عورت کے شوہر سے کہا جائے کہ تم یا تو اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا طلاق دے دو ورنہ ہم تفریق واقع کر دیں گے۔ اس کے بعد بھی اگر وہ شوہر کسی صورت عمل نہ کرے

---

[1] وهذا الحكم عند المالكية لا يختص بخشية الزنا و افلاس الزوج لكن لو نأخذ منه فيه على الاطلاق بل اخذناه حيث وجدت الضرورة المسوغة للخروج عن المذهب ۱۲ منہ

[2] جماعت مسلمین و نیز مسلمان حاکم کا مفصل بیان جزء ۲ کے مقدمہ میں گذر چکا ہے اس کا ملاحظہ ضروری ہے۔

تو قاضی یا شرعًا جو شخص اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کرے اس میں کسی مدت کے انتظار اور مہلت کی حضرات مالکیہ کے متفقہ مذہب کے مطابق ضرورت نہیں ہے۔ جیسا کہ روایت ۲۳ علامہ صدیق کی روایت سے ظاہر ہے۔

بیوی کے حقوق سے لاپرواہ، فیصلۂ شرعی کے بعد ٹھیک ہو جائے

اگر متعنت شخص اگر اپنی حرکت سے اس وقت باز آئے جبکہ حاکم (شرعی) اس کی بیوی پر طلاق واقع کر چکے اور عدت بھی گذر جائے تو اب اُس شخص کا اپنی بیوی پر کسی قسم کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا (کیونکہ عدت گذرنے کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا اگرچہ طلاق رجعی ہی ہو البتہ دونوں فریق کی رضامندی سے نکاح ہو سکتا ہے اور اگر عدت گزرنے سے پہلے پہلے اپنی حرکت سے وہ شوہر باز آجائے اور نفقہ دینے پر آمادہ ہو جائے تو اس سلسلہ میں حضرات مالکیہ کے مذہب میں واضح روایت نہیں۔ اس وجہ سے حضرات مفتیان کرام کے نزدیک دو احتمال ہیں۔

لہ فان قیل ان المتعنت اذا رجع عن التعنت بعد العدۃ فالمرأۃ لا ترجع الیہ بحال کما ھو مذکور فی ھذا المقام والغائب المطلق علیہ اذا قدم بعد العدۃ واثبت خلاف ما ادعتہ فالمرأۃ لہ وان عاند بعد ما ارسل الیہ الحاکم کما سیأتی فما الفرق بین تعنت الحاضر وعناد الغائب حیث لا حق بعد العدۃ للمتعنت بحال بخلاف الغائب المعاند یجاب بان تعنت الحاضر یثبت فی مجلس القاضی فتکون لہ قوۃ کما یفھم من المختصر مع شرحہ حیث قال (وان لم یجب) المدعی علیہ باقرار ولا انکار (حبس ولوب) بالضرب (ثم) ان استمر علی عدم الجواب (حکم) علیہ بالحق لانہ فی قوۃ الاقرار بالحق اھ (صفحہ ۳۹۳ جلد ۲) بخلاف عناد الغائب فافھم ۱۲ منہ۔

ایک یہ کہ اس تفریق کو طلاق رجعی قرار دیا جائے اور عدت کے اندر اندر رجعت کو صحیح قرار دیا جائے۔

تفریق شرعی، طلاق بائن کے حکم میں ہے

دوسرا احتمال یہ ہے کہ اس تفریق کو طلاق بائن قرار دیا جائے اور شوہر کو بیوی کو نکاح میں لوٹانے کا اختیار نہ دیا جائے لیکن حضرت علامہ صالح نے پہلے احتمال (یعنی طلاق بائن قرار دینے کو) زیادہ قریب (یعنی بہتر) قرار دیا ہے جیسا کہ روایت ۱۲ از علامہ صالح کے فتویٰ کی تلخیص میں ہے اور ہمیں بھی علامہ صالح کی رائے اور اُن کے فتویٰ میں غور کرنے کے بعد درست معلوم ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے نزدیک فتویٰ یہی ہے کہ عدت کے اندر شوہر کے تعنّت (یعنی بیوی کے حقوق سے لاپرواہ ہونے سے) باز آجانے کی صورت میں عورت کو اُسی کے پاس رہنا پڑے گا۔ چاہے عورت راضی ہو یا نہ ہو کیونکہ رجعت[1] میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں ہے لیکن اگر احتیاطاً دوبارہ نکاح پڑھا دیا جائے تو بہتر ہے۔

غائب غیر مفقود کی بیوی کا حکم

(یہ حکم بھی فقہ مالکی سے ماخوذ ہے تاکہ بوقتِ ضرورتِ شدیدہ مظلومہ (عورت) کو نجات حاصل ہو سکے)

سوال[1]: جو شخص غائب ہو جائے اور اس کا پتہ معلوم ہے لیکن نہ تو

---

[1] جب رجعت صحیح ہو گئی تو عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہے۔ اور اسی مرد کے پاس رہنا ضروری ہے اس لیے عورت کو بھی لازم ہے کہ تجدیدِ نکاح کرے لیکن اگر عورت اپنی بیوقوفی سے تجدیدِ نکاح نہ کرے تو مرد کو جائز ہے کہ بدون تجدید ہی ے

وہ خود آتا ہے اور نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ اس کے خرچ وغیرہ کا کوئی انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اس وجہ سے عورت تنگ اور پریشان ہے تو کیا اس کی بیوی کے لیے کوئی راستہ ہے کہ اُس غائب کے نکاح سے خود کو علیحدہ کرے؟ اور دوسری جگہ نکاح کرے۔

(۲) تفریق کی صورت میں اگر تفریق کے بعد دوسرے شوہر سے پہلے یا دوسرا نکاح کرنے کے بعد وہ شخص واپس آجائے اور نان ونفقہ کا انتظام کرنے پر آمادہ ہو تو کیا بیوی اس کو مل جائے گی، اور اگر واپس مل جاتی ہے تو کن شرائط اور کس تفصیل کے ساتھ واپس ملتی ہے؟

الجواب :

غائب غیر مفقود کی بیوی کیلئے ایک سہولت

حضرات ائمہ کے متفقہ فیصلے کے ساتھ

اس عورت کی رہائی کے لیے جو صورت صحیح ہے وہ تو یہ ہے کہ اس کے شوہر کو خلع پر رضامند کیا جائے اگر شوہر خلع پر بھی رضامند نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کے ساتھ باعصمت زندگی گذار سکے تو بہتر ہے ورنہ جب نان ونفقہ اور گذر اوقات کے لیے کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق مندرجہ ذیل صورت اختیار کرکے رہائی حاصل کرے؟

غائب شخص کی بیوی کے دعویٰ کا طریقہ

وہ صورت یہ ہے کہ عورت قاضی کے یہاں مقدمہ پیش کرکے گواہان سے اُس غائب شخص کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے پھر یہ ثابت

لہ جس جگہ قاضی شرعی نہ ہو وہاں پر کس جگہ مقدمہ پیش کیا جائے یہ بحث گذر چکی۔

کرے کہ وہ مجھ کو نفقہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے اُس نے میرے لیے نفقہ بھیجا۔ نہ یہاں پر نفقہ کا کوئی انتظام کیا اور نہ میں نے نفقہ معاف کیا غرض نفقہ کا واجب ہونا بھی اس کے ذمہ ثابت کرے اور یہ بھی کہ وہ اس واجب کی ادائیگی میں کوتاہی کر رہا ہے ان تمام امور پر حلف بھی کرے اس کے بعد اگر کوئی عزیز قریب یا اجنبی عورت کے نفقہ[1] کی ذمہ داری لے تو بہتر ہے ورنہ قاضی اس شخص کے پاس حکم (یعنی نوٹس) بھیجے کہ یا تو تم حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اُس کو بلالو (آباد کرو) یا وہیں ہی نان و نفقہ کا کوئی انتظام کرو ورنہ اُس کو طلاق دے دو اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق واقع کر دیں گے اگر اس بات پر بھی شوہر کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینہ[3] کے مزید انتظار کا حکم دے اس زمانہ میں بھی اگر اس کی شکایت ختم نہ ہوئی تو اس عورت کو اس غائب شخص کے نکاح سے علیحدہ کر دے جیسا کہ روایت ۳ و ۱۲ و ۲۲ و ۲۶ سے ثابت ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ تفریق کے لیے

---

[1] کسی شخص نے اگر نفقہ کی ذمہ داری لے لی لیکن پھر چھوڑ دیا تو عورت کو دوبارہ قاضی کے یہاں مقدمہ پیش کرنے کا حق حاصل ہے۔

[2] یعنی دو معتبر افراد سے جس کی بحث آگے مذکور ہے۔

[3] فتاویٰ مالکیہ کی روایت ۳ و ۶ میں جس کا حوالہ آگے آرہا ہے یہ بات تو واضح ہے کہ یہ مدت، شہر قاضی کے سامنے دعویٰ کرنے کے بعد ہو گی لیکن اس روایت میں غائب کے پاس آدمی بھیجنے سے کوئی تعارض نہیں ہے اس وجہ سے یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ یہ مدت آدمی بھیجنے کے بعد سے ہو گی یا پہلے سے، ہم نے آدمی بھیجے جانے کے بعد سمجھ کر اختیار دیا ہے۔

عورت کی جانب سے مطالبہ شرط ہے پس اگر اُس غائب شخص کا جواب آنے کے بعد عورت مطالبہ چھوڑ دے تو پھر تفریق نہیں کی جائے گی۔

نوٹس بھیجنے کا طریقہ

تنبیہ ضروری

قاضی جو اُس غائب شخص کے پاس حکم (نوٹس) بھیجے تو ڈاک وغیرہ کے ذریعہ بھیجنا کافی نہیں ہے بلکہ اُس کی صورت یہ ہے کہ حکم نامہ (یعنی نوٹس) دو معتبر افراد کو سنا کر ان کے حوالہ کر دے کہ اُس کو غائب شخص کے پاس لے جاویں یہ دونوں شخص غائب شخص کو تحریر پہنچا کر اس سے جواب طلب کریں (یعنی جواب دعویٰ لیں) تاکہ واپس ہو کر اُس پر گواہی دے سکیں اور اگر وہ شخص کچھ جواب دے تو اُس کی گواہی دے دیں۔ خلاصہ یہ کہ قاضی جو فیصلہ دے ان دونوں کی گواہی پر فیصلہ کرے محض خط کو کافی نہ سمجھے اور یہ مسئلہ مسلک احناف اور مسلکِ مالکی سے واضح طور پر ثابت ہے جیسا کہ "کتاب القاضی الی القاضی سے واضح ہے اور علامہ دردیر نے فرمایا ہے" کہ اُن دو گواہوں پر ضروری ہے کہ یہ گواہی دیں کہ یہ فلاں قاضی (یا شرعی کمیٹی) کی تحریر ہے اور یہ کہ اُس قاضی نے ہمیں اس تحریر پر گواہ بنایا ہے جو کہ ہم ساتھ لے کر آئے ہیں۔

اگر غائب، غیر ملک وغیرہ میں ہو

اگر غائب شوہر کسی دور دراز ملک میں ایسی جگہ پر ہو کہ جہاں پر پوری جدوجہد اور امکانی کوشش کے باوجود بھی کسی کو بھیجنے کا امکان نہ ہو سکے تو مذکورہ بالا مجبوری کے وقت اس کی بھی گنجائش ہے کہ بغیر کسی کو بھیجے ہوئے حاکم (شرعی) یا اُس کے قائم مقام وغیرہ کے بغیر حاکم شرعی، واقعہ کی تحقیق کر کے حسب ضابطہ مذکورہ بالا کے بعد تفریق کا حکم کر دے جیسا کہ حضرت علامہ آغا ہاشم کی دوسری روایت میں ہے۔

فیصلہ کے بعد اگر غائب آ جائے

اگر غائب شخص طلاق کا فیصلہ ہو جانے کے بعد حاضر ہو جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عدت کے اندر اندر واپس آ جائے اور باقاعدہ خرچہ (نان ونفقہ) وغیرہ دینے پر آمادہ ہو اس صورت میں تو اُس کو رجعت کا حق ہے اگر رجعت کرے گا تو رجعت صحیح ہو جائے گی اور اگر رجعت نہ کرے تو عدت کے بعد اُس کے نکاح سے بالکل علیحدہ ہو جائے گی۔

اگر عورت کا دعویٰ غلط ثابت ہو جائے

یہ کہ عدت ختم ہو چکنے کے بعد واپس آیا ہو سو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اُس نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت کر دی مثلاً یہ کہ میں نے اُس کو پیشگی خرچ دے دیا تھا۔ یا یہ کہ وہاں سے بھیجتا رہتا تھا یا یہ کہ عورت نے نفقہ معاف کر دیا تھا تب تو اس کو ہر حال میں بیوی مل جاوے گی یعنی خواہ وہ عورت عدت کے بعد نکاح ثانی بھی کر چکی ہو حتیٰ کہ اگر شوہر ثانی سے اولاد بھی ہو چکی ہو تب بھی شوہر اوّل ہی کا نکاح باقی سمجھا جائے گا اور شوہر ثانی کا نکاح اب باطل قرار دیا جاوے گا۔ اور اگر خاوند نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت نہ کی تو عورت اُس کو نہ ملے گی کیونکہ عدت ختم ہونے کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا۔ وھذا کلہ مصرح فی الروایۃ الرابعۃ عشر والسادسۃ عشر۔

اور دوسری صورت کی پہلی شق میں جو شوہر اول کو عورت ملے گی اُس کو نہ تجدید نکاح کی ضرورت ہے نہ تجدید مہر کی۔ البتہ شوہر ثانی

ع‍ المرأۃ اذا اسقطت النفقۃ عن زوجہا یلزمہا الاسقاط عند المالکیۃ ولیس لہا ان ترجع کما فی الروایات الاولی

سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو عدت واجب ہے۔ یعنی عدت گذرنے سے پیشتر شوہر اوّل کو جماع اور اُس کے دواعی کا ارتکاب جائز نہیں۔ کما فی الروایۃ التاسعۃ والعشرین الی الرابعۃ والثلاثین۔ اور شوہر ثانی کے ذمہ مہر واجب ہونے میں وہی تفصیل ہے جو مفقود کے بیان میں گذر چکی یعنی اگر اُس سے خلوتِ صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا واجب ہے ورنہ بالکل ساقط ہو جائے گا۔ کما ھو حکم سائر الفسوخ و نیز احکام مفقود میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ عدت شوہر اول کے مکان میں گذارے گی۔ فلینظر ثمّ فقد واللّٰہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وھھنا تمت الرسالۃ۔ والحمد للّٰہ الہادی فی کل مقالۃ۔ کتبہما الاحقر اشرف علی عفی عنہ ذنبہ الخفی والجلی۔ بمشارکۃ الفاضلین الجامعین للعلم القویم والعمل المستقیم المولوی محمد شفیع والمولوی عبدالکریم شرفہما اللّٰہ تعالٰی بالاجر العظیم۔ فی اوائل شھر ذی القعدہ ۱۳۵۱ھ من ھجرۃ النبی الشفیع الکریم علیہ الف الف صلوٰۃ وتسلیم۔

تصدیقات حضرات علمائے امداد العلوم تھانہ بھون و دار العلوم دیوبند مظاہر علوم سہارنپور دام اللّٰہ فیوضہم جو رسالہ ہذا کی ترتیب و تہذیب و تنقیح میں شریک رہے۔

مُہر
مدرسہ امداد العلوم
تھانہ بھون ضلع
مظفر نگر

از امداد العلوم تھانہ بھون

الحمد للّٰہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ وبعد فقد طالعت

هذه الرسالة الفريدة وملأت عيني بانوار تلك اللآلی النضيدة فوجدتها فريدة في الباب ودرة يتيمة اخرجت من لجة العباب ؎

منها الحياة لكل حق ميت　　منها الممات لكل قول زور

منها البياض لكل قلب اسود　　منها السواد لكل عين ضرير

ولله در شيخنا فقد بالغ في التحقيق والتنقيح وبذل جهده في التسهيل على الامة المظلومة والتيسير جعل الله هذا السعي مشكورا وهذا العمل مقبولا مبرورا۔ وصلى الله على سيدنا ومولنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين

کتبه

اذل الخدام ولحقر الغلمان ظفر احمد التهانوی تعمده الله بالغفران

مورخہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

تصدیقات اکابرین ہند

بعد حمد وصلوٰۃ گذارش ہے کہ اس رسالہ فیض مقالہ کا نہایت ضروری ہونا بھی ظاہر ہے نیز اس کا جامع مانع اور بے حد مفید ہونا بھی محتاجِ بیان نہیں۔ اس کو سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے ؎

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست

درحقیقت اُمّتِ مرحومہ کی اس اہم مشکل کا حل حضرت اقدس ہی جیسے مجمع کمالات کا محتاج تھا۔ آپ نے جس انتہائی غور وخوض کو ایک عرصۂ دراز تک اس تحقیق وتصنیف میں مبذول فرمایا ہے اس کا کچھ اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جن کو زمانۂ تالیف میں حاضری کی دولت نصیب ہوئی ہو۔ حضرت والا نے بارہا ارشاد

فرمایا ہے کہ مجھے اتنی مشقت عمر بھر کسی کام میں نہیں ہوئی حق تعالیٰ حضرت والا دامت برکاتہم کے سایۂ رحمت کو ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔

اب اہلِ ضرورت سے صرف اس قدر گذارش ہے کہ رسالہ ہذا میں جو قیود و شرائط درج ہیں وہ نہایت درجہ ضروری ہیں عمل کے وقت اُن کو خوب پیشِ نظر رکھیں اور پوری طرح اُن کی پابندی کریں محض ضرورت کا بہانہ لے کر اتباع ہوا میں مبتلا نہ ہوں۔ نیز اربابِ فتویٰ کی خدمت فیضدرجت میں التماس ہے کہ فتویٰ کے وقت تمام شرائط کو بخوبی ملحوظ رکھنا ضروری تصور فرمادیں۔

وھو الموفق للخیر والعاصم عن کل ضیر

الملتمس ان۔ کمترین خدام کہترین غلام احقر عبدالکریم عفی عنہ از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ مورخہ ۲۶ر رمضان ۱۳۵۲ھ

سراج احمد غفرلہ مدرس خانقاہ امدادیہ ۲۷ر رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ

از دار العلوم دیوبند

ہم سب نے رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" کو بغور و تدبر سنا۔ یقیناً ہمارے دیارِ ہندیہ میں موجودہ حالات کے ماتحت بجز اس کے کوئی چارہ نہیں معلوم ہوتا کہ علماء مذہب حنفی رسالہ ہذا کے مسائل مندرجہ کو معمول بہا قرار دیں اور اسی پر فتویٰ دیں۔ قرونِ سالقہ میں بھی علمائے حنفیہ نے مسئلہ مفقود وغیرہ میں

ضروریات وقتیہ کی بنا پر یہی طرز اختیار کیا ہے۔

حضرت مؤلف دامت برکاتہم اور اُن کے معاونین کی مذکورہ بالا مسائل میں مساعی بلیغہ اور انتہائی جدوجہد بے شک و بلاشبہ قابل ہزار ہا ہزار تشکر و تحسین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہر دو جہان میں جزائے خیر عطا فرماوے۔ آمین۔

العبد　　العبد　　العبد　　العبد

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ　عبدالسمیع غفرلہ　محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ　بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ　احقر العباد محمد طیب

(صدر مدرس)　(مدرس)　(مدرس)　(مدرس)　(مہتمم)

العبد　　العبد　　العبد　　العبد

بندہ سید محمد مبارک علی غفرلہ　ریاض الدین عفی عنہ　بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ　مسعود احمد عفا اللہ عنہ نائب

(نائب مہتمم)　(مدرس)　(مدرس حدیث)　مفتی دارالعلوم دیوبند

العبد　　العبد

بندہ محمد شفیع غفرلہ خادم دارالافتاء　محمد اعزاز علی امروہی (شیخ الفقہ والادب)

دارالعلوم دیوبند　۸ رجادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ

مُہر
مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور

از مظاہر علوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ حامداً و مصلیاً و مسلماً

اما بعد۔ ہم نے بامعان نظر و غوض تمام اس فتویٰ "الحیلۃ الناجزہ

کو تقریباً سوا ماہ تک مسلسل مرۃ بعد مرۃ دیکھا اور سنا ہم یقین کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا تھانوی دامت برکاتہم جیسے فقیہ کو جو علاوہ ظاہری و باطنی علوم کی مہارت تامہ کے احوال زمانہ و مشکلاتِ حاضرہ سے بخوبی واقف ہیں یقیناً یہ حق حاصل ہے کہ فتوے کے لیے کسی دوسرے امام کے مذہب کو اختیار فرمائیں۔ کیونکہ بوقتِ ضرورتِ شدیدہ دوسرے اماموں کے مذہب کو اختیار کرنا بھی فقہ حنفی کا ایک حکم ہے بنائً علیہ گذارش ہے کہ گو حضرت اقدس کا فتویٰ ہم جیسوں کی تائید و تصحیح کا اصلاً محتاج نہیں۔ لیکن تحصیلاً للخیر والثواب ان مسائل کی تائید و تصحیح سے افتخار حاصل کرتے ہیں حضرت اقدس دام ظلہ العالی نے اس فتوے میں جس تحقیق و تدقیق و احتیاط سے کام لیا ہے وہ منت کشِ بیان نہیں۔ ہم صمیم قلب سے جناب باری عز اسمہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ حضرتِ اقدس کو بایں فیوض و برکات تادیر مسترشدین کے رؤس پر سلامت رکھے۔ آمین

ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کی یہ مساعی جمیلہ تا قیامت امتِ مرحومہ میں مشکور رہیں گی۔۔

فجزاھم اللہ احسن الجزاء عنا وعن سائر المسلمین

عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۸ر محرم ۵۲ھ	بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ (مدرس اول) مدرسہ مظاہر علوم ۸ر محرم ۵۳ھ	محمد زکریا کاندھلوی عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	محمد اسعد اللہ عفا عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

فسخِ نکاح کے شرعی قوانین

یعنی

المختارات فی مُہمّات التفریق والخیارات

چوتھی اشاعت : شوال سنہ ۱۳۷۴ھ از تھانہ بھون

تتمہ الرسالۃ الملقبہ

بالمختارات

فی مہمات التفریق والخیارات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد وصلوٰۃ کے بعد عرض ہے کہ جن مسائل میں فسخِ نکاح یا تفریقِ قاضی کی ضرورت پیش آتی ہے اور قاضی نہ ہونے کی وجہ سے دقت کا سامنا ہوتا ہے اُن کے حل کے لیے رسالہ "الحیلۃ الناجزہ للحیلہ العاجزہ" نہایت تحقیق و تدقیق کے ساتھ بہت سے علماءِ محققین کے مشورہ کے بعد لکھا گیا ہے اور اُس میں بالاتفاق یہ قرار پا چکا کہ ہندوستان میں جس جگہ قاضی شرعی موجود نہ ہو اور کسی مسلمان حاکم کی عدالت سے بھی فیصلہ شرعی حاصل کرنا اختیار میں نہ ہو وہاں امام مالکؒ کے مذہب کے موافق جماعتِ مسلمین کو (یعنی شرعی کمیٹی کو) قائم مقام قاضی سمجھا جائے گا۔ اس رسالہ کی تکمیل کے بعد ضرورت محسوس کی گئی کہ مسائلِ خمسہ مندرجہ رسالہ کے علاوہ تین صورتیں اور بھی ہیں جن میں فسخ نکاح کی ضرورت پڑتی ہے اور قاضی نہ ہونے کی وجہ سے مشکلات پیش آتی ہیں اُن کو بھی اس رسالہ میں شامل کر دیا جاوے تاکہ ضرورت کے سب مسائل یکجا جمع ہو جاویں۔ لیکن ان مسائلِ ثلثہ کو سب علماء مذکورین کے سامنے پیش کرنے کی نوبت نہیں آئی جس کی وجہ یہ ہے کہ سب حضرات کے سامنے پیش کرنے میں علاوہ اس کے کہ بہت تاخیر ہو جاتی ان مسائل میں زیادہ ضرورت بھی محسوس نہیں کی گئی۔ کیونکہ ان میں زیادہ تر مشورہ طلب جزو جماعتِ مسلمین کا فیصلہ تھا جو مذہبِ مالکیہ سے لیا گیا ہے اور وہ اصل رسالہ میں

بمشورہ علمائے کرام طے ہو چکا ہے۔ اس لیے بغرض امتیاز ان مسائل ثلثہ کو مستقل نام سے موسوم کر کے بطور تتمہ ملحق کیا جاتا ہے اور جماعت مسلمین کے علاوہ اس تتمہ کے باقی اجزاء اپنے مذہب کی کتبِ فقہ سے لیے گئے ہیں جن میں اکثر بلکہ تقریباً کل مسائل مصرح ہیں جیسا کہ عبارات مندرجہ سے معلوم ہوگا صرف دو چار جگہ تصریح نہ ملنے کی باعث قواعد سے استنباط کی نوبت آئی ہے اُن میں علمائے دیوبند سہارنپور سے مراجعت کی گئی۔ جہاں بالاتفاق کچھ طے ہو گیا وہاں جزم کے ساتھ مسئلہ لکھ کر قاعدہ فقیہہ کی طرف اشارہ کر دیا ورنہ تردّد یا اختلاف لکھ دیا اور وہ تین مسائل یہ ہیں۔

حرمتِ مصاہرت۔ خیارِ بلوغ۔ خیارِ کفاءت

اب ان کی بقدر ضرورت تفصیل لکھی جاتی ہے۔ پورے احکام بوقت ضرورت علمائے کرام کتبِ فقہ میں ملاحظہ فرمالیں۔ اور عوام علمائے کرام سے دریافت کریں۔

حرمتِ مصاہرۃ

اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے یا شہوت کے ساتھ اُس کو صرف ہاتھ لگائے یا شہوت سے بوسہ لے۔ یا شرمگاہ کے اندرونی حصہ کو شہوت سے دیکھ لے تو ان سب صورتوں میں حرمتِ مصاہرۃ قائم ہو جاتی ہے۔ یعنی اس مرد پر اُس عورت کی بیٹی اور ماں وغیرہ سب اصول و فروع نسبی و رضاعی حرام ہو جاتے ہیں اور اس عورت پر اس مرد کا بیٹا اور باپ سب اصول و فروع نسبی و رضاعی حرام ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح عورت کسی مرد کو شہوت سے ہاتھ لگا دے یا شہوت سے اُس کا بوسہ لے لے یا عضوِ مخصوص پر نظرِ شہوت ڈالے تب بھی مصاہرت کا علاقہ قائم ہو کر مرد پر عورت کے تمام اصول و فروع نسبی و رضاعی اور عورت پر مرد کے تمام اصول و فروع نسبی و رضاعی ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتے ہیں اور حرمتِ مصاہرت کے لیے ان افعال کا قصداً کرنا شرط[1] نہیں۔ بلکہ اگر کسی سے بے خبری میں بھی کوئی

---

[1] عورت کی شہوت کا حکم: لمس و تقبیل (یعنی چھونے اور بوسہ لینے) کے وقت اگر مرد کو شہوت نہ تھی مگر عورت کو ہو گئی تب بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر عورت نے ہاتھ لگایا ہے یا تقبیل کی ہے تب بھی دونوں میں سے ایک کو شہوت ہونا کافی ہے۔ البتہ نظر کے موجب حرمت ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ جو دیکھے اُس کو شہوت ہو صرف دوسری طرف سے شہوت ہونا موجبِ حرمت نہیں و نیز لمس اور تقبیل میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ایسا کپڑا حائل نہ ہو جو بدن کی گرمی محسوس ہونے کو روک دے پس اگر کسی نے باوجود ایسا کپڑا حائل ہونے کے کپڑے کے اوپر سے مس کیا یا بوسہ لیا ہے تو وہ حرمت مصاہرت کا موجب نہیں نیز ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان افعال کی وجہ سے انزال نہ ہو گیا ہو پس اگر لمس و تقبیل و نظر ہی سے انزال ہو جائے تو حرمتِ مصاہرت ثابت نہ ہو گی

فعل سرزد ہوجائے۔ مثلاً بیوی سمجھ کر خوشدامن کو شہوت کی حالت میں ہاتھ لگا دیا تب بھی بیوی حرام ہوجاتی ہے۔ اس لیے خاوند کو بیوی کے اصول و فروع مؤنثہ سے اور عورت کو مرد کے اصول و فروع مذکوہ سے سخت احتیاط[1] لازم ہے کہ ان کو بشہوت ہاتھ لگانے وغیرہ میں علاوہ معصیتِ شدیدہ کے یہ بڑی خرابی ہے کہ میاں بیوی میں حرمتِ مصاہرت کا علاقہ ہوجاتا ہے۔ یعنی اگر خاوند سے اپنی بیوی کے اصول یا فروع مؤنثہ میں سے کسی کے ساتھ کوئی ایسا فعل سرزد ہوجائے یا بیوی کے اصول و فروع مؤنثہ میں سے کسی نے مرد کے ساتھ ایسے افعال میں سے کسی فعل کا ارتکاب کیا ہو جو حرمت مصاہرت کا موجب ہے۔ مثلاً شہوت کے ساتھ خوش دامن کو کہہ دے گی۔ ہاتھ لگا دیا یا بیوی اپنے شوہر کے اصول و فروع مذکر جیسے خسر کے ساتھ، حرمتِ مصاہرت لازم کرنے والا کام کر بیٹھے یا خسر وغیرہ نے اس قسم کے فعل کا ارتکاب کیا ہو تو ان تمام صورتوں میں بیوی اپنے شوہر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتی ہے چاہے یہ حرکت کسی نے قصداً کی ہو یا بھول سے کی ہو ہر ایک حالت میں یہی حکم ہے جیسا کہ ابھی بیان ہوا۔

حرمت مصاہرت واقع ہونے کے بعد بھی طلاق ضروری ہے

اگر حرمتِ مصاہرت کی کوئی صورت پیش آگئی ہو تو عورت کے لیے ضروری ہے کہ ہرگز ہرگز شوہر کے پاس نہ رہے اور نہ شوہر کو قریب آنے دے اور شوہر کے

---

[1] یعنی نہ ایسی حرکاتِ شنیعہ کا قصداً ارتکاب کرے نہ ایسا کوئی کام کرے جس میں کوئی احتمال ہو۔ مثلاً جس کمرہ میں بیوی لیٹی ہے اگر وہاں دوسری مستورات بھی ہوں تو جب تک اس کو جگا کر اور بات چیت کر کے پورا یقین نہ ہوجائے کہ یہ بیوی ہے اس وقت تک ہاتھ ہرگز نہ لگائے پلنگ معین ہونے وغیرہ کو ہرگز کافی نہ سمجھے کہ اس میں بعض مرتبہ غلطی ہوجاتی ہے

ذمہ بھی لازم ہے کہ ایسی عورت کو فوراً علیحدہ کردے اور زبان سے بھی علیحدگی ظاہر کردے مثلاً اس طریقہ سے کہے کہ میں نے تجھ کو چھوڑ دیا یا اس طریقہ سے کہے کہ میں نے تجھ کو طلاق دے دی، اور اس کہنے کے بعد عدت گذرنے پر بیوی کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہوگا، لیکن اگر شوہر بد دینی اختیار کرے اور بیوی کو علیحدہ نہ کرے تو جس طریقہ سے بھی ممکن ہو عورت کو اس شخص کے پاس سے چلے جانا نہایت ضروری ہے کیونکہ اس کے ساتھ شوہر و بیوی کا تعلق رکھنا حرام ہو چکا لیکن جب تک شوہر زبان سے نہ کہے کہ میں نے اس عورت کو علیحدہ کر دیا یا قاضی تفریق شرعی واقع نہ کردے تو اس وقت تک اس عورت کا دوسرے شخص سے نکاح درست نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ درمختار میں ہے[1]

ثبوت حرمت مصاہرت کیلئے شامی کی عبارت اس سلسلہ میں فتاویٰ شامی کتاب النکاح جلد دوم کی

---

[1] واما ما ذکرہ فی عدۃ رد المختار ومثلہ فی البحر من ان المتارکۃ کما تکون من الزوج کذالک تکون من الزوجۃ فہو مختص بما اذا کانت الحرمۃ اصلیۃ لا طاریۃ کما اذا نکحت المرأۃ من ثبتت حرمۃ المصاھرۃ والرضاع قبل النکاح فیجب علی کل من الزوجین فسخہ وکل واحد منہما مستقل فی ھذہ المتارکۃ ولا کذالک فی الحرمۃ الطاریۃ بعد النکاح وان المتارکۃ فیہ تتحقق الا من الزوج او بتفریق القاضی وھو صورۃ الجمع بین القولین وبہ یرتفع الخلاف بین کلام البحر والنھر المذکور فی الشامیۃ ۔ وانظروا الی الانثیین یوجب حرمۃ المصاھرۃ کما لا یخفی ولکن لم نر من تعرض لھذا۔ وظاھر ان القصد لا یبطلہ الا بقول الزوج فلا ثمرۃ لھذا الاختلاف فی حق المرأۃ فیما اعلم وان ظھر الاختلاف ثمرۃ فی صورۃٍ فالاحوط ان یوخذ قول من اشترط المتارکۃ بالقول خصوصاً فی الفساد۔

مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

وحرم ایضاً بالصہیریۃ اصل مزنیتہ اراد بالزنا الوطی الحرام واصل و ممسوسۃ بشہوۃ ولو لشعر علی الرأس بحائل لا یمنع الحرارۃ واصل ماستہ وناظرہ الی ذکرہ والمنظور الی فرجہا المدور الداخل ولو نظر من زجاج او ماء ھی فیہ وفروعھن مطلقاً وقال الشامی تحت قولہ وحرم ایضاً قال فی البحر اراد بحرمۃ المصاہرۃ المحرمات الاربع، حرمۃ المرأۃ علی اصول الزان وفروعہ نسباً ورضاعاً وحرمۃ اصولہا وفروعہا علی الزانی نسباً ورضاعاً کما فی الوطی الحلال الخ ص۲۵۷ ج۲

وقال تحت قولہ مطلقاً یرجع الی الاصول والفروع ای وان علون وان سفلن الخ ص۲۵۹ وفی الدر ایضاً ۔۔۔۔۔۔ وتکفی الشہوۃ من احدھما وقال الشامی ھذا یظھر فی المس اما فی النظر فتعتبر الشہوۃ من الناظر وفیہ ایضاً وبحرمۃ المصاہرۃ لا یرتفع النکاح، حتی لا یحل لھا التزوج باٰخر الا بعد المتارکۃ وانقضاء العدۃ وفی رد المختار تحت قولہ الا بعد المتارکۃ ای وان مضیٰ سنون ۔ کما فی البزازیہ وعبارۃ الحاوی الا بعد تفریق القاضی او المتارکۃ الخ

وقد علمت ان النکاح لا یرتفع بل یفسد وقد صرحوا فی النکاح الفاسد الخ۔ ان المتارکۃ لا تتحقق الا بالقول ان کانت قولاً بہا کترکتک او خلیت سبیلک واما غیر المدخول بہا فقیل تکون بالقول وبالترک علی قصد عدم العود والیہ ادقیل لا تکون الا بالقول فیھما الخ شامی ص۲۶۲ ج۲۔

قاضی شرع نہ ہونے کی صورت کا حکم

اگر کوئی عورت دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو قاضی کے پاس دعویٰ کرکے

تفریق شرعی کا حکم حاصل کرے اور جس جگہ قاضی موجود نہ ہو اگر وہاں کوئی مسلمان حاکم حکومت وقت کی جانب سے اس قسم کے معاملات میں تفریق کا خیال رکھتا ہو تو اس کے پاس مقدمہ پیش کرے ورنہ مسلکِ مالکیہ کے مطابق جماعت مسلمین (شرعی کمیٹی) سے رجوع کیا جائے اور جماعت مسلمین (شرعی کمیٹی) کا تفصیلی بیان اس کتاب کے دوسرے جزو میں گذر چکا ہے۔

لہ وظاہران القصد لا یعلم الا بقول الزوج فلا ثمرۃ لھذا الاختلاف فی حق المرأۃ فیما اعلم وان ظھر الاختلاف ثمرۃ فی صورۃ ما فما لاحوط ان یوخذ قول من اشترط المشارکۃ بالقول خصوصاً فی الفساد الطاری ۱۲ منہ۔

ع اصل رسالہ کے دیباچہ میں حاشیہ پر یہ مضمون واضح ہو چکا ہے کہ جب دو عمل جداگانہ ہوں تو تلفیق جائز ہے مگر حضرت والا نے مزید احتیاط کے لیے اصل رسالہ میں ایسا کوئی مسئلہ نہیں لیا جس میں تلفیق خارق اجماع لازم آجاوے اور تتمہ کے تین مسئلوں میں سے بھی دو مسئلوں میں اس کی رعایت موجود ہے مگر صرف اس ایک مسئلہ یعنی حرمتِ مصاہرت میں جماعت مسلمین کا فیصلہ ایسا ہے جس میں بظاہر تلفیق خارقِ اجماع لازم آتی ہے یعنی مذہب حنفیہ میں تو جماعت مسلمین کا فیصلہ معتبر نہیں اور مالکیہ کے مشہور و مختار مذہب کی بنا پر بعض خاص صورتوں میں مس بالشہوۃ وغیرہ سے حرمت مصاہرت متعلق نہیں ہوتی گو بعض صورتوں میں قول معتمد و مشہور کے موافق اور بعض میں قول غیر مشہور کے موافق ان کے نزدیک بھی حرمت متعلق ہو جاتی ہے۔ کما فی مختصر الخلیل وشرحہ للدردیر وفی نشر حرمۃ الزنا خلاف المعتمد منہ عدم نشر الحرمۃ (الی قولہ) وان حاول زوج تلذذا بزوجتہ فالتذ بابنتھا منہ اومن غیرہ ظانا انھا زوجتہ بوطء او مقدمۃ فتردد فی تحریم زوجتہ علیہ وھو المرتضیٰ وعدمہ (ص۲۹۶ ج۱) غرض بعض صورتوں میں جماعت مسلمین کے ذریعہ بوجہ حرمت مصاہرت تفریق کرانے میں تلفیق کا شبہ ہوگا لیکن ہم ان کو عمل واحد خیال نہیں کرتے بلکہ جماعتِ مسلمین کو قاضی کے حکم میں سمجھنا ایک مستقل مسئلہ ہے اور حرمت

فیصلہ کا طریقہ جس وقت عورت دعویٰ کرے کہ "میرے شوہر اور میرے درمیان کے اصول و فروع (یعنی اوپر کے یا نیچے کے رشتوں میں سے فلاں شخص کے درمیان یا شوہر اور میرے اصول و فروع میں سے فلاں عورت کے درمیان اس قسم کا واقعہ پیش آیا ہے جو کہ حرمتِ مصاہرت کا باعث ہے اس وجہ سے مجھ کو میرے شوہر سے علیٰحدہ کر دیا جائے تو قاضی یا اس کا قائم مقام پہلے تو شوہر سے بیان لے (یعنی جواب دعویٰ لے) اور اگر شوہر نے اس دعویٰ کی تصدیق نہ کی تو عورت سے گواہ لیے جائیں اگر گواہ پیش نہ ہوں یا ان میں شرائط گواہی موجود نہ ہوں تو شوہر سے حلف لیا جائے اگر وہ حلف کرے تو مقدمہ خارج کر دیا جائے یعنی نہ تفریق کی جائے اور نہ یہ فیصلہ کیا جائے کہ عورت بدستور

مصاہرت کو تفریق کا سبب کہنا دوسرا مستقل مسئلہ ہے جیسے وضو جداگانہ عمل ہے اور نماز جدا اور توضیح اس کی اصل رسالہ کے دیباچہ میں حاشیہ پر کر دی گئی ہے پس تلفیق کا شبہ ہوگا۔

پس تلفیق کی یہ صورت ہمارے نزدیک جائز ہے جس کی تائید علامہ محمد بن علی بیضاوی مفتی مالکیہ کے فتوے کی روایت (ص) سے بھی ہوتی ہے تاہم عمل کے وقت احتیاط یہ ہے کہ عمل کرنے والا جوازِ تلفیق کے بارہ میں کسی اپنے معتقد فیہ عالم محقق سے رجوع کر کے اُن کے فتوے پر عمل کرے۔ واللہ اعلم۔

ایک بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ اگر واقعہ زنا کا پیش آیا ہو تو دعوے میں زنا کو صراحۃً ظاہر نہ کیا جائے کیونکہ زنا کے دعوے پر چار گواہ پیش نہ ہو سکے تو حدِ قذف کا اندیشہ ہے بلکہ صرف مباشرتِ فاحشہ وغیرہ کو بیان کرے یعنی یہ کہے کہ شرمگاہ کو شرمگاہ سے بغیر حائل کے ملایا گیا ہے۔

شوہر کے ساتھ رہے اور اگر قاضی نے عورت کو اس کے نکاح میں ہی رہنے
کا حکم دے دیا تو اس صورت کا حکم آگے مذکور ہے۔ اور اگر وہ حلف سے
انکار کر دے تو تفریق کر دی جائے۔

حلف و تصدیق اور شہادت کے متعلق ضروری توضیح

اگر شوہر کے فعل پر دعویٰ ہو مثلاً یہ کہ اس نے
بیوی کے اصول اور فروع میں سے فلاں عورت کو شہوت کے ساتھ پکڑا ہے تب
تو شوہر سے حلف اس بات پر لیا جائے کہ اس نے یہ فعل ہرگز نہیں کیا یا شہوت
کے ساتھ نہیں کیا اور اگر دوسرے شخص کے فعل پر دعویٰ تھا مثلاً عورت اس
طریقہ سے کہے کہ مجھ کو خسر نے شہوت کے ساتھ پکڑا ہے تو شوہر سے اس طریقہ
سے حلف لیا جائے گا کہ خدا کی قسم میرا زیادہ تر خیال یہ ہے کہ عورت اس دعویٰ
میں سچی نہیں اور اس واقعہ کا ہونا یا شہوت کے ساتھ ہونا میرے دل کو نہیں لگتا۔

حرمت مصاہرت سے متعلق ایک ضروری مسئلہ

اور گواہی میں یہ تفصیل ہے کہ ہونٹ اور گال پر بوسہ دینے
اور شرمگاہ یا عضو مخصوص چھونے اور پستان چھونے کے دعویٰ میں تو صرف ان
افعال کی گواہی دینے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی شہوت کا انکار

ا؎ اور اس صورت میں اس شوہر کے ساتھ رہنا اور اپنے نفس پر قدرت دینا جائز ہے یا نہیں
اس کا حکم عنقریب مسئلہ دوم میں آتا ہے

۲؎ ثبوت حرمت کے لیے پکڑنا اور ہاتھ لگانا ہی معتبر ہوگا جس کی تفصیل صفحہ ۸۰ کے حاشیہ ۲ میں
گذر چکی ہے مطلقاً پکڑنا یا ہاتھ لگانا معتبر نہیں ۱۲ منہ سے شامی وغیرہ کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے کہ غلبۂ
ظن اور اکبر رائی کی نفی پر حلف کر لینا کافی ہے۔ ہمارے محاورہ میں یہ الفاظ اس کا ترجمہ ہے۔ اگر کسی جگہ کا عرف
اس کے خلاف ہو تو اہل عرف سے تحقیق کر کے وہاں کے مناسب الفاظ تجویز کر لیے جائیں

ناقابلِ تسلیم ہوگا اور تفریق کا حکم کرنا لازم ہوگا اور پیشانی یا سر وغیرہ پر بوسہ دینے اور باقی بدن چھونے میں اگر یہ گواہی ہو کہ یہ افعال شہوت کے ساتھ ہوئے تھے اور اس کا علم قرائن سے گواہوں کو ہو سکتا ہے تو اس گواہی سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی ورنہ صرف افعال پر گواہی دینا کالعدم ہے اس کی بناء پر تفریق کا حکم نہیں کیا جائے گا بلکہ شوہر سے حلف لیا جائے گا کہ یہ افعال شہوت سے نہیں تھے اگر حلف کرے تو بہتر ہے[1] ورنہ تفریق کا حکم کردیں گے۔ وذلك كله لما في الدر (وان ادعت الشهوة) في تقبيله او تقبيلها ابنه (وانكرها الرجل فهو مصدق) لاهي (الا ان يقوم اليها منتشرا) آلته (فيعانقها) لقرينة كذبه او ياخذ ثديها (اويركب معها) او يمسها على الفرج او يقبلها على الفم قاله الحدادي وفي الفتح يترأى الحاق الخدين بالفم الى ان قال (وتقبل الشهادة على الاقرار باللمس والتقبيل) والنظر الى ذكره اوفرجها (عن شهوة في المختار) تجنيس لان الشهوة مما يوقف عليها في الجملة بانتشار واثار۔ وفي ردالمحتار قوله (وان ادعت) اى ادعت الزوجة انه قبل احد اصولها او فروعها بشهوة او ان احد اصولها او فروعها قبله بشهوة فهو مصدر مضاف الى فاعله او مفعوله وكذا قوله تقبيله ابنه اه (فهو مصدق) لانه ينكر ثبوت الحرمة والقول للمنكر (فصل محرمات من النكاح الشامية صفحہ ۲۹۳ ج ۲)

واما توجيه اليمين على الزوج فظاهر للقاعدة المفردة من ان قول المنكر انما يعتبر مع اليمين۔ ونص عليه الفقهاء في باب الرضاع وحرمة المصاهرة نظير

---

[1] یعنی اس صورت میں قاضی تفریق نہ کرے گا، یہ دوسری بات ہے کہ عورت کو تمکین جائز ہو جب کہ دعویٰ فی نفسہ صحیح ہو جیسا کہ مسئلہ دوم میں آتا ہے

حرمة الرضاع۔ واما الفاظ الیمین فما خوذہ مما فی الشامیۃ عن الفتح۔ وثبوت الحرمۃ بلمسہا مشروط بان یصدقہا ویقع فی اکبر رأیہ صدقہا وعلی ھذا ینبغی ان یقال فی مسہ ایاہا لا تحرم علی ابیہ وابنہ الا ان یصدقاہا او یغلب علی ظنہما صدقہ ثم رأیت عن ابی یوسفؒ ما یفید ذالک اھ (شامی ص۴۵۸ ج۲)

تو ظاہر ہے کہ حرمتِ مصاہرت جن واقعات سے ثابت ہوتی ہے ان میں احد الزوجین کے ساتھ ایک اور کی شرکت بھی ہے اور واقعہ کی صحت و عدم صحت و نیز شہوت کے وجود و عدم کا اس کو بھی علم ہوتا ہے۔ لیکن باوجود سعی بسیار کہیں یہ جزئیہ نہیں ملا کہ مقدمہ میں اس سے بیان لیا جائے گا یا نہیں اور اگر اس کا بیان ہو تو وہ کیا حیثیت رکھتا ہے۔

لیکن قواعد میں غور و فکر کرنے کے بعد رجحان اس طرف ہے کہ وہ مدعا علیہ نہیں اس وجہ سے اس کو مدعا علیہ بنا کر بیان پر مجبور نہ کیا جائے بلکہ اس کو ایک گواہ سمجھا جائے۔

لان الاخبار بحق الغیر علی الغیر لیس باقرار بل ھو شہادۃ والاقرار اخبار بحق علیہ الغیر کما ھو مصرح فی کتب الفقہ۔

اور اس کی گواہی معتبر ہونے نہ ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ شخص اپنے دوسرے افعال و اقوال کے اعتبار سے عادل ہو۔ اور اس واقعہ میں بھی کسی ایسے فعل کا اقرار نہیں ہے جو کہ مسقط عدالت ہو مثلاً[1] وطی بالشبہ وغیرہ کا بیان دے جب تو اس کی گواہی مقبول ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ اور اگر کوئی ایسا فعل بیان کرے جس سے اس کا فسق ثابت ہوتا ہو تو اس کی یہ گواہی معتبر ہو گی یا نہیں؟ اس میں

---

[1] وطی بالشبہ کا مطلب یہ ہے کہ بیوی سمجھ کر غلطی سے ہمبستری کرے (محمد رشید حسن قاسمی)

متعدد وجوہات کی بنا پر تردّد ہے بوقتِ ضرورت کتبِ مذہب اور علماء سے تحقیق کر لی جاوے۔

البتہ اگر یہ مرد ہو تو اُس نے جو شہادت دی ہے وہ خود اُس کے حق میں اقرار ہے اگر آئندہ کسی ایسی عورت سے نکاح کرے جو اُس عورت کے اصول و فروع میں سے ہو یا پہلے سے کوئی ایسی عورت اُس کے نکاح میں ہو تو ماخوذ بالاقرار ہوگا۔ کما لایخفی واللہ اعلم بالصواب۔

اگر خاوند کو غالب گمان ہو کہ ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے جس سے حرمتِ مصاہرت متحقق ہو گئی تو اس کو انکار کرنا حرام ہے۔ اگر اُس نے جھوٹا حلف کر لیا اور اُس پر قاضی نے فیصلہ کر دیا تو اُس کی تفصیل عنقریب مسئلہ دوم میں آتی ہے۔

اگر عورت کا دعویٰ صحیح تھا مگر شہادتِ معتبرہ پیش نہ ہو سکی اور خاوند نے حلف کر لیا اس واسطے قاضی نے مقدمہ خارج کر دیا یعنی نہ تفریق کی اور نہ زوجیت میں رہنے کا حکم کر دیا تو اس عورت کے لیے جائز نہیں کہ اپنے اختیار سے شوہر کو اپنے نفس پر قدرت دے۔ بلکہ خلع وغیرہ کے ذریعہ اپنے آپ کو اُس سے علیحدہ کرنے کی کوشش کرے اور اگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہو تو جبتک اپنا بس چلے اس شوہر کو پاس نہ آنے دے۔ کما صرح بہ فی الدرالمختار وغیرہ فیمن سمعت من زوجہا الطلاق الثلٰث ولا بینتہ لہا۔ اور اگر قاضی نے عورت کا دعویٰ رد کرنے کے ساتھ یہ حکم بھی کر دیا کہ بدستور اس شوہر کی زوجیت میں رہے تو اس صورت میں عورت کو تمکین جائز ہے یا نہیں اس کے متعلق نہ تو کوئی جزئیہ ملا اور نہ قواعد سے کچھ احقر کی فہمِ ناقص میں آیا اور خود غور و تلاش کے بعد جب مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند سے مکالمت پر بھی مسئلہ حل نہ ہوا تو حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم سے مراجعت کی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ قواعد سے صاف واضح ہے کہ اس صورت

میں بھی عورت کو تمکین جائز نہیں۔ کیونکہ یہ حکم نہ عقد کے متعلق ہے نہ فسخ کے جن میں امام صاحب کے نزدیک قضاءِ قاضی باطناً بھی نافذ ہو جاتی ہے بلکہ یہ حکم ایسا ہے جیسا کہ املاکِ مرسلہ کا حکم شہادتِ زور کی بناء پر اور اُس حکم سے کسی کے نزدیک بھی باطناً ملک ثابت نہیں ہوتی۔ و نیز یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ مجھ کو اس میں شرحِ صدر ہے کچھ تردد نہیں اور مفتی صاحب موصوف نے بھی اس میں موافقت فرمائی مگر احقر کو ہنوز شرحِ صدر نہیں ہوا ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرًا ہاں یہ ظاہر ہے کہ جب تک کسی جزئیہ سے یا قواعد سے شرحِ صدر کے ساتھ جوازِ تمکین ثابت نہ ہو اُس وقت تک حضرتِ والا کے ارشاد پر عمل واجب ہے۔ واللہ اعلم۔

خیارِ بلوغ

نابالغ لڑکے اور لڑکی کا سب سے مقدم ولی باپ[1] ہے۔ اگر باپ نابالغ کا نکاح کر دے تو وہ نکاح لازم ہو جاتا ہے یعنی بلوغ کے بعد بھی لڑکے لڑکی کو اُس کے فسخ کرانے کا اختیار نہیں رہتا خواہ کفو میں نکاح کیا ہو یا غیر کفو میں[2]۔ اور مہر مثل مقرر ہوا ہو یا مہر میں غبن فاحش کیا ہو رغبن فاحش لڑکی کے بارہ میں تو یہ ہے کہ اُس کے مہر مثل سے اتنی کمی کر دی ہو جتنی کی عموماً گوارا نہیں ہو سکتی اور لڑکے کے بارہ میں یہ ہے کہ اُس کا نکاح جس لڑکی سے ہوا ہے اُس لڑکی کے مہر مثل سے اتنا زیادہ مقرر کیا کہ

---

[1] اگر کوئی بااولاد عورت یا مرد مجنون ہو جاوے تو اُس کا سب سے مقدم ولی بیٹا ہے اور بیٹے کا کیا ہوا نکاح سب احکام میں اُسی نکاح کے برابر ہے جو باپ نے کیا ہو ۱۲

[2] یہ حکم جب ہے جبکہ نکاح کرنے کے وقت باپ کو غیر کفو ہونے کا علم ہو اور اگر اُس نے زوج یا ولی زوج وغیرہ کے بیان کی بناء پر کفو سمجھ کر کیا تھا اور بعد میں ثابت ہوا کہ کفو نہیں تو اُس کا حکم خیارِ کفاءت میں معلوم ہوگا

کہ اُس زیادتی کو عموماً ناگوار سمجھا جاتا ہے مگر غیر کفو کے ساتھ اور غبن فاحش پر نکاح کے صحیح ہونے کے لیے دو شرطیں ہیں۔

اوّل یہ کہ وہ شخص نکاح کرنے کے وقت ہوش حواس سالم رکھتا ہو پس اگر نشہ کی حالت میں ایسا کیا تو نکاح بالکل ہی باطل ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ معروف بسوء الاختیار نہ ہو یعنی اس کے قبل کوئی واقعہ ایسا نہ ہوا ہو جس کی بناء پر عموماً خیال ہو جاوے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کی وجہ سے مصلحت اور انجام بینی کو مدنظر نہیں رکھتا پس اگر کوئی شخص لالچ یا ناعاقبت اندیشی کے سبب بدتدبیری میں مشہور و معروف ہو وہ اگر نابالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح غیر کفو سے کر دے یا مہر میں غبنِ فاحش کرے تو وہ نکاح بھی بالکل باطل ہے۔

اور جو شخص فاسق (یعنی بے باک اور بے غیرت) ہو وہ الاختیار کے حکم میں ہے کما فی اوائل باب الولی من الدر المختار مع الشامی (ص۴۶ جلد ۲)

اس کو خوب یاد رکھیں اکثر لوگ اس سے ناواقف ہیں۔ اور ان دونوں شرطوں کا

---

[1] اگر باپ، دادا خود نکاح پڑھا دیں تب بھی یہی حکم ہے اور اگر مقدار مہر معیّن کر کے کسی معیّن شخص سے نکاح پڑھانے کے لیے کسی کو وکیل بنا دیا ہے تب بھی یہی حکم ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو مہر کی مقدار اور شوہر کی تعیین کئے بدون ہی وکیل بنا دیا کہ میری لڑکی کا کسی جگہ نکاح کر دو تو اُس وکیل کو غیر کفو سے اور غبن فاحش پر نکاح کرنے کا اختیار نہیں اگر کر دیا تو باطل ہے کما یأتی عن الدر فی العبارات الآتیۃ من قولہ وان کان المزوج غیرھما الخ ومن قولہ لو عین لوکیلہ القدر الذی ھو غبن فاحش الخ وکما اذا صرح فی الوکیل ان زوجھا بغیر کفو اوقال زوجھا بغبن فاحش

حاصل یہ ہے کہ جب اُس نے نکاح کیا ہے اُس وقت اُس کی ظاہری حالت سے کم از کم خیر خواہی کی توقع ہو سکتی ہو۔

حق ولایت

اور جب باپ نہ ہو تو دادا ولی ہوتا ہے اور دادا جو نکاح کر دے اُس میں وہی تفصیل ہے جو باپ کے متعلق گذر چکی یعنی مذکورہ دو شرطیں اگر پائی جاویں تب تو نکاح لازم ہو جاتا ہے ورنہ بالکل باطل ہے۔ اور دادا کے بعد بھائی چچا وغیرہ کو بترتیب[1] حق ولایت پہنچتا ہے مگر وہ باپ دادا کے برابر نہیں بلکہ اُن کا جُدا حکم ہے یعنی اگر باپ دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کر دے یا مہر غبن فاحش کے ساتھ مقرر کر دے تب تو نکاح بالکل ہی نہیں ہوتا خواہ اُس نے نہایت ہی خیر خواہی سے ایسا کیا ہو۔

کفو میں مہر مثل پر کیا ہوا نکاح

اور اگر کفو کے ساتھ مہر مثل پر کیا ہو تو اُس وقت نکاح صحیح تو ہو جاتا ہے لیکن لازم نہیں ہوتا۔ یعنی لڑکے لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار ہوتا ہے کہ اس نکاح کو باقی رکھیں یا فسخ کرالیں جس کی شرط ابھی آتی ہے اور اس اختیار کو خیارِ بلوغ کہا جاتا ہے۔

اور خیارِ بلوغ میں نکاح فسخ ہونے کے لیے قضائے قاضی ہر حال[2] میں شرط ہے بدون قضائے قاضی کسی حال میں نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔

اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں مسلمان حاکم یا پنچایت علی الترتیب فسخ کر سکتی ہے کما مر مرارا مع الشرائط فی اصل الرسالۃ۔

---

[1] شریعت نے خاص ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے ولایت کا حق بہت لوگوں کو دیا ہے جس کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم ہو سکتی ہے ۱۲ منہ

[2] یعنی چاہے لڑکا بالغ ہو کر فسخ کا خواہاں ہو یا لڑکی

تنبیہ

بالغہ کے فسخِ نکاح کی شرائط بالغ ہونے پر فسخ نکاح کا جو اختیار حاصل ہوتا ہے اُس میں اس امر کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ کب تک باقی رہتا ہے اور کس کس وجہ سے نکاح لازم ہو کر فسخ کا اختیار باطل ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اُس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ عمل کے وقت اس کا خاص طور پر دھیان رکھا جائے۔

اگر بالغہ نکاح فسخ کرنا چاہے؟ تفصیل یہ ہے کہ جو لڑکی بالغ ہونے پر نکاح تڑوانا چاہتی ہے۔ اگر وہ[1] باکرہ ہو تو اس کو اختیار فسخ حاصل ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ جس وقت[2] آثارِ بلوغ ظاہر ہوں

---

[1] باکرہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نہ اس خاوند سے ہمبستری کی نوبت آئی ہو نہ اس سے قبل اور خاوند سے

[2] یہ جب ہے کہ پندرہ سال سے قبل آثارِ بلوغ ظاہر ہوجائیں ورنہ جس وقت پورے پندرہ سال کی عمر ہوجائے اُس وقت کا اعتبار ہوگا مثلاً کوئی لڑکی رمضان سنہ [illegible]ھ کی ۷ تاریخ کو عین طلوع آفتاب کے وقت پیدا ہوئی اور رمضان [illegible]ھ تک کوئی علامت بلوغ کی نہ پائی گئی تو ۷ رمضان [illegible]ھ کو ٹھیک طلوع آفتاب کے وقت اُس کو شرعاً بالغ سمجھا جاوے گا پس اگر اُس باکرہ نے اُسی وقت فوراً زبان سے نکاح فسخ کردیا تو اُس کا اعتبار ہوگا ورنہ اگر ذرا بھی تاخیر کی تو خیار بلوغ باطل ہوگیا اور اسی طرح خیمہ نے یا لڑکے نے وقت مذکور کے بعد قولاً یا فعلاً رضامندی ظاہر کردی تو نکاح لازم ہو جائے گا اور یہ بھی یاد رکھیں کہ عمر کا حساب قمری سال سے کیا جاوے۔ انگریزی وغیرہ کا اعتبار نہیں واعتبار البلوغ بالسن فی ھذا الباب لم نرہ صریحا ولکن لفظ البلوغ فی عبارۃ الفقہاء مطلق فیندرج فیہ جمیع صور البلوغ واللہ اعلم ۱۲ منہ

اسی وقت فوراً بلا کسی تاخیر کے زبان سے یہ کہہ دے کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں
چاہیے اُس وقت کوئی اُس کے پاس موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں فوراً زبان سے
کہنا شرط ہے۔ البتہ اگر کھانسی یا چھینک وغیرہ کی وجہ سے فوراً بولنے کی قدرت
نہ ہوئی یا کسی نے جبراً منہ بند کر دیا ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے جو تاخیر ہو جاوے
اُس کے باعث خیار فسخ باطل نہیں ہوتا ہوتا بشرطیکہ مجبوری رفع ہوتے ہی فوراً
کہہ دیا ہو اور بدون کسی مجبوری کے اگر زبان سے کہنے میں ذرا بھی دیر کی تو یہ اختیار
باطل ہو گیا اور فسخ کرانا جائز نہ رہا۔ اگر غلط بیان کر کے فسخ کرا لے گی تو سخت
گنہگار ہو گی۔ ولکن ان احتالت للفسخ ینفذ القضاء ظاهرا و باطنا عند الامام
رحمه الله تعالىٰ والله اعلم۔

نیز باکرہ کو اس کی بھی ضرورت ہے کہ زبان سے کہنے پر کم از کم دو مرد یا
ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنا لے تاکہ قاضی وغیرہ کے پاس معاملہ پیش ہونے
پر کام آویں اور گواہ بنانے کا تفصیلی حکم روایاتِ فقہیہ کے بعد بعنوان فائدہ موعودہ
آوے گا اُس کو ضرور دیکھ لیا جائے۔

اور اگر وہ لڑکی ثیبہ[1] ہے تو پھر اُس کو فوراً کہنا ضروری نہیں۔ بلکہ جب تک
رضامند نہ ہو گی اُس وقت تک منظور رکھنے نہ رکھنے کا اختیار باقی رہتا ہے چاہے
کتنا ہی زمانہ گذر جائے صرف خاموش رہنے کی وجہ سے ثیبہ کا خیار بلوغ باطل نہیں
ہوتا۔ البتہ اگر بعد بلوغ زبان سے کہہ دے گی۔ کہ یہ نکاح منظور ہے یا کوئی کام[2] ایسا

---

[1] ثیبہ وہ ہے جس سے ہمبستری ہو چکی ہو خواہ اس خاوند سے یا اُس سے پیشتر کسی اور خاوند سے
والموطوءة بالشبهة او النكاح الفاسد والتي حدث بالزنا او تكرر زناها و شاع بين الناس
ثيبة ايضاً كما في الدر المختار باب الولي تفسير البكر

[2] مثلاً خاوند نے اُس کی رضامندی سے بوسہ وغیرہ لے لیا یا ہمبستری کر لی

کرے گی جس سے رضامندی پائی جائے تو اختیار باطل ہو جائے گا۔ اور پھر ثیبہ کو نامنظوری پر گواہ بنانے کی بھی ضرورت نہیں۔ بلکہ اس کو صرف یہ دعویٰ کرنا کافی ہے کہ میں ثیبہ ہوں اور بالغ ہو چکی ہوں اب اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہوں اور لڑکے کا حکم بھی یہی ہے جو ثیبہ کا ہے یعنی بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ جب تک قولاً یا فعلاً[1] منظور نہ کرے اُس وقت تک اختیار باقی رہتا ہے۔ پس اگر کسی لڑکے یا ثیبہ لڑکی نے بعد بلوغ ایک مرتبہ بھی زبان سے کہہ دیا کہ یہ نکاح منظور ہے تو اب فسخ کا مطالبہ حرام ہے خواہ اس منظوری کو بالکل تنہائی میں یا آہستہ کہنے کی وجہ سے کسی اور نے سُنا بھی نہ ہو اسی طرح اگر بلوغ کے بعد تقبیل وغیرہ کی نوبت آئی ہو۔ تب بھی خیار فسخ نہیں رہتا نیز دعوے[2] کی صورت بھی لڑکے کے واسطے وہی ہے جو ثیبہ کے لیے ابھی گذر چکی۔

اور یہ سب تفصیل جب ہے جب کہ بلوغ سے پیشتر اُن کو نکاح کی اطلاع ہو چکی ہو اور اگر کسی کو بلوغ سے پیشتر نکاح کی خبر ہی نہ ہوئی ہو تو جب خبر ملے تب خیار بلوغ حاصل ہوگا۔ اور لڑکی لڑکے کے واسطے اختیار باقی رہنے نہ رہنے کی جو تفصیل ابھی گذری ہے اُس سب کا لحاظ خبر ملنے کے وقت سے کیا جائے گا۔

وھذہ المسائل کلھا فی الدر المختار مع حاشیۃ للعلامۃ الشامی رحمہ اللہ تعالیٰ حیث قال صاحب الدر (ولزوم النکاح ولو بغبن فاحش) بنقص مھرھا وزیادۃ مھرہ (او) زوجھا (بغیر کفوء ان کان الولی) المزوج بنفسہ لغبن (ابا او جدا) وکذا المولیٰ وابن المجنونۃ (لم یعرف منہ ما سوء الاختیار) مجانۃ

---

[1] فعلاً منظور کرنے سے مراد وطی یا اُس کے دواعی وغیرہ ہیں ۱۲ منہ

[2] وفی حاشیۃ البحر للعلامہ الشامی ان الاقرب القول الثانی (ص ۱۳۶ ج ۳) قلت لعل الاختلاف لاختلاف الزمان او المکان فالاولیٰ ان لایقدر بل ینظر الی العرف واللہ اعلم ۱۲ منہ

وفسقا (وان عرف لا) یصح اتفاقا وکذا لو سکران الخ وفی رد المحتار تحت قولہ (بغبن فاحش) ہو ما لا یتغابن الناس فیہ ای لا یتحملون الغبن فیہ احترازا عن الغبن الیسیر وہو ما یتغابن الناس فیہ ای یتحملونہ قال فی الجوہرۃ والذی[1] یتغابن فیہ الناس مادون نصف المہر قالہ شیخنا موفق الدین وقیل مادون العشر اھ وتحت قولہ (بغیر کفوء) بان زوج ابنہ امۃ او بنتہ عبدا الخ وتحت قولہ (بنفسہ) احترز بہ عما اذا وکل وکیلا بتزویجہما وسیأتی بیانہ قریبا ح وتحت قولہ (بغبن) کان علیہ ان یقول او بغیر کفوء ولو قال المزوج بنفسہ علی الوجہ المذکور کما قال فی المنح لسلم من ہذا ح وتحت قولہ (وابن المجنونۃ) ومثلہا المجنون قال فی البحر المجنون والمجنونۃ اذا زوجہما الابن ثم افاقا لا خیار لہما وتحت قولہ (لو یعرف منہما الخ) ای من الاب والجد وینبغی ان یکون الابن کذلک وتحت قولہ (مجانۃ وفسقا) وفی شرح المجمع حتی لاخیار لہما وتحت قولہ (لم یعرف منہما الخ) ای الاب والجد وینبغی ان یکون الابن کذلک وتحت قولہ (مجانۃ وفسقا) وفی شرح المجمع حتی لو عرف من الاب سوء الاختیار بسفہہ او بطمعہ لا یجوز عقدہ اجماعا اھ (ص ۲۹۸ جلد ۲) ثم قال (وان کان المزوج غیرہما)[2] ای غیر الاب وابیہ ولو الام او القاضی او وکیل الاب لکن فی النہر بحثا لو عین لوکیلہ القدر صح (لا یصح النکاح (من غیر کفوء او بغبن فاحش اصلا) وما فی صدر الشریعۃ صح ولہما فسخہ وہم (وان کان کفوء وبمہر المثل صح و) لکن (لہما) ای لصغیر وصغیرۃ (ملحق بہما (خیار الفسخ) ولو بعد الدخول وبالبلوغ او العلم بالنکاح بعدہ) (الی قولہ) بشرط القضاء للفسخ اھ وقال

---

[1] ہذا یدل علی ان الکفاءۃ معتبرۃ فی نکاح کل من الصغیر والصغیرۃ کما حققہ العلامۃ الشامی۔

[2] ای ان کان العقد بغیر الکفوء او بغبن فاحش۔

الشامی تحت قوله غیر الاب وابیہ) الا ولی ان یزید والابن والمولی لما مر وتحت قوله (لو عینین توکیلہ القدر) الذی ہو غبن فاحش فہر وکذا لو نوعین رجلا غیر کفوء کما بحثہ العلامۃ المقدسی وتحت قوله (اصلا) ای لا لاضرلہ لاموقوفا الرضا بعد لسوع وتحت قوله (وملحق بہما) کالمجنون[له] والمجنونۃ اذا کان المزوج لہما غیر الاب والجد والابن بان کان اخا او عما مثلا وتحت قوله (بالبلوغ) ای اذا علما قبلہ او عندہ قہستانی وتحت قوله (او العلم الخ) ای بعد البلوغ بان بلغا ولم یعلما بہ ثم علما بعدہ وتحت قوله (للفسخ) ای ہذا الشرط انما ہو للفسخ لا لثبوت الاختیار وحاصلہ ان المزوج اذا کان للصغیر والصغیرۃ غیر الاب والجد فلہما الخیار بالبلوغ او العلم بہ فان اختار الفسخ لا یثبت الفسخ الا بشرط القضاء اہ (ص ۵ ج ۲) ثم قال (ویبطل خیار البکر بالسکوت) لو مختارۃ (عالمۃ باصل (النکاح) ولا یمتد الی آخر المجلس وان جہلت بہ بخلاف المعتقۃ (وخیار الصغیر والثیب اذا بلغا لا یبطل) بالسکوت (بلا صریح) رضاء (او دلالۃ علیہ کقبلۃ ولمس ودفع مہر (ولا) یبطل (بقیامہما عن المجلس) لان وقتہ العمر فیبقی حتی یوجد الرضاء اہ ملخصا وقال الشامی (قوله لو مختارۃ) اما لو بلغتہا الخبر العطاس او السعال فلما ذہب عنہا قالت لا ارضی بالزوال اذا متصلا الخ (قوله آخر المجلس) ای مجلس بلوغہا او علمہا بالنکاح کما فی الفتح (قوله وان جہلت بہ) ای لہا خیار البلوغ او بانہ لا یمتد (قوله والثیب) شمل ما لو کانت ثیبا فی الاصل او کانت بکرا ثم دخل بہا ثم بلغت کما فی البحر وغیرہ (قوله دفع مہر) حملہ فی الفتح

له ینبغی ان التفصیل الاتی فی البکر والثیب بعد البلوغ یجری فی المجنونۃ بعد الافاقۃ واللہ اعلم

علی ما اذا کان قبل الدخول اما لو دخل بہا قبل بلوغہا فینبغی ان لایکون دفع المہر بعد بلوغہ رضاء لانہ لا بد منہ اتمام او فسخ اھ ومثلہ یقال فی قبولہا المہر بعد الدخول بہا او الخلوۃ افادہ ط (ص۵۰۶ جلد۲)

باکرہ کو نکاح نامنظور کرنے کیلئے گواہ ضروری ہیں

باکرہ لڑکی بالغ ہونے کے بعد جب نکاح نامنظور کرے تو اس کو نامنظوری پر گواہوں کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیسا کہ اس سے پہلے گذر چکا ہے لیکن وہ مختصر تھا اس وجہ سے تفصیل لکھی جاتی ہے تفصیل یہ ہے کہ گواہ بنانے کی ۲ دو صورتیں ہیں ۔

پہلی صورت یہ ہے کہ لڑکی جس وقت بالغ ہوئی ہے اُس وقت اگر اس کے پاس گواہ موجود ہیں جب تو اُسی وقت اُسی کو کہہ دینا چاہیئے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہوں ۔

بالغہ کو نکاح، رَد کرنے کیلئے اگر فوراً نہ مل سکیں

دوسری صورت یہ ہے کہ اس وقت گواہ موجود نہ ہوں اس صورت میں زبان سے فوراً نامنظور کر کے گواہوں کو بلا یا جائے یا خود ان کے پاس چلی جائے اور گواہ جلدی مل جائیں یا دیر سے ملیں بہرصورت ان کے سامنے یہی کہنا چاہیے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور نکاح فسخ کرانا چاہتی ہوں ہرگز یہ بات ظاہر نہ کرے کہ میں ابھی کچھ دیر ہوئی بالغ ہوئی ہوں یہاں تک کہ اگر گواہ واضح طور پر بھی معلوم کریں کہ تم کب بالغ ہوئی ہو؟ جب بھی تفصیلی طور پر واقعہ بیان نہ کرے بلکہ یہی جواب دے[1] کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں یا صرف اس قدر کہہ دے

---

[1] ویجوز الکذب لا حیاء الحق کما ھو مصرح فی ھذا الباب من کتب الفقہ وفی ابواب اُخر ولکن یختلج فی القلب اما جوزوا التفریق بعض قولہا عند القاضی انی فسخت کما

کریں نے بالغ ہوتے ہی نکاح کو فسخ کر دیا ہے کیونکہ اگر گواہان سے تفصیلی واقعہ ظاہر کر دے گی تو اس کو غیر واضح الفاظ میں گواہی دینا جائز نہ ہوگا اور اگر تفصیلی گواہی دی تو یہ گواہی اس کے حق میں مفید نہیں ہوگی اور مجمل الفاظ میں واقعہ سن کر گواہی دینا جائز ہے اُن کو نہ اس کی ضرورت ہے کہ تفصیل معلوم کریں نہ اس کا حق ہے پھر قاضی کے یہاں درخواست دینے کی تین صورت ہیں۔

اگر گواہان کے سامنے بالغہ نکاح ادا کر دے؟

اگر حسبِ ضابطۂ شرع گواہان ہو چکی ہو تو اس صورت میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کا) بلغت وهو صدقا ينبغيه من الابتلاء بالكذب فيكف جوزوها الكذب فيه عند الشهود والقاضي۔

لہ واضح رہے کہ ان تین صورتوں میں سے یعنی جب گواہان کی گواہی ہو چکی ہو تو اس کو ایک مہینہ تک درخواست پیش کرنے کی مہلت ہے اگر ایک مہینہ گذر گیا تو خیار فسخ ختم ہو گیا کیونکہ یہ اختیار، اختیار حق شفعہ جیسا ہے اور حق شفعہ میں ایک مہینہ تک خاموش رہنے سے اختیار ساقط ہو جاتا ہے (شامی) اور دوسری صورت میں حتی الوسع جلدی کرنا لازم ہے لیکن اس جلدی کرنے کی کتب فقہ میں خاص حد نہیں ہو سکی البتہ "خلاصۃ الفتاوی" سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر چند روز تک مقدمہ پیش نہ ہوا تو خیار ساقط ہو جائے گا وہ روایت یہ ہے قال هشام سألت محمد عن صغيرة زوجها عمها فماتت فبعث خادمها ايدعها شهودا فلم يقدر وهي في موضع ينقطع عن الناس فمكثت اياما قال الزمها النكاح خلاصه في خيار البلوغ صـ۲۵ ج۲۔ اور تیسری صورت کا حکم بھی قواعد سے وہی معلوم ہوتا ہے جو کہ دوسری صورت کا ہے لان الاعمال في الصورة الاولى كان لتقرر الحق بالاشهاد والتقرر بالاشهاد مفقود في الثالثة وفي الثانيه والله اعلم بالصواب۔

ضروری گذارش: چونکہ اس حاشیہ کا یہ سب مضمون قواعد سے لکھا گیا ہے اس لیے عمل کے وقت کسی معتمد فقیہ عالم محقق سے بھی دریافت کر لینا ضروری ہے۔

عورت قاضی (یا اس کے قائم مقام (یعنی شرعی کمیٹی) وغیرہ میں اس طریقہ سے درخواست پیش کرے کہ میں فلاں دن بالغ ہونے پر نکاح کو نامنظور کر چکی ہوں اور نامنظوری کے فلاں فلاں حضرات گواہ ہیں اس وجہ سے میرا نکاح فسخ کر دیا جائے عورت کی اس درخواست پر (یعنی دعویٰ پر) شہادت کے بعد تفریق ہو جائے گی۔

اگر معتبر گواہ نہ مل سکیں

اگر کسی عورت کو معتبر گواہ نہ مل سکیں یا گواہوں سے اس قسم کی تفصیل ظاہر کر دی جس سے ان کو مفید گواہی دینا جائز نہ رہا تو پھر یہ صورت ہے کہ عورت جہاں تک ہو سکے جلد از جلد درخواست دے اور درخواست میں یہ ظاہر نہ کرے کہ کب بالغ ہوئی ہے بلکہ صرف اتنا کہے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح فسخ کر دیا ہے۔ لہذا فسخ کا حکم دے دیا جاوے۔ اگر قاضی دریافت بھی کرے کہ کب بالغ ہوئی ہے تب بھی نہ بتلا دے اگر بتلا دیا تو پھر تفریق نہ ہو سکے گی۔ اور ایسی درخواست پر صرف حلف لے کر نکاح فسخ کرا دیا جاوے گا۔

بالغ ہوتے ہی نکاح کرنا

سوم: ایک صورت درخواست کی یہ ہے کہ صاف کہہ دے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں اور یہ نکاح مجھے منظور نہیں اس واسطے فسخ کرانا چاہتی ہوں اس صورت میں نہ کسی گواہ کی حاجت ہے نہ حلف کی۔ بلکہ بدون شہادت اور حلف ہی قاضی اس درخواست کو قبول کر کے نکاح کو فسخ کر دے۔

قال العلامة الشامی بعد نقل عبارة البزازیة وغیرها قلت وتحصل من مجمع ذلك انها لو قالت بلغت الآن وفسخت تصدق بلا بینة ولا یمین ولو قالت فسخت حین بلغت تصدق بالبینة او الیمین ولو قالت بلغت امس وفسخت فلا بد من البینة الخ (صفحہ ۳۷ ج ۲)

اگر حقیقۃً بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہہ دیا ہے کہ میں اس نکاح کو فسخ

کرتی ہوں تب تو اس کو جائز ہے کہ گواہوں سے یا قاضی سے اصل واقعہ چھپا کر یہ کہہ دے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں۔

اور اگر بلوغ کے بعد اس کہنے میں ذرا بھی دیر کر دی تھی تو خیار فسخ باطل ہو گیا اب اُس کو ہرگز جائز نہیں کہ شہادت اور درخواست کے قبول ہونے کا حیلہ کرے۔ اگر حیلہ کرے گی تو سخت گنہگار ہو گی۔

ولکن ان احتالت مع سقوط الخیار وحکم القاضی بالفسخ النکاح عند الامام لان القضاء عنده ینفذ ظاهراً وباطناً فی العقود والفسوخ

خیارِ کفارت

غیر کفو میں نکاح ہونے کی کئی صورتیں ہیں بعض میں نکاح بالکل باطل ہے اور بعض میں صحیح اور لازم ہو جاتا ہے۔ یعنی فسخ کا اختیار بھی نہیں رہتا اور بعض میں صحیح تو ہوتا ہے مگر لازم نہیں ہوتا۔ بلکہ فسخ کا اختیار رہتا ہے۔ یہاں اصل مقصود تو انھیں صورتوں کا بیان کرنا ہے جن میں خیار فسخ ہو۔ کیونکہ قضائے قاضی کی ضرورت صرف اس صورت میں پڑتی ہے لیکن ہم عوامی فائدہ کے لیے تمام صورتیں درج کرتے ہیں اور ہر ایک صورت کا علیحدہ حکم تحریر کرتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

بلا اجازت ولی نکاح پہلی صورت یہ ہے کہ بالغ عورت بغیر اجازت ولی عصبہ غیر کفو میں نکاح کرے اس صورت میں فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوتا بلکہ بالکل باطل ہے یہاں تک کہ اگر نکاح کے بعد ولی عصبہ

ضروری گذارش: چونکہ اس حاشیہ کا یہ سب مضمون قواعد سے لکھا گیا ہے اس لیے عمل کے وقت کسی فیہ عالم محقق سے بھی دریافت کر لینا ضروری ہے۔

جائز بھی رکھے تب بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ نکاح سے پہلے اجازت ہونا شرط ہے اس وجہ سے عورت کے لیے ضروری ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرے تو نکاح کالعدم ہونے کی وجہ سے عورت ہمیشہ گناہ میں مبتلا رہے گی ، جیسا کہ درمختار میں ہے ۔

" نفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولی اذا کان عصبة ولو غیر محرم کابن عم فی الاصح خانیة وخرج ذو الارحام والام وللقاضی الاعتراض فی غیر الکفوء مالم تلد ویفتی بعدم جواز واصلا الخ وفی رد المحتار هذه روایة الحسن عن ابی حنیفةؒ وایده صاحب الدر بقوله هو المختار للفتوٰی والعلامة الشامی وغیره بقول شمس الائمة وهذا اقرب الی الاحتیاط ۔

نکاح بلا اجازت ولی شامی کی عبارت کا مفہوم

عبارتِ بالا کا ترجمہ اور مفہوم یہ ہے کہ آزاد بالغ مکلف عورت کا نکاح ولی کی بغیر اجازت (بھی) نافذ ہو جائے گا جبکہ اس کے ولی عصبہ ہو اگرچہ غیر محرم ہی ہو جیسے کہ چچا کا لڑکا ۔

صحیح مذہب میں یہی قول ہے (خانیہ) اس قید سے ذوی الارحام اور ماں خارج ہیں ، اور قاضی کو عورت کے غیر کفو میں نکاح کرنے کی صورت میں جب تک عورت کے بچہ پیدا نہ ہو ، حق اعتراض ہے ، اور ایسے نکاح کے ناجائز ہونے کا بھی فتویٰ دیا گیا ہے ۔

رد المحتار میں ہے کہ یہ حضرت امام ابو حنیفہؒ سے حسن کی روایت ہے اور اس روایت کی صاحب درمختار نے عبارت " وھو المختار للفتویٰ " سے اور علامہ شامی نے شمس الائمہؒ کے قول سے تائید فرمائی ہے اور یہ قول احتیاط سے زیادہ قریب ہے

غیر کفو میں بلا اجازت ولی نکاح

مذکورہ بالا عبارت سے اس صورت کا بھی حکم معلوم ہو گیا کہ جس میں عورت کو شوہر کے غیر کفو ہونے

کا علم نہ ہو اور کفو ہونے کی شرط کر کے یا بلا شرط نکاح کیا ہو، اور بعد میں معلوم ہو جائے کہ وہ شخص کفو نہیں ہے تو عورت پر ضروری ہے کہ معلوم ہوتے ہی اس شخص سے علیحدہ ہو جائے، کیونکہ مفتیٰ بہ قول کے موافق غیر کفو سے ولی کی بلا اجازت نکاح درست نہیں ہوتا تو جس وقت اس کا غیر کفو ہونا ظاہر ہو گیا تو اُس وقت ثابت ہو گیا کہ نکاح شروع سے ہی باطل تھا۔

"واما قول الدر المختار فلو نکحت رجلاً ولم تعلم حاله فاذا هو عبدٌ لا خيار لها بل للاولياء فهو مبنيٌ على ظاهر الرواية والّا فلا معنى الخيار الاولياء وقد علمت ان ظاهر الرواية متروك برواية الحسن والمختار للفتوٰى۔

باپ، دادا کے علاوہ کا نکاح

دوسری صورت یہ ہے کہ باپ، دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کر دیا ہو، یا نکاح باپ دادا نے کیا لیکن وہ صورت بسوء الاختیار یا فاسق متہتک نہ ہو (یعنی کھلا ہوا فاسق بے غیرت نہ ہو) اور خیار بلوغ کے باب میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے یا نشہ کی حالت میں نکاح کیا ہو اس صورت میں بھی نکاح بالکل باطل ہے جیسا کہ گذر چکا۔

باپ، دادا کے کیے گئے نکاح کی حیثیت

تیسری صورت یہ ہے کہ باپ، دادا نے ہوش و حواس کی درستگی کے ساتھ نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کیا ہو اور وہ باپ، دادا نہ تو فاسق متہتک ہو (یعنی کھلا ہوا فاسق نہ ہو) اور نہ معروف بسوء الاختیار ہو (یعنی معاشرہ میں وہ شخص اولاد کا بدخواہ یا بے حیاء بے غیرت آوارہ وغیرہ نہ مشہور ہو) اس صورت میں نکاح لازم ہو جاتا ہے اس نکاح کو فسخ کرانے کا بھی اختیار نہیں ہے کما مرفی خیار البلوغ ایضاً۔

اور یہ حکم عام ہے خواہ باپ داوا کو بوقتِ نکاح عدم کفاءت کا علم تھا یا نہ تھا۔ بہر دو صورت نکاح صحیح اور لازم ہو جاتا ہے۔ البتہ اگر دوسری صورت یعنی عدم علم کی صورت میں کفاءت کی شرط پر نکاح کیا ہو تو اُس کا حکم جُدا ہے جو صورت ششم میں آتا ہے۔

ولی کی اجازت سے غیر کفو میں نکاح

چوتھی صورت: یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازتِ ولی عدم کفاءت کا علم ہوتے ہوئے غیر کفو میں ہوا حکم اس کا یہ ہے کہ نکاح صحیح اور لازم ہو جاتا ہے اور کسی کو فسخ کا اختیار نہیں رہتا۔ کما لا یخفی لرضاھم وبسقوط وسیاتی القصریح بعدم الخیار لاحد لافی الصورۃ الخامسۃ فھذہ الصورۃ اولی بہ۔ اور یہ حکم سب اولیاء کے لیے عام ہے خواہ اب وجد ہوں یا اُن کے علاوہ کوئی دوسرا ولی ہو لیکن فرق اتنا ہے کہ اگر لڑکی باکرہ ہے اور اب وجد کی ولایت سے نکاح ہوا ہے تو اجازت کے لیے محض اُس کا سکوت کافی ہوگا اور لڑکی ثیبہ ہے یا اب وجد کے علاوہ کسی دوسرے ولی کی ولایت میں نکاح ہوا ہے تو اجازتِ صریحہ کی ضرورت ہے محض سکوت کافی نہیں۔ لما فی خزانۃ المفتین (قلمی ورق ۱۱۱) زوج ابنتہ البکر البالغۃ من غیر کفوء فعلمت بذلک فسکتت فسکوتھا لا یکون رضا الجد کالاب عند عدمہ وغیر الاب والجد لیس بولی فی النکاح بغیر کفوء فلم یکن سکوتھا رضا وفی فصل شرائط النکاح من الخانیۃ رجل زوج ابنتہ البکر البالغۃ من غیر کفوء فعلمت بذلک فسکتت قال بعضھم سکوتھا لا یکون رضا وقال بعضھم فی قول ابی حنیفۃؒ یکون رضا

لہ اور اگر عصبہ ہونے کی وجہ سے کسی دوسرے کو ولایت نکاح پہنچتی ہو تو بالغہ کو نکاح بغیر کفو میں اس کی اجازت کی ضرورت نہیں۔ جیسا کہ درمختار کی عبارت سے واضح ہے۔

لان علی قول ابی حنیفۃؒ الاب و لی فی النکاح من غیر کفوء (فتاوی قاضی خان مصطفائی جلد ا ص ۱۵۸) ۔ وظاهران هذا الاختلاف مبنی علی ان الاب والجد ولیان فی الانکاح بغیر کفوء عند الامام خلافا لصاحبیہ کما فی ردالمختار عن شرح المجمع ان تزویج الاب الصغیر والصغیرۃ من غیر کفوء او بغبن فاحش جائز عنده لا عندهما (شامی باب الولی ص ۳۰ جلد ۲) والفتوی علی قول الامام وعلیہ المتون فالمطلقۃ نصار سکوتها فی مسئلتنا هذه رضا لتحقق الاستیذان من الولی علی قول الامام المختار المفتوی واللہ اعلم۔

بشرط کفاءت ۔۔۔ لاعلمی میں بالغہ کا کفو میں نکاح

پانچویں صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح باجازت ولی کسی ایسے شخص سے ہو (جس کی کفاءت کا حال معلوم نہ تھا لیکن بوقت نکاح کفاءت کی شرط کرلی تھی یا صراحۃً تو شرط نہ کی تھی۔ مگر خاوند کی طرف سے کفو ہونا ظاہر کیا گیا تھا اور اس پر اعتماد کرکے نکاح کردیا ہو پھر خلاف ظاہر ہوا اور ثابت ہوا کہ کفو نہیں ہے ۔ یہ حکم اس صورت کا ہے کہ عورت کو بھی خیار فسخ حاصل ہوگا اور اس کے ولی کو بھی، لما فی کفاءۃ الدر المختار ما نصہ ولو زوجها برضاها ولم یعلموا بعدم الکفاءۃ ثم علموا ثم علموا ولا خیار لاحد الا اذا شرطوا الکفاءۃ او اخبرهم بها وقت العقد منّ وجوها علی ذالک ثم ظهر انه غیر کفو کان لهم بالخیار ولو الوجیه۔

باکرہ کا خیارِ سکوت

لیکن اگر عورت اب تک باکرہ ہو تو اس کا خیارِ سکوت باطل ہوجائے گا یعنی اگر اطلاع حال کے بعد فوراً کہدے کہ مجھے اس سے نکاح منظور نہیں جب تو اختیار باقی رہے گا اور بذریعہ حاکم مسلم فسخ کراسکے گی ورنہ اگر نامنظوری ظاہر کرنے میں ذرا بھی تاخیر کی تو خیارِ فسخ باقی

نہیں رہے گا۔

کنواری لڑکی اور ہمبستری شدہ لڑکی کا حکم

یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ لڑکی ابھی تاحال باکرہ (کنواری) ہو اور اگر لڑکی ثیبہ (یعنی غیر کنواری یعنی جس سے ہمبستری ہو چکی ہو) تو اس کے خاموش رہنے سے اختیار باطل نہیں ہوتا، بلکہ جب تک واضح طور پر[1] یا دلالۃً رضامندی نہ پائی جائے تو اُس وقت تک اختیار باقی رہے گا جیسا کہ در مختار شامی میں تفصیلی طور پر ہے۔ اور یہی حکم ولی کا ہے کہ اس کا خیار فسخ بھی محض خاموشی سے باطل نہیں ہوتا بلکہ واضح طور پر یا دلالت کے طور پر رضامندی کی ضرورت ہے، اور دلالۃً رضامندی کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ولی مہر وغیرہ پر قبضہ کرے جیسا کہ درمختار باب الولی میں ہے۔

ای ولیٌ لہ حق الاعتراض (المھر) ونحوہ مما یدلّ علی الرضا رضاً دلالۃً الیٰ ان قال ولا یکون سکوتہ رضاً۔ شامی ص۴۸۹ ج ۲

نکاحِ نابالغ و نابالغہ

چھٹی صورت یہ ہے کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اُس کے والد یا دادا[2] نے ایسے شخص سے کیا جس کو

---

[1] جیسے کہ شوہر، عورت کو شہوت سے چھوتے یا شہوت سے عورت کا بوسہ لے یا مہر یا نان و نفقہ ادا کرے اور بیوی اس کو بوسہ دے یا شہوت سے چھونے پر قدرت دے دے یا مہر وغیرہ قبول کرلے تو یہ دلالۃً رضامندی ہے اور مہر کا قبول کرنا رضامندی کی دلیل اُس وقت ہے جبکہ بالغ ہونے سے خلوتِ صحیحہ نہ ہو چکی ہو جیسا کہ درمختار میں اور رد المحتار میں صراحت ہے۔

[2] اسی طریقہ سے مجنون اور مجنون کا بیٹا ان احکام میں باپ کے برابر ہے جیسے کہ گذر چکا

نکاح میں کفو ہونے کی شرط : نکاح میں اگر کفاءت کی نہ تو شرط لگی تھی (بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر)

اُس کے بیان کی وجہ سے کفو سمجھا گیا تھا یا کفو ہونے کی شرط کر لی گئی تھی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ غیر کفو ہے تو اس صورت میں یہ تفصیل ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے تو صرف باپ دادا کو اختیار ہے اگر اُس نے فسخ کرا دیا تو فسخ ہو جائے گا۔ اور اگر حقیقت ظاہر ہونے کے بعد بھی نکاح کو منظور رکھا تو لازم ہو جائے گا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کا) نہ شوہر نے ایسا کفو ہونا بیان کیا تھا بلکہ باپ، دادا نے محض اپنے گمان سے کفو سمجھ کر نکاح کر دیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ کفو نہیں ہے تو اس صورت میں خیار کفاءت ہونے یا نہ ہونے میں باوجود تلاش سے کوئی امر واضح نہیں ہو سکا۔

بعض جزئیات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کفارت کے گمان سے نکاح کرنے اور پھر خلاف ظاہر ہونے کی صورت میں مطلقاً خیار فسخ حاصل ہوتا ہے خواہ یہ گمان کفاءت شوہر کے بیان وغیرہ سے پیدا ہوا ہو یا خود لڑکی والوں نے یہ گمان کر لیا ہو اور بعض دوسرے جزئیات میں یہ خیار اس قید کے ساتھ مقید ہے کہ ظن کفاءت شوہر کے بیان کی بنا پر کیا گیا ہو، اس لیے اس بات میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ دونوں مسئلے جدا جدا ہیں اور ہر دونوں صورتوں میں خیار فسخ حاصل ہے یا مطلق مقید پر محمول ہے اور بغیر اخبار زوج کے محض ظن کفارت خیار فسخ کے لیے کافی نہیں ہے اور ہمیں قواعد سے رجحان اس کو معلوم ہوتا ہے کہ مطلق کو مقید پر محمول کیا جائے اور ظن کفارت بلا اخبار زوج کی صورت میں خیار فسخ نہ دیا جائے۔ یہ جزئیات فقہیہ رد المحتار باب الولی میں من قوله دوان عرف لا یصح النکاح) استشکل ذلك الخ اور باب الکفاءت میں من قوله (فلو نکحت الخ) آلتفریع الی آخرہ اور باب العنین میں من قوله (لو تزوجته على انه حر الی قوله لها الخیار) ای لعدم الکفاءة الی آخرہ اور بحر الرائق باب الکفاءة میں قول کتر ولو زوج طفلہ غیر کفو کی شرح مع حاشیہ منحة الخالق اور خانیہ آخر باب الکفاءة میں رجل زوج بنته الصغیرة الخ میں اہل علم بوقت ضرورت مراجعت کر کے کسی جانب کو خود ترجیح دے کر عمل کریں ہماری ترجیح پر نہ رہیں

اور اگر باپ دادا نے سکوت کیا تو صرف اس کے سکوت سے اختیار باطل نہ ہو گا بلکہ باپ دادا کو بھی اختیار رہے گا اور بالغ ہونے پر لڑکے لڑکی کو بھی اختیار حاصل ہو جائے گا۔ اس لیے بالغ ہونے کے بعد نکاح لازم ہونے کے واسطے دونوں کی رضامندی شرط ہے۔ باپ دادا کی بھی اور لڑکے یا لڑکی کی بھی پس بلوغ کے بعد لڑکے یا لڑکی اور باپ یا دادا میں سے ایک بھی چاہے تو نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔ اگرچہ دوسرا فریق نکاح پر رضامند ہو جاوے۔

لما قال فی فتاویٰ قاضیخان (ص۱۲۴ ج۱) رجل زوج ابنتہ الصغیرۃ من رجل ذکر انہ لا یشرب المسکر فوجدہ شریبا مدمنا فبلغت الصغیرۃ وقالت لا ارضی قال الفقیہ ابو جعفرؒ ان لم یکن اب البنت یشرب المسکر وکان غالب اھل بیتہ الصلاح فالنکاح باطل لان والد الصغیرۃ لم یرض بعدم الکفاءۃ وانما زوجھا منہ علی ظن انہ کفو اھ

اس جزئیہ میں اس کی تو تصریح ہے کہ صورتِ مذکورہ میں بعد بلوغ کے لڑکی کو اختیار ہے (اور لڑکا کفارت کے باب میں لڑکی کا حکم رکھتا ہے۔ کما مر فی خیار البلوغ) اور اس صورت میں باپ دادا کے منظور کرنے سے لازم ہو جانا اس وجہ سے ہے کہ اُس کو غیر کفو میں نکاح کرنے کا حق ہے جیسا کہ خیار بلوغ کے بیان میں مفصل گزر چکا اور اس جزئیہ مذکورہ میں لان والد الصغیرۃ الخ سے بھی مفہوماً معلوم ہوتا ہے و نیز خزانۃ المفتین میں باپ کو اختیار ہونے کی تصریح ہے۔ فانہ قال الاب اذا زوج ابنتہ الصغیرۃ من رجل وظن انہ یقدر علی البناء المعجل و النفقۃ ثم ظہر عجزہ عن ذالک کان الاب ان یفسخ لانہ یحل بالکفاءۃ ولم یسقط حقہ لانہ زوج علی انہ قادرٌ (خزانۃ المفتین ص۱۲۱ ج۲)

اور جب اس کو حالت ظاہر ہونے کے بعد اختیار ملے گا تو کسی ساقط کرنے

والے کے بغیر ساقط ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس وجہ سے بالغ ہونے کے بعد بھی باپ کو اختیار رہے گا۔

عربی نظم بابت تفریق علیحدگی کی تمام صورتیں نیز یہ معلوم کرنے کے لیے کہ کس کس صورت میں قاضی کا فیصلہ شرط ہے اور کس کس میں نہیں درمختار سے ایک عربی نظم نقل کی جاتی ہے جس میں تفریق شرعی کی تمام صورتیں مذکور ہیں وہ نظم مندرجہ ذیل ہے۔

بابت تفریق شرعی

عربی نظم

وھو ھذا

فرق[1] النکاح اتتک جمعا نافعا	فسخ طلاق وھذا الدریحکیھا
تباین[1] الدار مع نقصان[2] مھرکما	فاد[3] عقد وفقد[4] الکفو ینیعھا[5]
تقبیل[5] سبی[6] و اسلام[7] المحارب او	ارضاع[8] ضرتھا قد عد ذا فیھا
خیار[9] عتق۔ بلوغ ردۃ[10] وکذا	ملک لبعض وتلک الفسخ یحصیھا
اما الطلاق[4] فجب عنۃ وکذا	ایلائہ و لعان ذاک یتلوھا

---

[1] غیرہ العلامۃ الشامی ھکذا ۱۲ ۔ ان النکاح لہ فی قولھم فرق + وھو اجود ۱۲ منہ

[2] ھذا علی ظاھر الروایۃ لا علی روایۃ الحسن المختار للفتوی المذکورۃ فی الصورۃ الاولی من عنوان خیار الکفاءۃ ۱۲ منہ

[3] قد غیرہ العلامۃ الشامی الی ھذا ۔

ارضاع اسلام حربی بمجلس نصرانیۃ تبلۃ قد عد ذا فیھا فحذف منہ السبی

[4] قد غیرہ الشامی ھکذا ۔ اما الطلاق فجب عنۃ وابا + الزوج ایلاء واللعن یتلوھا + فراوفیھا اباء الزوج

قضاء قاضى انى شرط الجميع خلا　　ملك وعتق واسلام التى فيها

تقبيل سبى[1] مع الايلاء يا املى　　تباين مع فساد العقد يدريها

و هنا تمت التتمة + المشتملة على المسائل المهمة + المتعلقة بالحوادث الملمة + بتوفيق من بيده عقد الامور والازمة + فى اوائل شهر بارك فيه من الملك الديان + ويفتح لمن صام فيه باب الريان + المعروف بشهر رمضان + الذى اوله رحمة + واوسطه مغفرة واٰخره عتق من النيران سنة اثنين وخمسين بعد ثلثمائة والف من الهجرة النبوية على صاحبها الف الف صلوة وتحية على يد احقر الانام والانس وعبده الاثيم الراجى فضله العميم المدعو بعبد الكريم ستر الله ذنبه الجم والجسيم الصغير منه والعظيم وتجاوز عن حديثه والقديم انه هو الغفور الرحيم وليس هذا العبد الضعيف فى تحرير هذه الرسالة وتسويد هذه العجالة الا كمحرك الظل على اثر عين والقلم بين اصبعين وهى بدء تها وجلها وقضها وقضيضها من افاضات مجمع البحرين و منبع النهرين خضر الطريقة حبر الشريعة بقية السلف حجة الخلف حكيم الامة عند كل غمة شيخنا التقى الولى العلام مما اشتهر باشرف على لا زال منغمسا فى بحار لطفه الخفى والجلى نفعنا بحمد الله بما يكشف الغين ويجلو العينين متعنا الله تعالى بطول بقائه بالخير دوام الملوين ودور العصرين والحمد لله الذى بعزته وجلاله تتم الصالحات والصلوة والسلام على سيد الموجودات

مہر امداد العلوم تھانہ بھون

---

[1] قد غيره الشامى هكذا سه ايلائه ردة ايضاً مصاهرة + الخ فحذف السبى منه ايضاً فافهم

التصدیقات

نظرنا فی التتمہ فوجدناها صحیحۃ
اشرف علی عفی عنہ للحادی عشر من رمضان ۵۲ھ
العبد الضعیف محمد شفیع غفرلہ خادم
دار الافتاء بدیوبند
العبد النحیف
سراج احمد غفرلہ مدرس خانقاہ
امدادیہ

لقد تشرفت بمطالعۃ هذه التتمۃ فوجدتها
درۃ یتیمۃ وصنا ووسیمۃ فللّٰہ در من الفرها
واستخرجها وتیقها وشحرابعها جزاه اللّٰہ
تعالٰی عنی وعن سائر المسلمین خیر الجزاء و
احسنہ ورزقنی وایاه عیشۃ مرضیۃ وعاقبۃ
حسنۃ وانا العبد المذنب
ظفر احمد عفا اللّٰہ عنہ ۲۹ رمضان ۱۳۵۲ھ

غیر مسلموں سے نکاح کے شرعی احکام

یعنی

حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج

یورپین اقوام، کفّار و مشرکین سے نکاح کے شرعی احکام

تیسری اشاعت شوال ۱۳۶۴ھ از تھانہ بھون

حضرت امام العارفین سراج السالکین خضر الطریق مظہر التوفیق فقیہ العصر حکیم الامت مجدد الملت سیدی وسندی حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم نے اپنے رسالہ "الحیلۃ الناجزہ للحیلۃ العاجزہ" کی تمہید میں حاشیہ پر تحریر فرمایا ہے کہ چند مسائل متعلقہ ازدواج بصورت اختلاف مذہب کا اضافہ بطور ضمیمہ کیا جائے گا جس میں خصوصیت سے یہ بات بھی واضح کی جائے گی کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہو جاتا ہے یا نہیں اور بعد تجدید اسلام دوسرے شخص سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

حضرت اقدس نے قلت فرصت کی وجہ سے اس ناکارہ غلام کو ارشاد فرمایا اس لیے تعمیل ارشاد کے لیے یہ رسالہ لکھ کر حضرت کی خدمت میں پیش کیا اور نام اس کا "حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج" تجویز ہوا حق تعالیٰ اس کو بھی اصل رسالہ کی طرح مفید اور مقبول فرماتے اور حضرت کے فیوض سے متمتع فرمائے۔ آمین

بندہ محمد شفیع دیوبندی غفرلہ
خادم دار الافتاء دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ولا سیما علیٰ سیدنا المجتبیٰ ومن بھدیہ اھتدیٰ۔ وبعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ مذہبِ زوجین کے اختلاف کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ اختلاف نکاح سے پہلی ہی موجود ہو۔ دوسرے یہ کہ بعد نکاح پیدا ہو جائے پہلی صورت میں مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے کسی حال جائز نہیں۔ خواہ کفر کی کوئی قسم ہو اسی طرح مسلمان مرد کا نکاح بھی کسی کافر عورت سے جائز نہیں۔ البتہ اگر عورت کتابیہ یعنی یہودیہ یا نصرانیہ وغیرہ ہو تو اُس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرطوں کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

اوّل یہ کہ وہ عام اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی یا یہودی اور درحقیقت لامذہب دہریہ نہ ہو بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم از کم مانتی تو ہو اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔

دوسرے یہ کہ وہ اصل سے ہی یہودیہ نصرانیہ ہو اسلام سے مرتد ہو کر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو جب یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اُس سے نکاح صحیح و منعقد ہو جاتا ہے لیکن بلا ضرورتِ شدید اس سے بھی نکاح کرنا مکروہ اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے۔ اسی لیے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں کے نکاح سے منع فرما دیا تھا (اخرجہ الحافظ ابن کثیر فی تفسیر قولہ تعالیٰ ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن والامام محمد فی کتاب الآثار وصرح بالکراھۃ واختیار انھا تحریمیۃ فی الحربیۃ العلامۃ الشامی فی محرمات (رد المحتار ص ۴۱۳ ج ۲)

اور جب عہدِ فاروقی میں کہ زمانۂ خیر تھا ایسے مفاسد موجود تھے تو آج کل جس

قدر مفاسد ہوں کم ہیں۔ بالخصوص موجودہ اقوامِ یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقاتِ ازدواج تو بالکل ہی اُن کے دین دُنیا کو تباہ کرنے والے ہیں

نکاح کے بعد شوہر و بیوی کے کافر ہونیکی چار صورت کا حکم

دوسری صورت یعنی نکاح کے بعد زوجین کا یا ان میں سے کسی ایک کا مذہب بدل جائے اس کی چار احتمال ہیں۔

پہلا احتمال یہ ہے کہ دونوں کافر تھے پھر ایک ساتھ دونوں مسلمان ہو گئے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں مسلمان تھے پھر معاذ اللہ دونوں ایک ساتھ مرتد ہو گئے۔

ان[1] دونوں احتمالوں میں نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ بلکہ بعینہٖ قائم رہتا ہے (کما صرح بہ فی نکاح الکافر من التنویر و سائر المتون)

تیسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا بدستور کفر پر باقی رہے اس کے دو جزو ہیں۔

پہلا جزو یہ ہے کہ مرد مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے

اگر شوہر مسلمان رہے اور بیوی کافر ہو جائے

اس کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت کتابیہ[2] ہے تو نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ بحالہ قائم رہے گا۔ گو وہ اہلِ کتاب کا ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا اختیار کرے مثلاً یہودیہ سے نصرانیہ ہو جائے یا بالعکس۔ اسی طرح اگر ایسا ہوا کہ جس وقت مرد مسلمان ہوا ہے

---

[1] گو ان دو احتمالوں میں اختلافِ مذہب صادق نہیں آتا مگر استیعابِ احکام کیلئے ان کو بھی بیان کر دیا گیا ۱۲ منہ

[2] بشرطیکہ وہ اصل سے کتابیہ ہو۔ پس اگر اسلام سے پھر کر کتابیہ ہوئی تھی تو بغیر اسلام لائے اس عورت سے دوبارہ بھی نکاح نہیں ہو سکتا

اسی وقت مجوسیہ بیوی نے اہلِ کتاب کا مذہب قبول کر لیا۔ اس صورت میں بھی نکاح پر کوئی اثر نہ پڑے گا البتہ اگر اس کا عکس ہوا یعنی اسلامِ زوج کے بعد کتابیہ بیوی نے مجوسیت وغیرہ اختیار کر لی تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔

کما صرح بہ فی باب نکاح الکافر من الدر المختار والشامی۔ اور اگر عورت غیر کتابیہ مثلاً ہندو یا مجوسیہ وغیرہ ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ یہ واقعہ دار الاسلام[1] میں ہوا ہے تو قاضی اس کی عورت پر اسلام پیش کرے وہ بھی اسلام قبول کر لے تو نکاح بحالہ قائم رہے گا اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کرے یا سکوت کرے تو نکاح فوراً فسخ کر دیا جائے۔

اور اگر یہ واقعہ دار الحرب میں ہوا ہے تو وہاں عورت پر تین حیض گذر جانا ہی اسلام سے انکار کر دینے کے قائم مقام ہو جاتا ہے یعنی اگر عورت مسلمان نہ ہو اور تین حیض اسی حالت پر گذر جائیں تو نکاح خود بخود فسخ ہو جائے گا۔

اگر بیوی اسلام لے آئے اور شوہر کافر ہی رہے

دوسرا جزو یہ ہے کہ عورت مسلمان ہو جائے اور خاوند کفر پر باقی رہے تو خواہ یہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی ہر حال میں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر واقعہ دار الاسلام کا ہے تو قاضی اس کے خاوند پر اسلام پیش کرے۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے تو نکاح بحالہ قائم رہے گا۔ اور اگر اسلام قبول نہ کرے یا سکوت کرے تو قاضی ان دونوں میں تفریق کر دے۔

اور اگر یہ واقعہ دار الحرب کا ہے تو عورت کے تین حیض گذر جانا ہی انکارِ اسلام

---

[1] یعنی میاں بیوی دونوں دار الاسلام میں ہوں اور اگر ایک دار الاسلام میں ہو اور دوسرا دار الحرب میں تو تفریق نہیں ہو سکتی۔ بلکہ تین حیض گذرنے پر بینونت ہو جائے گی۔ یعنی خود بخود نکاح جاتا رہے گا۔ کما صرح بہ الشامی تحت قول الدر ولو اسلم احدھما

کے قائم مقام ہو جائے گا اور بعد تین حیض گذر جانے کے عورت بائنہ ہو جائے گی۔

شوہر و بیوی میں سے ایک کے اسلام لانے پر عدت کا حکم

بصورتِ اسلام احد الزوجین

اگر زوجہ اور شوہر دونوں دار الاسلام میں ہوں اور عرضِ اسلام کے بعد تفریق کی گئی ہے تب تو بالاتفاق عدت واجب ہے۔ اور اگر اُن میں سے ایک یا دونوں دار الحرب میں ہیں اور اس لیے عرضِ اسلام نہ ہو سکا۔ بلکہ تین حیض گذر جانے کی وجہ سے بائنہ ہوئی ہے تو اُس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر شوہر مسلمان ہوا ہے تو بالاتفاق عدت واجب نہیں۔[1]

اور اگر عورت مسلمان ہوئی ہے تو صاحبین کے نزدیک اُس پر ان تین حیض کے علاوہ دوسرے تین حیض تک عدت گذارنا واجب ہے۔ اور امام صاحب کے نزدیک عدت نہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کیا جائے۔ امام طحاوی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ (شامی باب نکاح الکافر ص۶۲۱ جلد۲)

شوہر و بیوی میں سے کسی ایک کے کافر ہونے کی ۲ صورت

چوتھا احتمال یہ ہے کہ زوجین میں سے کوئی ایک معاذ اللہ مرتد ہو جائے اس کے دو جزو ہیں ایک خاوند کا مرتد ہو جانا

---

[1] یعنی اس کو اسلام کے بعد اُس زوجہ کی ہمشیرہ وغیرہ سے فوراً نکاح کر لینا جائز ہے اگر عدت واجب ہوتی تو انقضائے عدت سے قبل ہمشیرہ وغیرہ کے نکاح جائز نہ ہوتا اور عدت واجب نہ ہونے کا ایک ثمرہ یہ بھی ہے کہ اگر یہ عورت مسلمان ہو جاوے تو اُس کو فوراً دوسرے شخص سے نکاح جائز ہے بشرطیکہ حاملہ نہ ہو ورنہ بعد وضع حمل۔

[2] البتہ اگر یہ عورت حاملہ ہو تو امام صاحب کے نزدیک بھی وضع حمل سے قبل اس سے نکاح جائز نہیں۔

دوسرے زوجہ کا مرتد ہونا۔ دونوں کے احکام جُدا جُدا درج ذیل ہیں اور اس چوتھے احتمال کے احکام پر اکابر علماء کے تصدیقی دستخط بھی ثبت ہیں۔

ف: زوجین کے اختلافِ مذہب کی پہلی صورت کے احکام میں اور دوسری صورت کے چار احتمالوں میں سے اول کے تین احتمالوں کے احکام میں تو کوئی خفا اور اختلاف نہ تھا۔ اس لیے اُن کا مسودہ سب حضرات کے سامنے پیش نہیں کیا گیا۔ بلکہ صرف حضرت حکیم الامت دام مجدہم اور چند حضرات کے ملاحظہ پر اکتفا کیا گیا۔ اور چوتھے احتمال کی بعض صورتوں کے حکم میں کچھ خفا و اختلاف تھا اس لیے صرف اس احتمال کے احکام کو پیش کر کے سب حضرات کے دستخط حاصل کئے گئے ہیں۔

حکمِ ارتدادِ شوہر

اگر کسی عورت کا خاوند معاذ اللہ اسلام سے پھر جائے اور مرتد ہو جائے تو باجماع ائمۂ اربعہ و باتفاق جمہور فقہاء اُس کا نکاح خود بخود فسخ ہو جاتا ہے قضائے قاضی اور حکمِ حاکم کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور یہ ارتدادِ شوہر اگر خلوتِ صحیحہ سے قبل ہوا ہے تو نصف مہر خاوند کے ذمہ ہے اور عورت پر عدت واجب نہیں۔ اور اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد ارتداد ہوا ہے تو پورا مہر لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے۔ نیز اُس مرتد پر عدت کا نفقہ بھی لازم ہے کما فی الدر المختار (وارتداد احدھما) ای الزوجین (فسخ) فلا ینقص عدداً (عاجل) بلا قضاء فللموطوءۃ ولو حکما کل مھرھا لتأکدہ بہ ولغیرھا نصفہ لو مسمی او المتعۃ لو ارتد وعلیہ نفقۃ العدۃ — وفی رد المحتار (قولہ بلا قضاء) ای بلا توقف علی قضاء القاضی وکذا بلا توقف علی مضی عدۃ فی المدخول بھا کما فی البحر (شامی باب النکاح الکافر ص۴۲۵ جلد ۳)

اور عالمگیری کتاب النکاح باب النکاح باب عاشر صفحہ ۲۱۷ جلد ۱ (مصری) میں ہے

اذا ارتد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقة بغیر طلاق فی الحال قبل الدخول وبعدہ۔

محض مرتد ہونے سے فسخِ نکاح

بعض لوگوں نے صرف ان عبارات کو دیکھ کر علی الاطلاق یہ سمجھ لیا کہ اگر عورت مرتد ہو جائے تب بھی نکاح فسخ ہو جائے گا۔ اور اسی بناء پر محض ناواقفیت سے تمام روایات فقہیہ کے خلاف یہ تفریع کر بیٹھے کہ اس نالائق کو تجدیدِ اسلام کے بعد دوسرے خاوند سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ یہاں تک کہ بعض کم بخت عورتوں نے اس کو خاوند سے رہائی حاصل کرنے کا سہل علاج سمجھ لیا اور ارتداد کی بلاءِ عظیم میں مبتلا ہو کر اپنے عمر بھر کے اعمالِ صالحہ برباد کر دیئے حالانکہ شرعی طور پر پھر بھی اُن کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس صورت میں دوسرے شخص سے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں۔ بلکہ بر لازم ہے کہ تجدیدِ اسلام اور تجدیدِ نکاح کر کے پہلے ہی خاوند کے ساتھ رہے جس کی تفصیل ارتدادِ زوجہ کے بیان میں عنقریب آ رہی ہے۔

حکمِ ارتدادِ زوجہ

زوجہ کے ارتداد میں روایات مختلف ہیں اور کسی قدر تفصیل ہے جو ذیل میں بحوالہ کتب درج ہے۔

(۱) فی الهدایة ص۰ من باب النکاح الکافر۔ اذا ارتد احد الزوجین وقعت الفرقة بغیر طلاق انتهی قال المحقق ابن الهمام هذا جواب ظاهر المذهب وبعض مشائخ بلخ وسمرقند افتوا فی ردتها بعدم الفرقة حسمًا لاحتیالها علی الخلاص باکبر الکبائر وعامة مشائخ بخارا افتوا بالفرقة وجبرها علی الاسلام وعلی النکاح

مع زوجها الاول لان الحسم بذلك یحصل ولکل قاض ان یجدد النکاح بینهما بمهر یسیر ولو بدینار رضیت ام لا و تعزر خمسة وسبعین سوطاً۔ ولا تسترق المرتدة مادامت فی دار الاسلام فی ظاهر الروایة وفی روایة النوادر عن ابی حنیفة تسترق (فتح القدیر نکاح اهل الشرك صفحه ۲۹۷ جلد ۳)

(۲) وفی فتاوی قاضیخان فصل الفرقة بین الزوجین ص۱۹۷ ج ۲۔ منکوحة ارتدت والعیاذ باللہ تعالیٰ حکی عن ابی النصر وابی القاسم الصفار انهما قالا لا یقع الفرقة بینهما حتی لا تصل الی مقصودها ان کان مقصودها الفرقة وفی الروایات الظاهرة یقع الفرقة وتحبس المرأة حتی تسلم ویجدد النکاح سداً لهذا الباب علیها۔

(۳) وفی العالمگیریة الباب العاشر من النکاح مثله وبعض الفاظها علی زوجها فتجبر علی الاسلام ولکل قاض ان یجدد النکاح بادنیٰ شئی ولو بدینار سخطت او رضیت ولیس لها ان تتزوج الا بزوجها۔ قال الهندوانی اخذ بهذا قال ابو اللیث وبه نأخذ کذا فی التمرتاشی۔

(۴) وفی الدر المختار وتجبر علی الاسلام وعلی تجدید النکاح (الی قوله) وافتی مشائخ بلخ بعدم الفرقة بردتها (الی قوله) قال فی النهر والافتاء بهذا (یعنی بقول مشائخ بلخ) اولیٰ من الافتاء بما فی النوادر (الی قوله) وحاصلها انها بالردة تسترق وتکون فیئاً للمسلمین عند ابی حنیفة"

(۵) قال فی رد المحتار وعبارة النهر ولا یخفی ان الافتاء بما اختاره ائمة بلخ اولیٰ من الافتاء بما فی النوادر ولقد شاهدنا من المشاق فی تجدیدها فضلاً عن جبرها بالضرب ونحوه مالا یعد ولا یحد (الی قوله) ومن القواعد المشقة تجلب التیسیر (قال الشامی بعد نقله) قلت المشقة فی التجدید لا یقتضی ان یکون قول ائمة بلخ اولیٰ مما فی النوادر بل اولیٰ مما مر ان علیه

الفتویٰ وھو قول البخاریین (الی قولہ) تأمل (شامی صفحہ ۲۲۶ ج ۳)

(۶) وفی تعزیر الدر المختار ارتدت لتفارق زوجها تجبر علی الاسلام وتعزر خمسة وسبعین سوطا ولا تتزوج بغیرہ بہ یفتی ملتقط۔ قال الشامی قولہ لا تتزوج بغیرہ بل تقدم انها تجبر علی تجدید النکاح بمهر یسیر وھذہ احدی روایات ثلاث تقدمت فی الطلاق الثانیة انها لا تبین ردتها افسد ها الشیٔ ۔ الثالثة ما فی النوادر من انه یتملکها رقیقة ان کان مصرفا۔ط (شامی صفحہ ۲۰۷ جلد ۳)

(۷) وفی تفیتد الفتاوی تحرم اللعینة وتجبر علی الاسلام (برموز النوازل والواقعات للناطفی) وفیها بعض مشائخ بلخ وابو القاسم الصفار واسمعیل الزاهد وائمة بخاری او بعض ائمة سمرقند کانوا یفتون بعدم الفرقة بردتها حسما للباب المعصیة وفی الجامع الاصغر کان شاذان وابو نصر الدبوسی یفتیان بانها لا تبین (شرح الصباغی) وفیها المرتدة ما دامت فی دار الاسلام فانها لا تسترق فی ظاهر الروایة وفی النوادر عن ابی حنیفة انها تسترق بعد الائمة الترجانی ثم قال ولو کان الزوج عالما استولی علیها بعد الردة فتکون فیئا للمسلمین عند ابی حنیفة[1] ثم یشتریها من الامام او یصرفها الیه ان کان مصرفا فلو افتی مفت بهذہ الروایة حسما لهذا الامر لا باس به قلت وفی زماننا بعد فتنة التتر العامة صارت هذہ الولایات التی غلبوا علیها واجروا احکامهم فیها کخوارزم وما وراء النهر وخراسان ونحوها صارت دار الحرب فی الظاهر فلو استولی علیها الزوج بعد الردة

---

[1] ھکذا فی الاصل ولم یظهر فائدتہ قلیتأمل

يملكها ولا يحتاج الى شرائها من الامام تبقى فى يده بحكم الرق حسما لكيد الجهلة ومكر المكرة على ما اشار اليه فى السير الكبير (قنية الفتاوى صنث باب النكاح الكافر) قال الشامی بعد نقل هذه العبارة من القنية قوله يملكها مبنى على ظاهر الرواية من انها لا تسترق ما دامت فى دار الاسلام ولا حاجة الى الافتاء برواية النوادر لما ذكر من صيرورة دارهم دار حرب فى زماننا فيملكها بمجرد الاستيلاء عليها لانها ليست فى دار الاسلام فافهم (شامی ص۳۲۳ ج ۲)

(۸) وفى شرح الفقه الاكبر لملا على القارىؒ وفى المضمرات توافق لامرأة بالكفر تتبين من زوجها فقد كفر قبلها وتجبر المرأة على الاسلام وتضرب خمسة وسبعين سوطا وليس لها ان تتزوج الا بزوجها الاول هكذا قال ابوبكر وكان ابوجعفرؒ يفتى بها ويأخذ بهذا انتهى وقال بعضهم ان ردتها لا تؤثر فى افساد النكاح ولا يؤمر بتجديد النكاح حسما لهذا الباب عليهن ـ وعامة علماء بخارى يقولون كفرها يعمل فى افساد النكاح لكنها تجبر على النكاح مع زوجها قطعا وهذا فرقة بغير طلاق بالاجماع وعليها الفتوى كذا فى منهاج المصلين ـ (شرح فقه اكبر مجتبائی صفحه ۲۲۱)

(۹) وفى باب المرتد من الدر المختار وليس للمرتدة التزوج بغير زوجها به يفتى (قال الشامی تحته) وقد افتى الدبوسى والصفار وبعض اهل سمرقند بعدم وقوع الفرقة بالردة رداً عليها وغيرهم مشوا على الظاهر ولكن حكموا بجبرها على تجديد النكاح مع الزوج وتضرب خمسة وسبعين سوطا واختاره قاضی خان

لـه فيه ان الاحراز بدار الاسلام شرط الاستيلاء كما صرح به الشامی فى باب الاستيمان حيث قال ولا ملك قبل الاحراز بدار نا فكيف يصح القول بالملك ههنا فليتأمل ويمكن ان يجاب بان الاحراز بالدار يكون شرطا تمليك المستامن لا لمن يمكن فى دار الحرب

للفتویٰ (شامی ص۳۲۱ ج ۱)

رَفعُ الِاشتباہ

ولا یحتاج فی صدمك ان قول البلخیین بعد الاشتباہ یصادم نص الکتاب من قوله تعالیٰ ولا تمسکوا بعصم الکوافر لانقول ان النص انما ورد فی الاسلام الزوج وبقاء الزوجة علی الکفر فمسئلتنا هذه اعنی ارتداد الزوجة غیر داخل فیه نصًا بل للاجتهاد فیه مساغ - قال فی التفسیر الاحمدی ثم منع الله المؤمنین عن نکاح المشرکات حیث قال ولا تمسکوا بعصم الکوافر یعنی ولا تمسکوا بما یعتصم به الکافرات من عقد وسبب ای لا تدخلوا الکافرات تحت نکاحکم علی ما قدمه الامام الزاهد والاولی ان یحمل الامساك علی حالة البقاء دون الابتداء والمراد النهی عن ابقاء نکاح اللتی بقیت فی دار الحرب اولحقت بدار الحرب مرتدة علی ما قاله صاحب الکشاف والمدارك فالمعنی وتحفظوها تحت تصرفکم - وفی البحر المحیط صفحه ۲۵۸ ج ۱ - قال ابن عطیة هذه الآیة کلها (ای قوله تعالیٰ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اذا جاءکم المؤمنات الخ) قد ارتفع حکمها وفیه ایضًا قال ابن العربی کان هذا حکم الله تعالیٰ مخصوصا بذلك الزمان فی تلك النازلة خاصة بالاجماع الامة + لایقال ان بقاء نکاح المرتدة وان لم یصادمه النص ولکن دلالة هذا النص تعارضه لانا نقول ان مسئلتنا هذه لا تدخل تحت دلالة النص ایضًا فان دلالة النص لا یطلق الا علی ما یستفاد من النص لغةً بحیث یفهمه عامة اهل اللغة - وفسخ النکاح بالارتداد لم یزل عرضة للاجتهاد - فانکره القاضی ابن ابی لیلی مطلقا کما فی مبسوط السرخسی ص۴۹ ج ۵ - وبه قال داود الظاهری کما عزاه ابن قدامه فی المغنی ص۵۶۴ ج وقال الشافعی رح واحمدؒ فی احدی الروایتین ان الارتداد اذا وقع بعد الدخول یتوقف فسخ النکاح علی انقضاء العدة کما صرح به فی فتح القدیر -

فلو كان فسخ النكاح بالارتداد مدلول النص فلا يخفى على مثل هؤلاء الائمة الاجلة ولهذا لم يجد فى شئ من الكتب ان الذين اختاروا ظاهر الرواية ينكرون على ائمة بلخ وسمرقند بمصادمة النص - فانه لو كانت فتواهم مخالفة للنص لنبهوا عليها وردوها على اكمل وجه واتمه + وان قيل ان نص الآية وحدلته وان لم يشمل ما نحن فيه ولكنه ملحق به النصوص قياسًا قلنا ذلك ما كنا نبغ فقد ثبت به ان الاجتهاد فيه مساغا فلا لوم على من لم يلحقه بالمنصوص لفارق بينهما وهو ان الموجب للفسخ فى المنصوص هو الاباء عن الاسلام او البقاء على الكفر جزاءً لفعله . ولا خفاء فى ان الارتداد بعد الاسلام اشد واقبح من البقاء على الكفر الاصلى والاباء عن الاسلام فيقتضى جزاءً اشد وانكل فكيف يقاس الاشد على الاخف ولا شك ان الحكم بفسخ النكاح فى المرتدة مع اختيارها فى ابتغاء الازواج وتركها سدى بحيث تذهب الى حيث شاءت وتتزوج بمن شاءت كما فى الكافرة الاصلية ليس من العقوبة والنكال فى شئ بل هو عين مرضاها ومرماها . نعم الحكم بعدم الفسخ على وجه المعاقبة جزاء بما اكتسبت من ارتدادها اغلظ واقرب للانزجار وهى اولى به انتهى هذا محصل تحقيق علماء السهارنفور زمد فيوضهم العالية + قلت فان خالج فى قلبك ان العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص السبب واللفظ عام فيشمل ما نحن فيه ويخالفه فتوى علماء بلخ فاجبه بان المراد فى هذا الاصل العموم الذى لا يجاوز مراد المتكلم المفهوم من القرائن لا العموم المطلق والا لزم القول بالنهى عن الصوم فى السفر مطلقا لحديث ليس من البر الصيام فى السفر - واللازم منتف وههنا ليس مراد المتكلم العموم لما نحن فيه - ودليله نفس اجزاء الآية من قوله تعالى واسئلوا ما انفقتم وليسئلوا ما انفقوا وقوله تعالى وان فاتكم

شیٔ من ازواجکم فعاقبتم فاٰتوا الذین ذھبت ازواجھم مثل ما انفقوا
فان ھذہ الاحکام لیست عامۃ لما نحن فیہ ویدل علی عدم العموم الاجماع
لما مرّ عن ابن العربی۔

روایاتِ مذکورہ بالا سے یہ ثابت ہو گیا کہ عورت

بیوی کے مرتد ہونے کی صورت میں تین قول کی تفصیل

کے مرتد ہونے کی صورت میں مذہب حنفیہ میں تین قول ہیں۔

ایک ظاہر الروایۃ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح تو فوراً فسخ ہو جائے گا۔ لیکن پھر اس کو حبس و قید کر کے تجدید اسلام پر بھی اور اس پر بھی مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے پہلے ہی خاوند سے تجدید نکاح کر لے جیسا کہ عبارت قاضی خاں نمبر[۱] اور عالمگیری کی عبارت نمبر[۳] اور عبارت درمختار و شامی نمبر[۹] میں اس کی تصریح ہے کہ ظاہر الروایۃ جس میں فسخ نکاح کا حکم دیا گیا ہے اُس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ عورت کو تجدیدِ اسلام اور شوہرِ اوّل سے تجدیدِ نکاح پر بزورِ حکومت مجبور کیا جائے گا۔ خواہ اُس کے مرتد ہونے کی غرض خاوند اوّل سے علیحدہ ہونا ہی ہو یا حقیقۃً اُس کے عقائد بدل گئے ہوں دونوں صورتوں میں اُس کو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائے گا۔

کما صرح بہ الشامی حیث قال ولا یلزم من ھذا ان یکون الجبر علی تجدید النکاح مقصوراً علی ما اذا ارتدت لاجل الخلاص منہ بل قالوا ذلک سدًّا لھذا الباب من اصلہ سواء تعمدت الحیلۃ ام لا کیلا تجعل ذلک حیلۃ (شامی باب النکاح الکافر ص۲۲۵ ج۲) دوسرا قول مشائخ بلخ و سمرقند اور بعض مشائخ بخارا اسمٰعیل زاہد اور ابو النصر الدبوسی اور ابو القاسم صفار کا فتویٰ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا، بلکہ بدستور یہ عورت شوہر

سابق کے نکاح میں رہتی ہے جیسا کہ عبارت فتح القدیر نمبر (۱) و عبارت قاضی خاں نمبر (۲) و عبارت درمختار نمبر (۴) و عبارت شامی نمبر (۵، ۶) و عبارت قنیہ نمبر (۷) اور شرح فقہ اکبر نمبر (۸) میں اس کی تصریح ہے. تیسرا[۲] قول وہ نوادر کی روایت ہے، امام اعظم ابو حنیفہ سے کہ یہ عورت دار الاسلام میں بھی کنیز بنا کر رکھی جائے گی اور اس کے خاوند کا قبضہ اس پر بدستور سابق باقی رہے گا۔ لیکن اس روایت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر یہ مرتدہ دار الاسلام میں ہو تو اس کا خاوند اس کو امام المسلمین سے قیمت دے کر خریدے گا یا اگر امام المسلمین اس کو مصرف سمجھیں گے تو اس کو مفت بھی دے دیں گے بہر حال بغیر اجازت امام اس کو اپنے قبضہ میں لانا جائز نہ ہوگا اور اگر دار الحرب میں ہے، تو اذن امام کی حاجت نہیں بلکہ جب خاوند اُس پر قبضہ پالے تو اس کی ملک ہو جاے گی اجازت امام وغیرہ کی کچھ حاجت نہیں جیسا کہ عبارت قنیہ نمبر (۷) میں اس کی تصریح ہے حاصل یہ ہے کہ عورت اگر مرتد ہو جائے تو اُس کے نکاح کے بارے میں حنفیہ کے تین قول ہوئے ایک[۱] یہ کہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے لیکن بعد تجدید اسلام اس کو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائے گا کسی دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار نہ دیا جائے گا (وھو ظاھر الروایۃ)

---

[۱] تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر عورت مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی جائے یا دار الحرب ہی میں مرتد ہو تو اُس کو کنیز بنانے پر ظاہر الروایہ بھی متفق ہے۔ نوادر اور ظاہر الروایۃ کا اختلاف صرف اس میں ہے کہ دار الاسلام میں رہتے ہوئے بھی کنیز بن سکتی ہے یا نہیں جیسا کہ فتح القدیر اور قنیہ کی عبارت مذکورہ سے واضح ہے ۱۲ منہ

[۲] واذکر ما مر منا فی الحاشیۃ علی عبارۃ القنیۃ من ان القواعد تقتضی اشتراط الاحراز بدار الاسلام فی الاستیلاء

دوسرا یہ کہ نکاح فسخ ہی نہ ہوگا بلکہ وہ دونوں بدستور زن وشوی رہیں گے۔ تیسرا یہ کہ عورت کو کنیز بنا کر رکھا جائے گا۔ (ان تینوں اقوال میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے لیکن اتنی بات پر تینوں متفق ہیں کہ عورت کو کسی طرح یہ حق نہ دیا جائے گا کہ وہ اپنے پہلے خاوند کے نکاح سے علیحدہ ہو کر دوسری جگہ نکاح کر لے اس لیے یہ بات متفق علیہ ہوگی کہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا ہرگز اختیار نہ ہوگا) اب ہندوستان میں بحالتِ موجودہ اس متفق علیہ حکم پر عمل کرنا پہلی روایت کو اختیار کرتے ہوئے غیر ممکن ہے۔ کیونکہ فسخِ نکاح کا حکم دے دینے کے بعد پھر تجدیدِ نکاح پر مجبور کرنے والی کوئی قوت مسلمانوں کے پاس موجود نہیں۔ اور جہاں موجود ہوتی ہے وہاں بھی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے جیسا کہ شامی کی عبارت مندرجہ نمبر (۵) میں بیان کیا گیا ہے اس لیے پہلے قول یعنی ظاہر الروایۃ پر عمل کرنا ہندوستان میں بحالتِ موجودہ غیر ممکن ہو گیا کیونکہ اُس کے ایک جزو پر عمل کرنا اگرچہ اختیار میں ہے لیکن دوسرا جزو یعنی تجدیدِ اسلام اور تجدیدِ نکاح پر مجبور کرنا قطعاً اختیار میں نہیں اور نوادر کی روایت پر عمل کرنا تو ظاہر الروایت سے بھی زیادہ مشکل بلکہ بحالتِ موجودہ غیر ممکن ہے (اس لیے اب بجز اس کے کہ مشائخِ بلخ وسمرقند کے قول کو اختیار کرکے اسی پر فتویٰ دیا جائے کوئی چارہ نہ رہا) اور صاحبِ نہر کو اگرچہ اُن مشکلات کا سامنا نہ تھا جو آج ہم پر گذر رہی ہیں مگر وہ اپنے وقت میں اسی روایت پر فتویٰ دینے کو تجویز فرماتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے کو سخت مشکل میں ڈالنا قرار دیتے ہیں جیسا کہ عبارت شامی مندرجہ نمبر (۵) میں اُن کی عبارت نقل کی گئی ہے

---

[1] لیکن اس روایت پر فتوے دینے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تجدیدِ اسلام اور تجدیدِ نکاح سے قبل شوہر کو استمتاع یعنی صحبت وغیرہ کی اجازت نہ دی جائے جیسا کہ متن میں بھی بعض مسائل ضروریہ کے زیرِ عنوان عنقریب آتا ہے

اور علامہ شامی بھی اس فتوے کے مخالف نہیں اور جو کچھ فرمایا ہے وہ روایت نوادر پر قدرت ہونے کے وقت فرمایا ہے اور جب اُس پر قدرت نہ ہو تو ان کے نزدیک بھی مشائخ بلخ و سمرقند کے قول پر فتویٰ دینا متعین ہے اسی طرح دوسرے فقہاء بھی اس قول کو نقل کر کے تردید نہیں کرتے ۔ پس ہندوستان میں بحالتِ موجودہ کہ حکومت مسلمانوں کی نہیں اس کے سوا مذہبِ حنفی پر عمل کرنا غیر ممکن ہے کہ مشائخ بلخ و سمرقند کے قول کے موافق یوں فتویٰ دیا جائے کہ عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور باقی رہتا ہے ۔

تجدیدِ اسلام سے پہلے مرتد بیوی سے ہمبستری وغیرہ حرام ہے

مسئلہ مشائخ بلخ کے قول کے موافق جبکہ بقاءِ نکاح کا فتویٰ دیا جائے تو ساتھ ہی اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ تجدید اسلام سے قبل شوہر کے لیے اس مرتدہ سے استمتاع یعنی جماع اور اُس کے دواعی مثل تقبیل ولمس بالشہوۃ وغیرہ کو جائز نہ کہا جائے کیونکہ آیت کریمہ لا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن سے کافر عورتوں کے ساتھ نکاح اور استمتاع کا حرام ہونا ظاہر ہے اور اس پر اجماع بھی ہے اور کتابیہ کا استثناء جو آیت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب میں وارد ہوا ہے اس سے کتابیہ اصلیہ مراد ہے وہ مرتدہ اس میں داخل نہیں جس نے اہلِ کتاب کا مذہب اختیار کر لیا ہو اور قول مذکور پر بقاء نکاح سے یہ لازم نہیں آتا کہ حالتِ کفر میں صحبت و جماع و دواعی بھی جائز رہیں ۔ فقہ میں ایسے نظائر موجود ہیں کہ باوجود صحتِ نکاح و بقاءِ نکاح کے جماع و

لہ اسی طرح روایت نوادر یعنی استرقاق کی صورت میں بھی گو قبضۂ مالکانہ خاوند کا اس پر ہو جائے گا لیکن استمتاع جائز نہ ہوگا جیسا کہ امۂ مشرکہ سے باوجود قبضۂ مالکانہ کے استمتاع جائز نہیں

دواعی جماع حرام ہوتے ہیں جیسے موطوءہ بالشبہہ کہ اُس کا نکاح بدستور سابق قائم ہے۔ مگر انقضائے عدت تک اُس سے ہمبستری وغیرہ بالکل حرام ہے۔ اسی طرح حاملہ من الزنا اگر غیر زانی سے نکاح کرے تو گو نکاح صحیح ہو جاتا ہے مگر شوہر کو صحبت جائز نہیں ہوتی۔

مسئلہ ۲: حلتِ استمتاع کے لیے تجدید اسلام کا شرط ہونا تو آیتِ مذکورہ اور اجماع وغیرہ سے مسئلہ اولیٰ میں ثابت ہو چکا ہے۔ پھر تجدید اسلام کے بعد ظاہر الروایۃ کے موافق تجدیدِ نکاح بھی ضروری ہے بغیر اس کے استمتاع جائز نہیں۔ مگر مشائخ بلخ کے قول پر تجدیدِ نکاح شرط نہیں جیسا کہ عبارت شرح فقہ اکبر نمبر (۸) میں اس کی تصریح گذری ہے لیکن اس خاص جزو میں ظاہر الروایۃ کو ترک کرنے کی کوئی ضرورت داعی نہیں لہذا تجدید نکاح کو بھی ضروری کہا جائے گا کہ اسی میں احتیاط ہے۔

مسئلہ ۳: صورتِ مذکورہ میں تجدید نکاح کے لیے انقضائے عدت ضروری نہیں (کما ھو ظاھر) لیکن تھوڑا سا مہر جدید ضروری ہے جو دس درہم سے کم نہ ہو جیسا کہ فتح القدیر نمبر (۱) وغیرہ کی عبارات گذشتہ سے معلوم ہو چکا ہے اور مہر سابق کا بدستور واجب فی الذمہ رہنا ظاہر ہی ہے البتہ اگر قبل خلوتِ صحیحہ مرتد ہو گئی ہو تو مہرِ سابق ساقط ہو جاتا ہے۔

خلاصہ فتویٰ

اس مجموعہ سے خلاصہ اس فتویٰ کا یہ حاصل ہوا کہ عورت بدستور سابق اسی خاوند کے قبضہ میں رہے گی کسی دوسرے شخص سے ہرگز نکاح جائز نہیں۔ لیکن جب تک تجدید اسلام کر کے تجدیدِ نکاح نہ کرے اُس وقت تک اُس کے ساتھ جماع اور دواعی جماع کو جائز نہ کہا جائے گا۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وھو المستعان وعلیہ التکلان والحمد للہ الذی بعزتہ وجلالہ تتم الصالحات

کتبہ

العبد الضعیف محمد شفیع الدیوبندی

عفا اللہ عنہ وعافاہ ویجعلہ کما یحب ویرضاہ

خادم دار الافتاء بدار العلوم الدیوبندیہ

الاول الربیعین من سنۃ ۱۳۵۲

اثنتین وخمسین بعد ثلثمائۃ والف

تصدیقاتِ اکابرین[1]

حضرات علماء امداد العلوم تھانہ بھون ودار العلوم دیوبند ومظاہر علوم سہارنپور جو ارتداد احد الزوجین کے احکام کی ترتیب وتہذیب وتصحیح وتنقیح میں شریک رہے ہے۔

از امداد العلوم تھانہ بھون

مُہر
مدرسہ امداد العلوم
تھانہ بھون

الاحکام کلہا صحیحۃ

اشرف علی

۶ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ الجواب صواب

سراج احمد امروہی مدرس خانقاہ امدادیہ

عورت کے مرتد ہونے سے فسخ نکاح نہ ہونے پر جو کچھ جناب مفتی صاحب مدفیوضہم نے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل درست ہے اس تحقیق انیق کی خاص حاجت اور ضرورت کو دیکھ کر بیساختہ دل سے نکلتا ہے للہ در المجیب اجاد واصاب فیما افاد واجاب کثر بن خلاق

احقر عبد الکریم گمتھلی عفی عنہ مقیم خانقاہ امدادیہ

تھانہ بھون ۴ ار رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ

---

[1] اس ضمیمہ کے شروع دو ورق کے بعد جہاں یہ عنوان ہے "چوتھا احتمال" اس عنوان کے اخیر میں ف کے تحت میں ان تصدیقات کے متعلق ایک مضمون ہے اُس کو ملاحظہ فرمالیا جائے

طالعت هٰذہ الضمیمۃ الفخیمۃ وتشرفت بتوسم هٰذہ الدرۃ الیتیمۃ فلله درمن اخرجها من الصدف الانیق واستخرجها من البحر العمیق وانا موافق لجمیع مافی الباب ومسرور بضم هٰذہ الضمیمہ باصل الکتاب واللّٰہ اعلم بالصواب۔ حررہ بقلمہ العبد المذنب

ظفر احمد عفا عنہ۔ ۲۶ر رمضان ۱۳۵۲ھ

ازمدرسہ عالیہ دارالعلوم دیوبند

مہر دارالافتاء مدرسہ اسلامیہ دیوبند

بالکل صحیح ودرست ہے
فقیر سید اصغر حسین عفا اللّٰہ عنہ
مورخہ ۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ

الجواب صحیح
حسین احمد غفرلہٗ
بندہ سید محمد مبارک علی غفرلہٗ

الجواب صحیح
بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد رسول خان عفاہ اللّٰہ عنہ

الجواب صحیح	الجواب صحیح	المجیب مصیب	احقر العباد
عبدالسمیع عفی عنہ	مسعود احمد عفا اللّٰہ عنہ	ریاض الدین عفی عنہ	محمد طیب غفرلہٗ

ازمدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور

مہر مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح
عبداللطیف عفی اللّٰہ عنہ
ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۱۱ر رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ

الجواب صواب
بندہ عبدالرحمٰن غفرلہٗ
مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح
محمد ذکریا کاندھلوی مدرس مدرسہ مظاہر علوم — بندہ محمد اسعد اللّٰہ عفا عنہ

مجموعہ فتاویٰ مالکیہ

زیر نظر مجموعہ میں مدینہ منورہ کے مفتیانِ کرام کے وہ فتاویٰ جمع فرمائے گئے ہیں کہ جن پر سخت ضرورت کے موقعہ پر حنفی المسلک کو عمل کرنے کی گنجائش ہے اردو میں جو عنوانات قائم کیے گئے ہیں اس کا تعلق اختیار کیے گئے دلائل سے ہے۔

گذشتہ صفحات میں ان عربی رسائل کا اردو میں مفہوم پیش ہو چکا ہے اس لیے اردو ترجمہ کی ضرورت نہیں۔

خورشید حسن قاسمی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجموعۃ الفتاویٰ المالکیہ

لارباب الفتوىٰ من علماء المدينة المنورة اللتى وعدنا فى التمهيد
ان تلحقها باٰخر الرسالة مع عدد الروايات التى اخذناها
ليتيسر الرجوع الى اصلها

الاستفتاء :- ما قول ساداتنا المالكية اطال بقاهم و نفع المسلمين بعلومهم فى هذه المسائل الاٰتية -

(۱) امرأة مسلمة فقدت زوجها منذ سنين ولم يتبين امره مع كثرة التفتيش والتنقير هل يجوز لها بعد مضى اربع سنين ان تعتد عدة الوفاة ثم تزوج بزوج اخر ام لابد من رفع الامر الى الوالى او الحاكم او جماعة المسلمين ثم تفتيش ذلك المرفوع اليه فاذا يئس يحكم بعد ذلك بانتظارها اربع سنين فان لم يتبين تعتد عدة الوفاة كما يفهم من المدونة و مختصر الخليل وشرحه للدرديرام كيف الحكم -

(۲) هل يلزم حكم الحاكم او حكم جماعة المسلمين لانتظار اربع سنين ام يصح ذلك لحكم ايضا -

(۳) بلاد اسلامية استولى عليها الكفار منذ مدة مديدة وفقدت مسلمة من اهلها زوجها فيها وليس هنالك حاكم اسلامى يفصل الاحكام حسب القوانين الشرعية فكيف السبيل هنالك و فى اى قسم من الاقسام الاربعة المذكورة المفقود فى مختصر الخليل يكون عبارة وهل يصح للمرأة هنالك بعد مضى اربع سنين ان تعتد عدة الوفاة تزوج ام سبيلها التعمير فقط -

(۴) هل الصورة الثانية للمفقود المذكورة فی مختصر الخليل تختص بامرأة كانت من سكان البلاد الاسلامية فذهب زوجها الی البلاد الشركية ففقد هناك ام تشمل القاطنة بالبلاد التی استولی عليها الكفار وبالديار الحربية الاصلية ام كيف الامر۔

(۵) المفقود عنها زوجها سواء كانت من البلاد الاسلامية او الشركية اذا لم يترك زوجها عندها نفقة وهی فی غاية عن الاحتياج والفاقة او كانت بحيث يخشی عليها الفساد بالعزوبة كيف السبيل لها اذا ارادت التزوج او اراد اهلها ذلك۔

(۶) المفقود عنها زوجها اذا لم يكن عندها النفقة وهی محتاجة او يخشی عليها من الفساد هل يصح تطليقها او فسخ نكاحها من غير حكم الحاكم الشرعی ام لابد من الحكم وعلی الثانی كيف يعمل بالبلاد الاسلامية التی تغلب عليها الكفار افيدونا الجزيل۔

الجواب

من العلامة سعيد بن صديق الفلانی دامت بركاته مفتی المالكيه بالمدينة المنورة زادها الله نوراً

بسم الله الرحمن الرحيم

الجواب والله اعلم بالصواب ومن فضله نرتجی الثواب هو ان نصوص المذهب مطبقة من ان المفقود علی سنة انما هو كما سفر مفصلة الاحكام وعلی ان زوجته لا بد لها من الرفع الی القاضی او الوالی او من يقوم مقامهما عند عدمهما من والی الماء او جماعة المسلمين لانهم يقومون مقام الحاكم العدل عند عدمه ولكن عند وجود الثلاثة او

ترفع الا للقاضی فان رفعت لغیره مع التمکن من الرفع له حرم علیها
ذلک وان مضی ما فعله اذ کان هو الوالی لا جماعة المسلمین هذا
ما یظهر من کلام ابن عرفة کما قاله الاجهوری واما لو رفعت لجماعة
المسلمین مع وجود الوالی فالظاهر مضی فعلهم وفی السنهوری وتبعه
اللقانی ان ظاهر کلام خلیل ان الثلاث فی مرتبة واحدة الا ان القاضی
اضبط فوجود القاضی اوغیره ممن ذکر مع کونه یجور او یاخذ المال
الکثیر بمنزلة عدمه فترفع لجماعة المسلمین من صالحی جیرانها و
عدولهم وغیرهم لانهم کالامام عند عدمه وما یفهم من تعبیرهم
بجماعة المسلمین ان الواحد لا یکفی وکذا الاثنان وبه صرح الاجهوری
فعلم انها ان ارادت الرفع فی شان زوجها ووجدت الثلاثة وجب للقاضی
فان رفعت لغیره حرم وصح وان رفعت لجماعة المسلمین لم یصح وان
لم یکن قاضٍ خیرت فیهما فان رفعت لجماعة المسلمین صح علی
الظاهر وان لم یوجد واحد من الثلاثة رفعت لجماعة المسلمین
واهلها منهم وکذا القضاة والامناء المولون للاحکام من الکفار المستولین
علی بلاد المسلمین لحجز الناس بعضهم عن بعض فقد ادعی بعض اهل المذهب
انه واجب عقلا وان کان باطلا تولیة الکافر لهؤلاء القضاة اما بطلب
الرعیة له او اقامة لهم المضرورة لذلک فلا یطرح حکمهم بل
ینفذ کما لو ولاهم سلطان مسلم فتمضی احکامهم للضرورة لعلا یزهد
الناس فی قبول تولیتهم فتطیع الحقوق وفی کتاب الایمان فی مسالة الحالف
لیقضینک حقک الی اجل اقام شیوخ المکان مقام السلطان عند فقده
لما یخاف من فوات القضیة وعن مطرف وابن الماجشون فیمن خرج

على الامام وغلب على بلد فولى قاضيا عدلا وفا حكامه نافذة وقال ابن عرفة لم يجعلوا قبول الولاية للمتغلب المخالف للامام ۔

مفقود الخبر کی بیوی کے فسخ نکاح کا طریقہ کار

(لفظ روایت واما المفقود سے بعد تمام الکشف تک)

جوحته لخوف تعطيل الاحكام" واما المفقود فى بلاد الاسلام فقد عرفة ابن عرفة بقوله هو من انقطع خبره ممكن الكشف عنه فالا سير ونحوه من لا يمكن الكشف عنه لا يسمى مفقودا فى اصطلاح الفقهاء فالمفقود فى بلاد الاسلام فى غير مجاعة ولا وباء ان لم ترض زوجة بالصبر الى قدومه فلها ان ترفع امرها الى الخليفة او القاضى او من يقوم مقامهما فى عدمهما ليتفحصوا عن حال زوجها بعد ان تثبت الزوجية وغيبة الزوج والبقاء فى العصمة الى الأن واذا ثبت ذلك عندهم كتابا مشتملا على اسمه ونسبه وصفته الى حاكم البلد الذى يظن وجوده فيه وان لم يظن وجوده فى بلد بعينه كتب الى البلد الجامع واستقرب ابن ناجى ان اجرة الرسول الذى يفحص وعن المفقود على الزوجة فاذا انتهى الكشف ورجع اليه الرسول واخبره بعدم وقوفه على اخبره قالوا يجب ان تضرب له اجل اربع سنين للحر وسنتان للعبد وهذا التحديد فهو تعبد لفعل عمر بن الخطابؓ واجمع عليه الصحابة ومحل التاجيل المذكور ان كان للمفقود مال تنفق منه المرأة فى الاجل ويزاد على ذلك عدم خشيتها الزنا بلا وطى لشدة تضرر ترك الوطى الناشى عنه الزنا الاترى انها لو اسقطت النفقة عن زوجها

يلزمها الاسقاط وان اسقطت عنه حقها فى الوطى لا يلزمها ولها ان
ترجع فيه وايضا النفقة يمكن تحصيلها من غير الزوج بتسلف ونحوه
بخلاف الوطأ وان دامت النفقة ولم تخش الفتنة فيؤجل الاجل
المذكور من يوم ترفع ذلك للحاكم ويرسل فى النواحى للكشف عنه ولا
يضرب له الاجل بمجرد الرفع بل بعد تمام الكشف والى جميع ما سبق
اشار خليل بقوله ولزوجة المفقود الرفع للقاضى والوالى ووالى الماء
والا فالجماعة المسلمين فيؤجل الحر اربع سنين ان دامت نفقتها والعبد
نصفها من العجز عن خبره ثم اعتدت كالوفاة وهى اربعة اشهر وعشر
للحرة وشهران وخمس ليال مع ايامها ان كانت رقيقة ويلزمها ما
يلزم المتوفى عنها من الاحداد زمن عدتها ولا نفقة لها فى زمن عدتها
واما فى مدة الاجل فلينفق من مال الزوج واليه اشار خليل بقوله و
سقطت بها النفقة وليس لها البقاء بعد انقضاء العدة فى عصمة المفقود
لانها ابيحت لغيره ولا حجة لها فى انه احق ما ان قدم لانها على حكم
الفراق حتى تظهر حياته اذا لو ماتت بعد العدة لم يوقف له ارث منها
واما ان لم يكن له مال فلها التطليق عليه بالاعسار من غير تاجيل لكن
بعد اثبات ما تقدم وتزيد اثبات العدم واستحقاقها للنفقة وتحلف
مع البينة شاهدة لها انها لم تقبض منه نفقة هذه المدة ولا اسقطها
عنه وبعد ذلك يمكنها الحاكم من تلق نفسها بان توقعه ويحكم به
او يوقعه الحاكم.

غائب غیر مفقود کی بیوی کے فسخ نکاح کا طریقہ

روایت ملے رز اما زوجة مفقود تا فلها التطليق" ومثل المفقود
ومن علم موضعه وشكت زوجته عدم النفقة يرسل اليه الحاكم
اما ان تحضر او ترسل لنفقة او تطلقها والا طلقها الحاكم بل ولو كان
حاضرا وعدمت النفقة ثم بعد الطلاق تعتد عدة الطلاق ثلاثة
اقراء للحرة وقرئين للامة فيمن تحيض والا فثلاثة اشهر للحرة والزوجة
الامة لاستوائهما في الاشهر - اما زوجة مفقود ارض لشرك ومثلها
زوجة الاسير فانهما يبقيان لانقضاء مدة التعمير - واولى ما لهما اختلف
في قدرها فقيل سبعون سنة وهو قول الامام مالك وابن القاسم واشهب
قال القاضي عبد الوهاب وهو الصحيح وقيل ثمانون سنة وحكم بخمس و
سبعين سنة وانما لم يضرب لهما اجل كزوجة مفقود ارض الاسلام
لتعذر الكشف عن زوجها ومحل بقائهما ان دامت نفقتهما لغيرها
والا فلهما التطليق واما زوجة المفقود في القتال الواقع بين المسلمين
والكفار فانها تعتد بعد مضي سنة كاتبه بعد التفحص عن حاله او
اما زوجة المفقود في معترك المسلمين فتعتد بعد الفراغ من القتال والا
سنة ما ر في الكشف عنه ولا يضرب لها اجل لانه يحمل امره على
الموت ولذلك يقسم ماله حين شروعها في العدة اما لو شهدت البينة
على انه خرج من الجيش ولم تشاهده في المعترك فانه يكون كالمفقود
في بلاد المسلمين يجري في زوجه ما تقدم واما زوجته المفقود في زمن
المجاعة او الوباء او الكبة او السعال فتعتد بعد ذهاب ذلك المرض

وبقی من شک فی حالہ ھل فقد فی بلاد المسلمین او الکفار ولا نص فی حالہ قال الاجھوری وینبغی العمل بالاحوط فتعامل زوجۃ معاملۃ مفقود ارض الشرک بخلاف من سافر فی البحر فانقطع خبرہ فسبیلہ سبیل المفقود الا ان یکون فقد فی شدۃ ریح والمراکب فی المرسی ولم یتبین لہ خبر فیحکم بموتہ لغلبۃ الظن بعزفۃ ھذا ملخص احکام المفقود باقسام حرر فی ۲ رجمادی الاولی سنہ سعید بن صدیق احسن اللہ الیہ فی العاقبۃ والدائم ومن علیہ وعلی المسلمین بحسن الخاتمۃ

الجواب

من العلامۃ الفاھاشم رحمہ اللہ تعالیٰ مفتی المالکیۃ بالمدینۃ

المنورۃ زادھا اللہ تعالیٰ شرفا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لمستحقہ واتم الصلوٰۃ والتسلیم علی خیر خلقہ والہ وصحبہ وتابع ما وصی:

اما السؤال الاول عن مسلمۃ فقدت زوجھا سنین ویبلغ فی التفتیش عنہ لیستبین فلم ینفع ذلک ولم یظھر اسالم ھو ام ھالک فجوابہ اذا کان الفقد فی ارض الاسلام ولہ مال ینفق منہ علی زوجۃ المتروکۃ فی المقام ھو ما فی الموطا والمدونۃ وغیرھا عن مالک عن یحیی بن سعید ان عمرؓ بن الخطاب قال ایما امرأۃ فقدت زوجھا فلم تدر این ھو فانھا تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعۃ اشھر وعشرا ثم تحل و عن ابن وھب ان عمر عمل بذلک ورواہ الائمۃ مالک والشافعی و احمد وابن ابی شیبۃ والبیھقی والدارقطنی عن عمر وعثمان وعلی وابن

عباس وابن الزبیر رضی اللہ عنہم۔

وقال مالک ینفق علی امرأۃ المفقود من مالہ فی الاربع سنین لا فی العدۃ وقال لا یقسم میراث هذا المفقود حتی یاتی موتہ او یبلغ من الزمان مالا یحیی مثلہ وهو سبعون او خمس وسبعون او ثمانون ذکرہ الشیخ خلیل وغیرہ وفی هذا قال الناظم محمد ابن عاصم فی تحفۃ الاحکام ومن بارض المسلمین یفقد فاربع من السنین الامد وباعتداد الزوجۃ الحکم جری بتعرضا والمال فیہ عمرا وقول السائل هل تعتد لنفسها بعد الاربعۃ الاعوام عدۃ الحمام ام ترفع امرها للحکام او جماعۃ الاسلام فجوابہ مافی مدونۃ سحنون قلت ارایت امرأۃ المفقود اتعتد لاربع سنین فی قول مالک بغیر فیحث عنہ وبعد الیاس تضرب اربع سنین وفی مختصر الشیخ الخلیل المالکی وشروحہ وحواشیہ ان لزوجۃ المفقود الرفع للقاضی والوالی او والی الماء ای جابی الزکاۃ والا فلجماعۃ للمسلمین قیل اقلهم ثلاثۃ من الصلحا او واحد عدل عارف یرجع الیہ فی المهمات والیہ اشار اما مفقود ارض الشرک والاسیر فلا یورث مالهما ولا تنکح زوجهما الا بعد التعمیر۔

وفی حاشیۃ العدوی علی الرسالۃ ان زوجۃ مفقود ارض الشرک وزوجۃ الاسیر تقیان مدۃ التعمیر لتعذر الکشف عن زوجهما ان دامت نفقتهما والا فلهما التطلیق کما اذا خشیتا علی انفسهما الزنا ومثلہ فی شروح المختصر وفیها اعتاق ام ولدہ بعد مها النفقۃ ایضاً دفعا للضرر او تزوج بمن ینفق علیها وفی هذا قال الناظم محمد بن عاصم۔

وحكم مفقود بارض الكفر، في غير حرب حكم من الاسر، تعميره في
المال والطلاق ممتنع عابقى الانفاق . إما المفقود في حرب المسلمين
مع بعضهم فيورث ماله وتعتد زوجته عدة الوفاة بعد انفصال الصفين
ورجوع الخير إلى البلدين وفي ذلك قال الناظم محمد بن عاصم وهو حكم
مفقود بارض الفتن، في المال والزوجة حكم من فني مع النوم لا هل
املحته بقدر ما تنصرف المنهزمة وإما المفقود في حرب المسلمين
الكفار فتعتد زوجته عدة الوفاة ويقسم ما عنده من التركات
بعد سنة وشئ من الانتظار وفي ذلك قال الناظم محمد ابن عاصم
وان يكن في الحرب فالمشهور، في ماله والزوجة التعمير، وفيه اقوال
لهم معينة ، اصحها القول بسبعين سنة ، وقد اتى القول بضرب عام
من حين يأس منه لا القيام ، ويقسم المال امّا السّوال الثاني وهو هل
يلزم حكم الحاكم او جماعة المسلمين بانتظار اربع سنين او صح
باز حكم من مذكورين فجواز ما في شرح الدردير وحاشتيه ان رفعها امرها
للقاضي يجب فان رفعت لوالى ادوالى الماء الجابي للزكاة مع وجود
القاضي حرم عليها ذلك وصح الحكم وان رفعت لجماعة المسلمين
مع وجود القاضي بطل الحكم وان لم يوجد قاض خيرت في الرفع الوالى
اوالساعي فان رفعت لجماعة المسلمين مع وجودهما فالظاهر الصحة
اما ان كانوا جائرين باخذ مال منها ظلما نيكشفوا لها عن حال زوجها
فلها الرفع لجماعة للمسلمين اما اجرة المبعوث لطلب الزوج فقيل على
الزوجة قيل على بيت المال وقيل ان كان قال فعليها بيت المال ـ
وعند الحنابلة لا يفتقر في ضرب المدة الى حاكم البلدة اهـ

فائدة عن السئول عنه زائدة عند الحنيفة لا تطلق زوجة المفقود ولا يورث ماله الا بعد سن التعمير مائة وعشرين وتسعين او ثمانين او سبعين او ستين او برأى حاكم المسلمين وعند الحنابلة ان كان ظاهر غيبته السلامة لا تطلق امرأته ولا تورث تركته الا بعد تسعين سنة وان كان ظاهرها الهلاك فبعد اربع سنين عند الشافعية فى قول الشافعى القديم تطلق بعد اربع سنين ويورث بعد مدة الا يعيش لى مثلها وفى الجديد لا تطليق ولا توريث الا بعد ثبوت موته او طلاقه لما رواه الشافعى عن على رضى الله عنه امرأة المفقود ابتليت فلتصبر حتى ياتى يقين موته ولحديث امرأة المفقود امرأته حتى ياتيها البيان رواه الدارقطنى والبيهقى عن المغيرة ابن شعبة لكن الشافعية والحنابلة كالمالكية فى جواز تطليقها بعد النفقة -

واما السوال الثالث عن مسلمة فقدت زوجها فى بلاد اسلامية استولى الكافر عليها وحازها وليس هناك حاكم اسلامى كيف تعمل اذا ارادت زواجها فجوابه ما فى شرح اقرب المسالك للدردير ان زوجة المفقود فى ارض الاسلام تعتد عدة وفاة ان رفعت امرها للحاكم ان كان ثم حاكم او لجماعة المسلمين عند عدمه ولو حكما قال كما فى زماننا عصر اذ لا حاكم فيها شرعى فيكفى الواحد من جماعة المسلمين ان كان عدلا عارفا شانه ان يرجع اليه فى مهمات الامور بين الناس لا مطلق واحد وعند الحنابلة لا تفتقر امرأة المفقود الى حكم حاكم البلدة كما فى كشاف القناع وشرح المنتهى للشيخ منصور الحنبلى فى قول السائل وفى اى قسم للمفقود يكون هذا جوابه انه من الفقد فى بلاد الاسلام

اذا كانت شعائره فيها تقام وفی حاشية الصاوی والدسوقی ان بلاد الا
سلام لاتصير دار حرب باخذ الكفار لها بالقهر مادامت شعائر الاسلام
قائمة بها وعليه يكون اعتدادها عدة الوفاة بعد اربع سنين وانتهاء
الكشوفات ويختص حكم المفقود بزوجته الساكنة فی بلاد الاسلام
او فی اللتی استولی عليها الكفار مع اقامة شعائر الاسلام فيما بين الانام
واما الساكنة فی البلاد الحربية الاصلية فلا موالاة لنا معها فی امورها
بالكلية۔

امّا السوال الرابع عن فسخ نكاح المفقود بعدم النفقة فی زمن
التربص والقعود فجوابه مافی شرح الدردير وعبد الباقی والخرشی
وغيرها ان المفقود انما يؤجل لامراته مادامت نفقتها والا طلقت
عليه بعدم النفقة وقضی صلی الله عليه وسلم فی الرجل لا يجد ماينفق علی
امرأته بان يفرق بينهما رواه الدارقطنی وذكره مالك والشافعی
وعلماء الحنابلة عن سعيد ابن المسيب واخبران ذلك من السنة و
علی ذلك المالكية والشافعية والحنابلة واستحسن متاخرو الحنفية
مذهب علی حنفی يحكم بذلك للضرورة فی حضور الزوج ذكره
صدر الشريعة والكواكبی وابن عابدين رحمهم۔

زوجۂ مفقود کے نان ونفقہ کے مطالبہ کی وجہ سے فسخ نکاح

« روایت عشٌنا لخوف الزنا» اما السوال الخامس عن فسخ نكاح امرأة
المفقود بخشية الفساد والزنا فجوابه مافی حاشية العدوی علی الرسالة
والصاوی علی قرب المسالك وشرحه الدردير ان ضرب الاجل لامرأة

المفقود انما هو اذا دامت نفقتها من ماله ولم تخش العنت والزنا والا فلها التطليق بعدم النفقة اولخوف الزنا امة اما السوال السادس وهو هل يصح تطليقها او الفسخ بغير حاكم شرعي وكيف العمل في ذلك ۔

فقيل لمالك اتعتد بعد الاربع سنين اربعة اشهر وعشر اعدة الوفاة من غيران يامرها السلطان بذلك قال نعم مالها وما للسلطان في الاربعة الاشهر وعشر التي هي عدة ونص المختصر ولزوجة المفقود رشرح ومن غاب في بلاد الاسلام وانقطع خبره وامكن الكشف عنه) الرفع للقاضي والوالي رش اي وحاكم البدو والى الماء الساعي لجلب المزكوات) والا فلجماعة المسلمين من صالحي بلدها رش ولها عدم الرفع والبقاء في عصمته حتى يتضح امره) فيؤجل الحر اربع سنين ان دامت نفقتها رش) فان لم تدم نفقتها فلها التطليق بلاتاجيل و وكذا ان خشيت على نفسها الفساد من يوم العجز ان كان لعدم النفقة فان الزوجة تثبت بشاهدين ان فلانا زوجها وغاب عنها ولم يترك لها نفقة ولا وكيلا بها ولا اسقطتها عنه وتحلف على ذلك فيقول الحاكم فسخت نكاحه او طلقتك منه او يأمرها بذلك ثم يحكم به وهذا بعد التلوم بنحو شهر او باجتهاده عند المالكية وفورا او متراخيا عند الحنابلة وبعد ثلاثة ايام عند الشافعية وان كان لخوفها الزنا ونفرها بعدم الوطي والمانع جود النفقة والغنا فبعد صبرها سنة فاكثر عند رجل المالكية وبعد ستة اشهر عند الحنابلة « وفقنا الله الى الاعمال الزكية ۔

العبد الفقير محمد الهاشم ۔

الجواب

من العلامة محمد طيب بن اسحٰق الانصاری دامت برکاته المالکی

المدرس بالمسجد النبوی علی صاحبها الصلوٰة والسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰة والسلام علی رسوله واٰله اما بعد فالجواب
عن المسئلة الاولی هو ما فهمتم لا زلتم من اهل الفهم من المدونة
و مختصر الشیخ خلیل من ان المفقود عنها زوجها لا لها من احد
امرین اما ان ترضی المقام مع زوجها المفقود او تريد المفارقة فان
ارادتها فلا بد لها من رفع امرها اما الی القاضی والی الوالی او الی والی
الماء وان لم یوجد والی الجماعة المسلمین من صالحی بلدها وجیرانها
واما انها تعتد و تتزوج برجل آخر من غیر رفع امرها ای القاضی او قائل
بجلیته وجواز لما فیه مما لا یخفی من الفساد نص المدونة قلت
ای قال سحنون لابن القاسم رایت امرأة المفقود اتعتد الاربع سنین فی
قول مالک بغیر امر السلطان قال قال مالک لا قال مالک وان اقامت
عشرین سنة ثم رفعت امرها الی السلطان نظر فیها وکتب الی موضعه
الذی خرج الیه فان یئس منه ضرب لها من تلک الساعة اربع سنین-
اقرب المسالک وکتب الشافعیة ان الفسخ بعدم النفقة ونحوها
انما یکون بحکم الحکم والمحکوم وان لم یکن حاکم فجماعة المسلمین
العدول یقومون مقام فی ذلک وفی کل امر یتعذر فیه الوصول الی الحاکم
العادل والواحد منهم کاف ان کان عدلا عارفا یرجع الیه فی المهمات
عمر یا اللہ بخیر فی الحیاة وبعد الممات وصلی اللہ علیه وسلم علی صاحب

المعجزات والكرامات اهـ

العبد الفقير محمد الشهير بالفاهاشم بن احمد زو زال مع الاخوان

فى عناية الصمد الحاق - طريق تطليق زوجة المفقود او الغائب الذى تعذر

الارسال اليه لو ارسل اليه فتعاذر عن خبره ثم اعتدت كالوفاة وسقطت

بها النفقه، ودليل ذلك ما رواه مالك عن يحيى بن سعيد عن سعيد بن

المسيب عن عمر بن الخطاب رضى الله تعالى عنه انه قال ايما امراة فقدت

زوجها ولم تدر اين هو فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر

عشرا ثم تحل وما روى ابن وهب عن عبد الجبار عن ابن شهاب ان

عمر بن الخطاب رضى الله سبحانه وتعالى عنه ضرب المفقود من

يوم رحلته اربع سنين ثم امرها ان تعتد عدة المتوفى عنها زوجها

ثم تصنع فى نفسها ما شاءت اذا انقضت عدتها وفى الحديث لا ضرر ولا ضرار -

اما المسئلة الثانية فجوابه يعلم مما قبلها وهو قول مالك

او لمن قال له انتعتد الا اربع سنين بغير امر السلطان ونص القاضى

ابن فرحون فى كتابه تبصرة الاحكام فى اصول الاقضية ومناهج الاحكام

فى فصل ما يفتقر الى حكم الحاكم على ان التطليق على الغائبين وغيرهم مما

لا بد فيه من حكم الحاكم -

واما المسئلة الثالثة فجوابها والله اعلم ان المرأة المسلمة التى

فقدت زوجها فى بلاد استولت عليها الكفار مدة مديدة كما فى مصر و

الشام والهند تعتد اربع سنين ثم تعتد عدة وفاة اربعة اشهر وعشرا

وزوجها يكون فى عدادا لقسم الاول من اقسام المفقود لانهم عرفوه

بانه من غاب وانقطع خبره وامكن الكشف عنه وعرفوا القسم الثانى

وهوالمفقود فی ارض الحرب بانہ من غاب وانقطع خبرہ ولم یمکن
الکشف عنہ لانہ فقد فی ارض الحرب اما البلاد المذکورۃ وان کان
حاکما کافرا فلا تکون کارض حرب من کل وجہ لوجود قضاۃ
فیہا وولاتہم وامکان الکشف عنہ فاتضح بہذا ان حکمہا حکم
من فقدت ببلاد الاسلام فلا تنتظر بدۃ التعمیر۔
واما المسئلہ الرابعۃ فیلہم جوابہا مما قبلہا ایضاً ہوانہ لافرق
بین المفقود فی ارض الاسلام وبین المفقود فی البلاد المستعمرۃ لما قدمنا
من وجود قضاۃ المسلمین فیہا وولاتہا وامکان الکشف فعلی ہذا
لا تختص الصورۃ الثانیۃ المذکورۃ فی مختصر بالمسلمۃ الکائنۃ فی
بلاد الاسلام تشمل من کانت والبلاد المستعیرۃ للکفار لما قدمنا
ان المراد بالشرکیۃ البلاد الحربیۃ التی لا یمکن للمسلم الوصول
الیہا فلا تتمکن القضاۃ من التفتیش فیہا لا مطلق البلاد الکفریۃ
لانہا ربما تکون سلمیۃ او ذمیۃ واما القاطنۃ بالبلاد الشرکیۃ الحربیۃ
نحکمہا ہی وزوجہا حکم المسلمین فیفدیہما الامام من بیت
المال ان کان والا فمن مالہ بالغاما والا فعلی جمیع المسلمین۔

نان ونفقہ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے مطالبۂ تفریق

ان المفقود سے لے کر قو لہٗ تک

واما المسئلۃ الخامسۃ فجوابہا ان المفقود عنہا ولم یترک
لہا نفقۃ واحتاجت غایۃ الاحتیاج او خافت علی نفسہا الفساد
ان لہا التطلیق بلا تاجیل کما ہو مفہوم الشرط فی قول الشیخ خلیل

فی مسئلة المفقود توجل اربع سنین ان دامت نفقتها وقال شراحه قاطبه فان لم تدم نفقتها او خشیت الفساد فلها التطلیق بلا تاجیل فترفع امرها الی الحاکم و تثبت عدم النفقة واحتیاج بمایثبت به فاما ان یطلق الحاکم بنفسه او یامرها بالتطلیق وهو قول الشیخ خلیل فهل یطلق الحاکم او یامرها به قولان"

واما ارادة اهلها تزویجها فلا عبرة به مالم تطلب الفراق بنفسها الا ان یکون سفیهة فیقوم ولیها مقامها مما اذا تحقق لدیه ضرورتها واما المسئلة السادسه فجوابها انه لا یحل لمن لم تکن عندها نفقة او من خشیت الفساد من النساء ان تطلق نفسها قبل ثبوت ضررها عند الحاکم سواء عدم النفقة او خشیت الفساد لما تقدم فی الجواب عن المسئلة الاولی من جواب مالک و ما تقدم فی الجواب عن المسئلة الثانیة وهو قول قاضی المدینة ابن فرحون فی تبصرته ان التطلیق علی الغائبین وغیرهم مما یفتقر الی حکم الحاکم فلا بد من ثبوت ضررها عند الحاکم فاما ان یطلق الحاکم واما ان یامرها بتطلیق نفسها وهو قولان مشهوران لکن القول الثانی اقوی لقول رسول الله صلی الله علیه وسلم لبریرة لما عتقت انت املک بنفسک ان شئت اقمت مع زوجک وان شئت فارقتیه واما قولکم وعلی الثانی کیف یعمل فالجواب عنها ان احکام قضاتهم نافذة ماضیة وان کانت تولیتهم الصادرة من الکفار باطلة وبهذا افتی الامام ابو عبد الله المازری لما سئل عن احکام تاتی فی زمنه من صقیلة من عند قاضیها او شهود عدولها فاجاب جوابا طویلا الی ان قال واما الوجه الثانی وهو تولیة الکافر

للقضاة والامناء لحجز الناس بعضهم عن بعض فقد ادعى بعض اهل المذهب انه واجب عقلاً وان كان باطلاً تولية الكافر لهذا القاضي اما ان يطلب الرعية او اقامته لهم لذالك فلا يطرح حكمه وينفذ كما لو ولاه سلطان مسلم وفى كتاب الايمان فى مسئلة الحالف لاقضينك حقك الى اجل اقام شيوخ المكان مقام السلطان عند فقده لما يخاف من فوات القضية وعن مطرف وابن الماجشون فيمن خرج على الامام وغلب على بلد اقولى قاضيا عدلا فاحكامه نافذة انتهى وفى كتاب بيان وجوب الهجرة للشيخ عثمان فودى الغلانى المالكى مانصه وتوليه الكافر للقاضى باطلة وسع ذلك لا يقدح فى تنفيذ احكام اذا حجز الناس بعضهم عن بعض واجب وفى ذلك يقول الناظم۔

توليه الكافر للقضاة باطلة والحكم ذو اثبات لان الحجز الناس بعضهم على بعض محتم كما

قلت اقل احوالهم ان يكونوا المحكمين او بمنزلة جماعة المسلمين فقد تقدم ان المفقود زوجها ترفع امرها لقاضى او للوالى وان لم يوجدا فلجماعة المسلمين والعلم لله وصلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم۔

مهر

امريكتابنه

محمد الطيب بن اسحٰق الانصاري

الاستفتاء من العلماء المالكية ثانياً

(۱) ما قولكم رحمكم الله تعالى فيما اذا رجع المفقود او اسير المحسر او اطاع المتعنت بعد فسخ نكاحه فهل ترد اليهم ازواجهم ام لا۔

(۲) ما المراد من العارف والمهمات فی قول المالکیة ان الواحد اذا
کان مدلا ارفا یرجع الیه فی المهمات یکفی عن جماعة المسلمین
التی یحتاج الیها عند عدم الحاکم حسارو اعتبارا۔
(۳) ما حکم زوجة العنین عندکم هل یفرق عن زوجها ام
لا وهل یحتاج فیه الی قضاء القاضی اومن
یقوم مقامه ام لا۔
(۴) وکذلک المجنون هل نطلق علیه زوجته اذا کانت فالک
ام لا وعلی الاول فکیف السبیل الیه۔

الجواب

من العلامه الصالح التونسی المدرس فی المسجد النبوی
بالمدینة المنورة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الحکیم العلیم والصلوٰة والسلام علی من بعث
بالبیان والتعلیم وعلی اله وصحبه اولی الحث علی البحث التسلیم
السدید القویم والحض علی توفیر الحظ من السوال الشافی المشفوع
بالجواب المولی العبد العمیم وبعد فقد وردت علی الاسئلة الآتیة
من طرف بعض الاخوان مهیدا ابطالها ببعض عبارات لفقهاء المالکیة
متضمنة کیفیة الفسخ لنکاح المفقود والمعسر عن النفقة والمتعنت
فی ذمها مخللة بعبارات الحنیفة علی التنظیر ملتمسا التفاهم فیها
لما تؤدیه مبناها ویبدیه معناها للتوصل بها الی الحکم فی المسائل
الآتیه علی المذهب المالکی والیک خلاصة الاسئله (س) اذا فسخ النکاح

بين من ذكر على المقرر المعتبر شرعاً ثم عاد المفقود او ايسر المعسر او اطاع المتعنت فما حكم المرأة حينئذ (س۲) عن عبارة بعض الشراح فى ان الفسخ او التطليق المذكور يكون للحاكم او لجماعة المسلمين عند عدمه حسنا او اعتبارا او الواحد منهم كان اذا كان مدلا عارفا يرجع اليه فى المهمات وما هو النارن وما هى المهمات (س) ما حكم زوجة العنين من حيث بيان مدت التاجيل وكيفية التفريق اذا انقضاء الحال واباه الزوج (س) ما حكم زوجة المجنون كذلك۔

الجواب

لما كانت تلك العبارات المورودة المسرورة ليست موصودة ومقصورة لذا تهابل الاستعانتها والتوصل منها الى معرفة الحكم وكان غيرها افصح واصح اعرضت عن العرض لبيان سؤديها وما يقتضيه نجواها واكتفيت بذكر الاجوبة الاتية متحريا مظانها ومعالمها الحقيقية بحوله تعالى (ج عن س۱)

اذا فسخ النكاح على الوجه المقرر المعتبر شرعا فى حق من ذكر ثم عاد المفقود او ايسر المعسر او اطاع المتعنت فان كان ذلك فى العدة رجعت الزوجة لزوجها مطلقا لكون الطلاق رجعيا لم تنفصل فيه العصمة حسب القاعدة المقررة من ان كل طلاق اوقعه الحاكم فهو بائن الا طلاق المولى والمعسر وسواء اوقعه الحاكم بالفعل او جماعة المسلمين او امراها به على حسب ما ياتى ولقول خليل وله الرجعة ان وجد فى العدة يسارا يقوم بواجب مثلها الشامل المعسر والغائب المطلقة عليه من اجل النفقة من باب اولى كما تبين ذلك بعد فاذا كان التفريق لخصوص الفقد لا لانقطاع النفقة ولا للموت فهو الاول وو بعد انقضاء العدة ما لم يدخل الثانى

المستفاد من قول خليل وقدر طلاق يتحقق بدخول الثانی وتفریع الزرقانی
علیہ بقولہ فان جاء الاول قبل دخول الثانی کان حق بہا۔ واذا کان
الغائب مشہودعلیہ بالموت فقدم اوثبت حیاتہ او طلقت زوجتہ لانقطاع
النفقۃ فتبین استمرارہا ففی ہاتین الصورتین لاتفوت بدخول الثانی بل
ترجع للاول ولو ولدت الاولاد وہو معنا دخلیل فی المنعی لہا زوجہا مع حل
الزرقانی علیہ مصورا لہا بقولہ من شہدت بینہ شہدت فتزوجت ثم
قدم فلا تفوت بدخولہ کما یفیدہ قولہ یعنی خلیلا فی الاستحقاق کشہود
بموتہ و فی القضاء ولقص ان ثبت کذبہم کحیاۃ من قتل وقولہ والمطلقۃ
لعدم النفقۃ ثم ظہر اسقاطہا المعطوفۃ والمعطوط علیہا المسائل المشترکۃ
فی الحکم المخبر بہ علیہا بقولہ فلا تفوت بدخول وتصویر الزرقانی
لہا بقولہ بان اقام بینہ انہ کان یرسلہا الیہا او انہا وصلتہا
او انہ ترکہا عندہا فلا یفیتہا دخول الثانی وتایید البنانی ذلک تنقل
فلا تم المواق ونصہ واما مسئلۃ المطلقۃ لعدم النفقۃ فقال ابن
عبد الرحمن ان ثبت بعد قدومہ لم ینہا لہا ردت لہ ولو دخل بہا
متزوجہا کما ذکر۔

عدم نفقہ کی وجہ سے فسخ نکاح کا مطالبہ

عن ابن عرفۃ عن ابن یونس و مثلہ اقرب المسالک بقولہ بخلاف
المنعی لہا زوجہا والمطلقۃ لعدم النفقہ ثم ظہر سقوطہا یعنی فلا تفوت
بدخول الثانی کما صرح بہ فی اخر النظائر ومثلہ المجموع بقولہ وان نعی
لہا تبین الکذب او طلق علیہ لعدم النفقۃ ثم تبین اسقاطہا لم تفت

بدخول۔ ج عن س۲) الذی علیہ الجمہ وروبۃ العمل وھوالمشھود ان فالك التفریق وومسائلہ ولمتعلق بہ للحاکم فان عدمھا او اعتباط فجماعۃ المسلمین الثلاثۃ فمافوق علوم مقامہ ولایلفی الواحد فی مثل ھذا وانما نسب ذلك للاجھوری فی احدی الروایتین عنہ وتبعہ بعض السراج من المربین والاول ھوالذی علیہ المعول وعلیہ فلالزوم معرفۃ ھذا الواحد ولا لبیان المھمات الذی یرجع فیھا الیہ علی ان ذلك واصح وھی کنایۃ عن کونہ عالما عاقلا مرجعا لاھل جمھتہ فی حل مشکلاتھم مطلقا۔

زوجۂ عنین کی تفریق اور عنین کو مہلت کب سے شمار ہوگی؟

(ج عن س) وھوان الحکم فی زوجۃ العنین التاجیل سنۃ من یوم الحکم اوالتراضی من طرف الحاکم اوجماعۃ المسلمین کما ھووالتفریق کذلك علی ان العنین یطلق باطلاق فیعن علی مسترخی الذکر وعلیہ فالحکم ما تقرر علی بعینہ کالو والذی لایاتی معہ الجماع وھذا البزوجتہ الخیار فی الحال ولا محتاج الی ضرب احال" (ج عن س) ھوان حکم زوجہ المجنون مثل حکم المعترض وھوالعنین علی التفسیر الاول من التاجیل سنۃ والتفریق علی حسب امروان ذلك بشیرصاحب التحفۃ وبقولہ ؎

وحیث عیب الزوج باعتراض	اوبرص وقیسم عند القاضی
احلما الی تمام عام	کذلك فی المجنون والجذام
وجدہ یحکم بالطلاق	ان علما الیرعلی الاطلاق
ای مطلقا بعد تمام السنۃ	امرہ وھو معنی خول لخلیل و

ويجنونهما وان مرة فى الشهر قبل المدخول وبعده اجلا فيه وفى برص
وجد امرجى فماسنته اى قمرية وقوله بعد ذلك واجل المعترمن
سنة بعد المصحة من يوم الحكم وعبارة الزرقانى فى اهل على قوله (بعد
الصحة) من مرض عيرالاعتراض وابتدا نه من (يوم الحكم) لا من يوم
لا نه قد يتقدم عن يوم الحكم فان لم يتوافقا وتراضيا على التخيل فمن
يوم التراض والله اعلم اوصلى الله على سيدنا محمد واله وصحبه وسلم
وكتب ذلك عن اسلامه الفقير صالح التونسى بالمسجد النبوى فى ربيع الاول
رحمته وفقه الله تعالى -

تنبيه : لم يصرح احد من اصحاب النون والشراح التى وقفت عليها
الحاق المنعنت المعى وغاية ما ذكروا فى حقه انه يجبر على النفقه او يطلق
عليه وهل هذا الطلاق بعد رجعيا فتلحق بالعسر فى الحكم وتشمله التلوة
المقررة فى الاصل حيث ان الممتنع من الوطاء الحقوه بالمولى فاهله نظيره
او يعد باثناره يشمله حكم المعسر حينئذ والله اعلم -

نتلخص من ذلك ان المعسر اذا ايسر فى العدة والغائب المطلق عليه
من اجل النفقة اذا قدم موسرا فى العدة فكل عرفا احق بزوجتهما لم تنقض
العده وان المفقود المطلق عليه من اجل النفقه اذا قدم ولو بعد العدة وقبل
دخول الثانى هو احق بها وان الغائب المشهود عليه بالموت فقدم او تحققت
حياته و المشهود عليه بقطع النفقة فقدم وثبت استمرارها فالزوجة
لهما ولا تفوت بعد دخول الثانى ولو ولدت الاولاد حسب النصوص الصحيحة
الصريحه ما قدمه المعولات لا ريا بها بحا لها وان المعنت اذا رجع يحقل
الحاقه بالمعسر وهو الاقرب نذه اجزام فى العدة لا بعدها ويحتمل ان

الطلاق علیہ بائن وعلیہ فلا رجعۃ لہ حیث لا نص صریح فی المسئلۃ
کما تقدم واللہ اعلم۔

الجواب

من العلامۃ سعید بن صدیق الفلاتی متعنا اللہ تعالیٰ بعلومہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم سبحانک لا علم لنا الا
ماعلمتنا انک انت العلیم الحکیم اما الصلوۃ واعم التسلیم علی سیدنا
محمد الہادی الحلیم وعلی الہ وصحبہ ولاتی ربہ بقلب سلیم۔ اما الجواب
عن امرأۃ المفقود فی موطا امام دار الھجرۃ ونجم السنۃ مالک بن انس
علیہ رحمۃ رب الانس والجنۃ باب فی عدۃ التی تفقد زوجہا حدثنی
یحیی عن مالک عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب ان عمر بن
الخطاب قال ایما امراۃ فقدت زوجہا فلم تدر این ہو فانہا تنتظر
اربع سنین ثم تعتد اربعۃ اشہر وعشرا ثم تحل قال مالک وان تزوجت
بعد انقضاء عدتہا فدخل بہا زوجہا اولم یدخل بہا فلا سبیل لزوجہا
الاول الیہا قال وذلک الامر عندنا وان ادرکہا زوجہا قبل ان تتزوج
فہو احق بہا قال مالک ادرکت الناس ینکرون الذی قال بعض الناس عمر
بن الخطاب انہ قال یخیر زوجہا الاول اذا جاء فی صداقۃ اوفی امرأتہ
قال مالک وبلغنی ان عمر بن الخطاب قال فی المراۃ یطلقہا زوجہا وہو
غائب عنہا ثم یراجعہا فلا یبلغہا رجعتہ وقد بلغہا الا تزایاہا فتزوجت
انہا اذا دخل بہا زوجہا الاخر اولم یدخل بہا فلا سبیل لزوجہا
الاول الذی کان طلقہا الیہا قال مالک وہذا احب ما سمعت الی فی

هذا و فى المفقود فى المدونة فى باب المفقود قلت ارايت المراة ينعى لها
زوجها فتعتد منه ثم تتزوج وامرأة يطلقها زوجها مما فتعلم بالطلاق
لم يراجعها فى العدة وقد غاب زوجها ولم تعلم بالرجعة حتى تنقضى
العدة فتزوج وامرأة المفقود تعتد اربع سنين بامر السلطان ثم اربعة
اشهر وعشرا فتنكح اهؤلاء عند مالك تحملهن عمل واحد قال
واما التى ينعى لها زوجها فهذه يفرق بينها وبين زوجها الثانى وترد الى
زوجها الاول بعد الاستبرأ بثلث حيض وان ولدت منه اولادا واما امرأة
المفقود التى طلقت ولم تعلم بالرجعة فانه قد كان مالك يقول مرة
اذا تزوجتا ولم يدخل بهما ازواجهما فلا سبيل لازواجهما اليهما
ثم ان مالكا وقف قبل موته بعام اونحوه فى امرأة المطلق اذا اتى زوجها
الاول ولم يدخل بها زوجها الاخر فقال مالك زوجها الاول التى بها
قال وسمعت منه فى المفقود انه قال هو احق بها ما لم يدخل بها زوجها
الثانى وانا ارى فيهما جميعا ان ازواجهما اذا ادركوهما قبل ان يدخل
بهما ازواجهما هؤلاء الاخرون فالاولون احق وان دخلوا فالاخرون
وقال اشهب مثل قوله واختار ما اختاره وقال المغيرة وغيره يقول مالك
الاول وقالوا لاتمارث امرأة زوجين توارث زوجا ثم ترجع الى زوج
غيره وقال وليس استحلوا الفرج بعد الاعذار من السلطان بمنزلة
عقد النكاح وقد جاء زوجها ولم يطلق ولم يمت قلت ارأيت ان قدم
زوجها بعد الاربع سنين وبعد الاربعة اشهر وعشر اترد اليه فى قول
مالك ويكون احق بها قال نعم قلت افتكون عنده على تطليقتين
قال لا ولكنها عنده على ثلاث تطليقات عند مالك وانما تكون

على تطليقتين اذا هي رجعت اليه بعد زوج قلت ارأيت المفقود اذا ضرب السلطان لامرأته اربع سنين ثم اعتدت اربعة اشهر وعشرا يكون هذا الفراق تطليقة ام لا قال ان تزوجت ودخل بها فهي تطليقة قلت فان تزوجت بعد الاربعة الاشهر وعشر ثم جاء موته مات بعد الاربعة الاشهر وعشرا اترثه ام لا قال ان انكشف ان موته بعد نكاحها وقبل دخوله بها ورثت زوجها الاول لانه مات فهو احق بها فهو كمجيئه ان لو جاء وعلم انه حي فرض بينه وبين الآخر واعتدت من الاول من يوم مات لان عصمة الاول لم يسقط وانها تسقط بدخول الآخر بها ولذلك لو مات الزوج الآخر قبل دخوله بها فورثته ثم انكشف ان الزوج الاول مات بعده او قبله وبعد نكاحه او جاء ان الزوج الاول حي بطل ميراثها من الزوج الآخر وردت الى الاول ان كان حيا واخذت ميراثه ان كان ميتا قلت

ارأيت امرأة المفقود تعتد الاربع سنين في قول مالك بغير امر السلطان قال قال مالك لا وان اقامت عشرين سنة ثم رفعت امرها الى السلطان نظر فيها وكتب الى موضعه الذي خرج اليه فان يئس منه ضرب لها من تلك الساعة اربع سنين فقيل لمطلق هل تعتد بعد الاربع سنين عدة الوفاة اربعة اشهر وعشر امن غير ان يامرها السلطان بذلك قال نعم ومالها وما السلطان في الاربعة الاشهر وعشر ابعد الاربع سنين قال لا لانها معتدة —

رقال مالك يوقف مال المفقود والسلطان ينظر في ذلك ولو يوقف اله ولا يداع احد ايعنده ولا يبذره وقال ربيعة بن ابي عبد الرحمن المفقود الذي لا يبانه سلطان ولا كتاب السلطان قد اضل اهله وامامه

فی الارض لا یدری این هو وقد تلوموا الطلبه والمسئلة عنه فلم یوجد
فذالک المفقود الذی یضرب لہ الامام ابلغنا لامرأته ثم تعتد بعدها
عدة المتوفی عنها یقولون ان جاء زوجها فی عدتها او بعد العدة ثم المتنکح
فهو احق بها وان نکحت بعد العدة ودخل بها فلا سبیل لہ علیها وقال
ابن وهب عن عبد الجبار عن ابن شهاب ان عمر بن الخطاب ضرب المفقود
من یوم جاءته امرأته اربع سنین ثم امرها ان تعتد عدة المتوفی عنها
زوجها ثم تصنع فی نفسها ماشائت ان انقضت عدتها وقال خلیل فی
مختصره ولزوجة المفقود الرفع للقاضی والوالی ووالی الماء والا فلجماعة
المسلمین وظاهره انها تخیر فی الرفع لاحد الثلاثة والنقل انها حیث
ارادت الرفع ووجدت الثلاثة وجب الرفع للقاضی وان رفعت لغیره
حرم وصح وان رفعت لجماعة المسلمین لم یصح وان لم یوجد قاض
خیرت فیهما فان رفعت لجماعة المسلمین معهما صح علی الظاهر و
جماعة المسلمین هم عدول جیرانها وغیرهم لانهم کالامام عند
عدمه وذکر ابن عرفة ان عمل قضاة تونس ان الرفع العدول کالوقع للسلطان
فان تعسر رفع بالسلطان ونائبه قام من ذکر مقامه وبه قال ابن الهندی
وابو محمد۔

شرعی کمیٹی کے افراد کی تعداد کتنی ہو روایت ۲۱

وصوبه اللخمی لنقل الرفع لہ علی کثیر وتعبیرهم بجماعة المسلمین
یقتضی ان الواحد لا یکفی وبه صرح الاجهوری فیوجل الحر اربع سنین
ان دامت نفقتها من ماله والا ندم نفقتها من ما له فلم یا لعدم

النفقة بلا تاجيل وكذا ان خشيت على نفسها الزنا فيزاد على دوام نفقتها عدم خشيها الزنا وفي مجموع الامير وهل لزوجة المفقود الرفع للقاضي والوالي ووالى الماء ظاهره ان الثلاثة في مرتبة وان كان القاضي اضبط وهو ما في الخرشي والا يوجد واحد ممن ذكر فلجماعة المسلمين قال خشيه من صالحي جيرانها وغيرهم العدول ولا يكفي الاثنان كما في الاجهوري لان اقل الجمع ثلاث خلافا لما في عبد الباقي والخرشي من كفاية الواحد وقد رد الاجهوري كفاية الاثنين فضلا عن الواحد فائدة التخليق ان اقل الجماعة ثلاثة فيؤجل اربع سنين من العجز عن خبره ان دامت نفقته اولم تخف زنا والا فلها تعجيل الطلاق قال الحنفي والا تدم نفقتها بان لم يكن له مال اصلا او فرغ او دامت وخافت الزنا فلها تعجيل الطلاق الى ان قال ولها المهر كاملا ولا ترد ما قبضته ان قدم على ما به القضاء والاحج ان كان الصداق مؤجلا لا يحل لانه تمويت لا موت اه قال ابن الحاجب حكم الغائب ولا مال له حاضر حكم العاجز الحاضر فلها ان تطلق نفسها ام قلت فيجري فيه قول خليل فهل يطلق الحاكم او يامر ها به ثم يحكم قولان واذا ثبت لها التطليق بذلك فخشية الزنا اولى لان ضرر الزنا والوطأ اشد من ضرر عدم النفقة الا ترى ان اسقاط النفقة يلزمها وان اسقطت حقها في الوطا فلها الرجوع فيه ولان النفقة يمكن تحصيلها بنحو تسلف وسؤال بخلاف الوطأ اه - واما الجواب عن امرأة المعسر الذي لا يجد ما ينفق عليها ففي المدونة قال لنا مالك وكل من لم يقو على نفقة امرأته فرق بينهما ولم يقل لنا مالك حرة ولا امة وقال لان الرجل اذا كان معسرا لا يقدر على النفقة فليس لها عليه

النفقة انما لها ان تقيم معه او يطلقها كذلك الحكم فيها وقال ابن
وهب عن عبد الرحمن عن ابی الزناد و عبد الجبار عن ابی الزناد انه قال
خاصمت امرأة زوجها الی عمر بن عبد العزیز وانا حاضر فی امرته
علی المدینة فذکرت له انه لا ینفق علیها فدعا به عمر فقال انفق
ولا فرقت بینک و بینها وقال عمر اضربوا له اجل شهرا او شهرین فان
لم ینفق علیها الی ذلك ففرقوا بینه و بینها قال ابو الزناد وقال عمر بن
عبد العزیز سل الی سعید بن المسیب عن امرهما قال فسألته عن امرهما
وقال یضرب له اجل فرقت له من الاجل نحوا مما کان وقت له عمر و
قال سعید فان لم ینفق علیها الی ذلك الاجل فرق بینهما ابن وهب
عن مالك وغیره عن سعید بن المسیب انه کان یقول اذا لم ینفق
الرجل علی امرأته انه یفرق بینهما وقال سمعت ...... یقول کان
من ادرکت یقولون اذا لم ینفق الرجل علی امرأته فرق بینهما ابن وهب
عن اللیث عن یحیی بن سعید انه قال اذا اتزوج الرجل المرأة وهو غنی
ماحتاج حتی لا یجد ما ینفق فرق بینهما فان وجد ما ینفقها من الخبز و
الزیت وغلیظ الثیاب لم یفرق بینهما و فی شرح بلوغ المرام وقد
اختلف العلماء فی هذا الحکم وهو فسخ النکاح عند اعسار زوج
بالنفقة علی اقوال الاول ثبوت الفسخ وهو مذهب علی وعمر و ابی
هریرة رضی الله عنهم وجماعة من التابعین و من الفقهاء مالك
والشافعی واحمد وبه قال اهل الظاهر مستدلین بحدیث لا ضرر و
والثانی ماذهب الیه الحنفیة وهو قول للشافعی انه لا فسخ لاعسار
بالنفقة مستدلین بقوله تعالی ومن قدر علیه رزقه فلینفق

مما آتاه الله لا يكلف الله نفسا الا ما آتاها. قالوا فاذا لم يكلف الله النفقة فى هذا الحال فقد ترك ما لا يجب عليه ولا يأثم بتركه فلا يكون سببا للتفريق بينه وبين سكنه وبابه وان كان ذو عسرة فنظرة الى ميسرة فتؤمر بالصبر والاحتساب وقال مالك والشافعى ايضا واحمد فى اظهر روايته ان المرأة اذا تزوجته عالمة باعساره او كان موسرا عند تزوجه ثم اصابته جائحة فانه لا فسخ لها وفى ابن الحاجب ويثبت لها حق الفسخ بالعجز عن النفقة الحاضرة لا الماضية حرين او عبدين او مختلفين مالم يكن علمت فقره قبل العقد كما ذكره ميارة فى شرح التحفة فاذا عرفت هذه الاقوال عرفت ان اقواها دليلا اكثرها قائلا الاول وقد اختلف القائلون بالفسخ فى تاجيله بالنفقة فقال مالك يؤجل شهرا او شهرين وقال الشافع ثلاثة ايام قال ابن عرفة وطلقته بالعسر بها رجعى اتفاقا وشهر رجعية بيسره بنفقتها فتصح الرجعة ان وجد فى العدة يسارا يقوم بواجب مثل الا دونه فلا تصح رجعته لان الطلقة التى اوقعها الحاكم انما كانت لرفع ضرر عجزه فلا تصح رجعته الا اذا زال وذلك بان يجد ما لو قدر عليه اولا لم يطلق عليه قال ابن عبد السلام ينبغى تقييده بما تظن قدرته على اقامته بعد ذلك وقال عبد الله ابن فودى الماكى فى ضياء التاويل عند آية ومن قدر عليه رزقه فلينفق مما آتاه الله قال وهذا يفيد ان النفقة ليست مقدرة شرعا وانما تقدر عادة بحسب المنفق والمنفق عليه ولها الفسخ بطلقة رجعية ان عجز عن الانفاق اهـ قلت[٢٣] ومثلها الزوجة المطلقة فى حال

---

[٢٣] الرواية الثالثة والعشرون من قوله واما المصنف الى قوله نظر الخطاب

غيبة زوجها من الحاكم او جماعة المسلمين لدعواها عدم النفقة
من ماله بان ادعت انه لم يدرك لها ما تنفقه ولم يرسله لها ولم
يوكل من ينفق عليها وطلبت الطلاق وحلفت على ذلك فيطلق عليه
الحاكم او يامرها بتطليق نفسها فيحكم به اه - وفي كتاب جامع امهات
مسائل الاحكام في قطع الخصام مما اشتد اليه حاجة الحكم للشيخ ادريس
ابن خالد المالكي مانصه السادس في اعسار الغائب فاذا قامت زوجة
عند القاضي كلفها اثبات الزوجية واثبات غيبته وان لم يعلموا
انه ترك شيئا ولا احالها به ويؤدون الشهادة في ذلك على عينها
ثم يضرب لها اجلا من شهر و في تحفة الحكام وزوجة الغائب
حيث املت فراق زوجها بشهر اجلت فان انصرم الاجل ولم
الرجل حلفت على مثل ما شهدت به الشهود وطلقت نفسها
طلقة رجعية فان قدم موسرا في عدتها فله ارتجاعها وان قدم
بعد لم يكن له عليها سبيل الا ان ترضى بالمقام معه بدون نفقة
وان كانت فجورة ورضيت بالمقام معه بدون نفقة على ان تنفق
على نفسها من مالها فذلك لها ولا كلام لوليها اذ لو طلقت لم يكن لها
بد من النفقة على نفسها فبالزوجية اولى لان فيه صونا - اه

عورت کے حقوق سے لاپرواہ، سرکش کا حکم

واما المتعنت الممتنع عن الانفاق ففي مجموع الامير بالضر
نفقة الحال فلها الفسخ فان لم تثبت عسرة انفق او طلق
والا طلق عليه قال محشية قوله والا طلق عليه الحاكم من غير

تلوم الی ان قال وان تطوع بالنفقۃ قریب او اجنبی فقال ابن القاسم لہا ان تفارق لان الفراق قد وجب لہا و قال ابن عبد الرحمن لا مقال لہا لان سبب الفراق ھو عدم النفقۃ قد انتفی وھو الذی تقضیہ المدونۃ کما قال ابن المناصف انظر الخطاب انتھی۔

واما السوال عن حکم زوجۃ العنین فجوابہ ما فی المدونۃ قال ارأیت العنین متی یضرب لہ الاجل من یوم تزوجہا او من یوم ترفعہ الی السلطان قال من یوم ترفعہ الی السلطان وکذا قال مالک قلت ارأیت العنین اذا فرق بینہما ایکون املک بہا فی العدۃ قال قال مالک لا یکون املک بہا فی العدۃ ولا رجعۃ لہ علیہا قلت ارأیت العنین اذا لم یجامع امرأتہ فی السنۃ وفرق بینہما بعد السنۃ ایکون لہا نصف الصداق قال قال مالک لہا الصداق کلہ کاملا۔

قال مالک وبلغنی عن سلیمان بن یسار انہ قال اجل المعترض عن اھلہ سنۃ ابن القاسم عن مالک عن ابن شہاب عن ابن المسیب انہ قال اذا دخل الرجل بامرأتہ فاعترض عنہا فانہ یضرب لہ اجل سنۃ فان استطاع ان یمسہا والا فرق بینہما ابن وھب قال موسی بن علی وقال ابن شہاب ان القضاۃ یقضون فی الذی لا یستطیع امرأتہ یتربص سنۃ یبتغی فیہا لنفسہ فان المر فی ذلک باھلہ فھی امرأتہ وان مضت سنۃ ولم یمسہا فرق بینہ وبینہا ویقضی القضاۃ بذلک من حین تناکرہ امرأتہ ویناکرہ اھلہا قال ابن شہاب وان کانت تحتہ امرأۃ فولدت لہ ثم اعترض عنہا فلم یستطع لہا فلم اسمع احدا فرق بین رجل وبین امرأتہ بعد ان یمسہا وھذا الامر عندنا قلت ارأیت العنین ایجوز لہ

ان يوجله صاحب الشرط اولا يكون ذلك الا عند قاض او امير يوفى
القضاة قال قال مالك ارى ان يجاز قضاء اهل هذه المياه قال ابن
القاسم وانما هم امراء على تلك المياه وليسوا بقضاة فارى ان صاحب
الشرط ان ضرب العنين اجلا ذلك جائزا - انتهى - واما السوال عن
حكم زوجة العنين فجوابه ما فى الموطا فى الخيار حدثنى يحيى عن مالك
انه بلغه عن سعيد بن المسيب انه قال ايما رجل تزوج امرأة وبه جنون
او ضرر فانها تخير فان شاءت قرت وان شاءت فارقت وفى المدونة قال
قلت فالجنون المطبق قال وقال مالك فى المجنون اذا اصابه الجنون بعد
تزويجه المرأة انها تعزل عنه ويضرب له اجل فى علاجه فان برء والا
فرق بينهما وقال ابن القاسم عن مالك انه قال يضرب له رجل سنة
ابن وهب عن مسلمة عمن حدثه عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده
قال كتب عمرو بن العاص الى عمر بن الخطاب فى رجل مسلسل بقيود
يخافونه على امرأته فقال اجلوه يتداوى وان برء والا فرق بينهما وقال
ابن جزى فى القوانين اسباب الخيار خمسة وهى والغرور والاعسار
بالنفقة وعتق الامة تحت العبد والفقد واما العيوب فهى اربعة الجنون
والجذام والبرص وداء الفرج ويختص الرجل من داء الفرج بالجب
والخصاء والعنة والاعتراض وتختص المرأة بالقرن والرتق والعفل وعجز
الفرج الى ان قال فاذا كان لى احد الزوجين لعدا العيوب كان
للاخر الخيار فى البقاء الفراق لشرط ان يكون العيب موجودا حين
العقد فان حدث بعده فلا خيار الا ان يبتلى الزوج بعد العقد بجذام
او جنون او برص فيفرق بينهما للضرر الداخل على المرأة ثم ان كان

لعيب بالزوج فان قامت به قبل الدخول فلا شئ لها من الصداق
وكذالك بعد الدخول الا ان طال مكثها معه وخلقت شورتها فلها
الصداق وقال الخرشي وان حصل الرد بعد البناء اي بنا، من يتصور
وطئه كالمجنون والابرص فمع عيب الزوج يجب لها المسمى لتدليسه
وقولنا من يتصور وطئه احترازمن المجبوب والعنين الذي ذكره
كالورد والخصي وقيل وهوالذي لا يقوم ذكره وان المعترض هو الذي
يجري عليه في بعض الاوقات فانه لا مهر على من ذكر كما قال ابن عرفة
وفي القولين قرعان الاول تعجيل الفرقة بطلاق في جميع العيوب الا الا
عتراض فان المعترض يوجل سنة وان لم يطأ فلها الخيار وان وطأ سقط
خيارها والقول قوله في دعوى الوطي وطلاق العنين وشبهه رجعي كالطلاق
باعسار بالنفقة اهـ قال المتطبة اعلم ان الغائبين عن ازواجهم
خمسة فالاول غائب يترك نفقة وخلف مالا ولا لزوجته عليه
شرط في المغيب فان احيت زوجة الغزاني فانها تقوم عند السلطان
لعدم الانفاق والثاني غائب لم يترك نفقة ولزوجته عليه شرط
في المغيب فزوجته مخير في ان تقوم بعدم الانفاق اوبشرطها وهوا
يسر عليها لانه لا يضرب لها في ذلك اجل والثالث غائب خلف نفقة
ولزوجة عليه شرط في المغيب فهذه ليس لها ان تقوم الا بالشرط خاصة
وسواء كان الغائب في هذه الثلاثة الاوجه معلوم المكان او غير
معلوم المكان الا ان معلوم المكان يقدر اليه ان امكن من ذلك والرابع
غائب خلف نفقة ولا شرط الا مراته وهو مع ذلك معلوم المكان
فهذا يكتب اليه السلطان اما ان يقدم او يحمل اليه امراته

او یفارقها والا طلقها علیه والخامس غائب خلف نفقة واشترط

لوامرأته علیه وهو مع ذلک غیر معلوم المکان فهذا هو المفقود

انتهی رفی القوانین وهو الذی یغیب وینقطع اثره ولا یعلم خبره

وهو علی اربعة اوجهه مفقود فی بلاد المسلمین وفی العدووفی

قتال المسلمین فی الفتن فاما المفقود فی بلاد المسلمین فاذا

رفعت زوجته امرها للقاضی کفلها اثبات الزوجیة وغیبة ثم

بحث عن خبره وکتب فی ذلک الی البلاد فان وقف له علی خبره

فلیس بمفقود ویکاتبه بالرجوع او الطلاق فان قام علی الاضرار

طلق علیه وان لم یوقف له خبرولا عرفت حیاته من موته ضرب

بها اجلا من اربعة اعوام للحرو عامین العبد من یوم ترفع امرها

فاذا انقضی الاجل اعتدت عدة الوفاة ثم تزوجت و قال ابوحنیفة

والشافعیؒ ولا تحل امرأته المفقود حتی تصح مرته فروع اربعة -

الاول ان کان قد دخل بها فنفقتها فی الاربعة الاعوام علیه

وان کان لم یدخل بها فان کانت غیبة بعیدة الزمة النفقة

تفوض لها فی ماله ان شاءت ذلک وان کانت غیبة قریبة فقولان

الثانی فان جاء زوجها فی الاجل او العدة او بعده قبل تزوج فهی

امراته وان جاء بعد ان تزوجت فان کان الثانی دخل بها فهی

ردون الاول وان لم یدخل بها فقولان -

الثالث ان وقع الفراق من المفقود قبل الدخول وجب لها

نصف الصداق هذا حکمه فی زوجة واما ماله فموقوف لا یورث

حتی یعلم موته او یعمر فیاتی علیه من الزمان ما لا یعیش الی

مثله واختلف فی حد ذلك فالمشهور سبعون سنة قيل ثمانون
وقيل تسعون وقيل مائة وذلك كله من اول عمره فان فقد و
هو ابن سبعين تربص به عشرة اعوام بعدها على المشهور واما المفقود
فی فتن المسلمين فحكمه كالاسير لاتتزوج امراته ولا يقسم ماله
حتى ياتی عليه من الزمان مالا يعيش الى مثله الا عند اشهب وهو
عنده كالمفقود فی بلاد المسلمين فی زوجته وماله واما المفقود فی
فتن المسلمين فحكمه كالاسير فی المشهور وقيل كالمفقود وقيل يحكم
فی زوجته بحكم المقتول بتلوم سنة ثم تعتد وتتزوج ويحكم فی
ماله بحكم المفقود فيعمر مالا يعيش الى مثله وفی مختصر وبقيت
ام ولده على حكم الحياة وكذا يوقف ماله ای تقسمه وبقيت زوجة
الاسير التی ترك لها ما تنفق منه وكذا ام ولده وماله ويبقى زوجة
مفقود اهل الشرك وام ولده وماله للتعمير قال الشبرخيطی فی
هذا المحل بشرط ان تدوم النفقة لكل زوجة الاسير ومفقود ارض
الشرك والافلها الطلاق واذا ثبت لهما الطلاق بذلك فليلبت لهما
اذا خشيتا الزنی بالاولی لان ضرر ترك الوطأ اشد من ضرر عدم النفقة
الا ترى ان اسقاط النفقة يلزمها واسقاطها حقها فی الوطأ لها
ولها ان ترجع فيه وايضا النفقة يمكن تحصيلها لها بتسلف اوسؤال
بخلاف الوطی قال البرزلی طلاق امرأة الغائب عليه المعلوم موضعه
ليس بمجرد شهوة الجماع بل حتى تطول غيبته جدا سنة فاكثر
على مالابی الحسن قاله عبد الباقی واما المفقود فی الفتن ففيه قولان
احدهما انه يحكم له بحكم المقتول تعتد امرأته ويقسم ماله

ثم اختلف هل ذلك من يوم المعركة او بعد التلوم قدر ما ينصرف من هرب او انهزام فيتلوم في البعد سنة وفي القرب اقل واختلف ايضا هل تدخل العدة في التلوم ام لا والقول الثاني انه يضرب له اجل سنة ثم تعتد امرأته ويقسم ماله واما السوال عمن يرجع اليه في المهمات فالجواب انه يشمل كل من يرجع اليه في الولاية الخاصة والعامة في الامور الدينيه والدنيوية كالقضاة فيما يختصون بها وهي النظر في الوصايا والولاء والاحباس المعقبة والترشيد والتسفية والتحجير والقسم في المواريث والنظر الايتام وامور الغياب وفي الانساب والجراحات والتدميات فهذه لا ترفع الى القضاة والمراد باختصاص القضاة بها انها حين ايها اذ انها ترفع الى القضاة وقد علمت فيما تقدم ان جماعة المسلمين ينولون منانه ولد الامام فيما يختص به من السياسة العامة من قسمة الغنائم وتفريق اموال بيت المال على المصالح واقامة الحدود وترتيب الجيوش وقتال البغاة وتوزيع الاقطاعات واقطاع المعادن ونحو ذلك فلا يجوز لاحد الاقدام عليه الا باذن الامام فمن يرجع اليه في المهمات ليس له حد في الشرع فيشمل كل من يرجع اليه في الولايات الدينية لان كل مسلم حاكم زوال وقد قال النبي صلى الله عليه وسلم المقسطون يوم القيمة على منابر من نور عن يمين الرحمن وكلتا يديه يمين وهم الذين يعدلون في انفسهم واهليهم وما ولوا رواه مسلم والنسائي وقال صلى الله عليه وسلم كلكم راع وكلكم مسئول عن رعيته فالامام راع على الناس ومسئول عنهم والرجل راع في اهل بيته وهو مسئول

عنهم والعبد راع فی مال سیدہ ومسئول عنه الا وکلکم راع ومسئول عن رعیته فجعل صلی اللہ علیه وسلم فی ھذہ الاحادیث الصحیحة کل ھولاء رعاة وکذلك العالم الحاکم فانه اذا افتی یکون قضی وفصل الحلال والحرام والفرض والندب والصحة والفساد فجمیع ذلك امانة تؤدی وحکم یقضی فیرجع الی کل ممن ذکرنا فیما اختص به من المھمات للدینیة والدنیویة فامر المفقود یرفع لمن یحسن التفتیش فی البلاد التی یظن به الخروج الیھا ویکتب فی الکتاب اسمه وصفته وحرفته واسبابه ویبذل الجھد فی التفتیش عنه ومن ھنا نقل الشاذلی عن السیوری۔

ان المفقود الیوم ینتظر به مدة التعمیر لعدم من یبحث عنه الان وافتی به تلمیذہ عبد الحمید کما فی البدر اھ واللہ اعلم وباللہ التوفیق۔ املاہ العبد الفقیر ابو الحسن سعید صدیق الفلاتی

الاستفتاء مرة ثالثة

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ اما بعد فالمسئول من سادات العلماء المالکیة وارباب الفتوی منھم متع اللہ المسلمین بھم انه قد بقیت فی مسئلة المفقود والمطلق علیه لعدم النفقة سوالات عدیدة لابد فی تنقیح ھذہ المسائل وتفصیل حوادث الفتوی فیھا من جوابھا مشرحة فالمرجو من اولئك الکرام ان یبذلوا الجھد فی اتمامھا وتفصیلھا کما بذلوہ اول مرة فی توضیحھا وتکمیلھا علی مذھبھم الشریف والاجر عند اللہ۔

جزیل وھذا تفصیل السوالات۔

(۱) قد تقرر فی عامة کتب المالکیة وثبت عندنا من فتاواهم ان من اقسام المفقود الاربعة قسم یختص بحکم التعمیر لزوجته وهو مفقود ارض الشرک ودار الحرب ولکن لم یتضح مراده بعد فهل المراد ان رجلا من سکان دار الاسلام اذا ذهب الی دار الحرب اسیرا او تاجرا ثم فقد هناک ولم یدر احیٌّ هو ام میت زوجة فی دار الاسلام فلها حکم التعمیر ام المراد ان سکان دار الحرب اذا فقد منهم رجل وزوجة ایضاً فی دار الحرب فعلیها التعمیر وعلی الاول فلابد من بیان الحکم للصورة الثانیة فانها هی حادثة الفتوی وبها تعلق غرض السائل فهل لزوجة المفقود فی هذه الصورة ایضا حکم التعمیر۔

(۲) البلاد التی تسلط علیها الکفار الاان بعض الشعائر الاسلامیة فیها قائمة بعد کبلادنا الهندیة بالیوم هل هی فی امر المفقود فی حکم دار الحرب ام دار الاسلام۔

(۳) الغائب المطلق علیه لعدم النفقة اذا جاء بعد تزوجها وبعد دخول الثانی واثبت بالحجة ارسال النفقة ووصولها الیها او اسقاطها عنه وکذا المعنی لها زوجها اذا جاء بعد دخول الثانی فالحکم عند السادة المالکیة انها ترد الی زوجها الاول وان ولدت الاولاد کما صرح به فی شرح الدردیر علی مختصر الخلیل وهو المصرح فی فتاوی فتاوی المالکیة فههنا سوالات عدیدة۔

(الف) الاول انها اذا ردت الی الزوج الاول فهل یجدد له النکاح ام لا۔

(ب) الثانی انه یجد لها المهر ام لا۔

(ج) الثالث هل تجب عليها عدة الزوج الثاني ام لا وعلى الاول تكم عدتها۔

(د) الرابع هل على الثاني مهرها ام لا۔

(ه) الخامس ان نسب اولادها بمن يثبت بالاول ام بالثاني۔

(۴) فلا تفوی عندهم ان امرأة المفقود والمعسر الغائب والمطلق عليه بعدم النفقة يفتيها دخول الثاني بتقدير الطلاق من حين الشروع في العدة كما صرح به الدردیر وغيرهم فهل الخلوة الصحيحة فيه تقام مقام الدخول ام لا۔

(۵) ما المراد في الرواية التي جعلوا فيها حكم جماعة المسلمين كحكم القاضي من قولكم رحمكم الله تعالى فان عدم الحاكم حسا اذا اعتبار فجماعة المسلمين۔

(۶) القضايا التي يراجع فيها الى جماعة المسلمين على مذهب المالكية هل يجب ان تكون موافقة لمذهبهم وهل يكون تلفيقا ممنوعا ان حكما بقضاء جماعة المسلمين في قضية هي مخالفة لمذهب المالكية وهي تحتاج الى القضاء على مذهب الحنفية اجيبوا رحمكم الله اجاب الله دعواتكم۔

الجواب

من العلامة محمد طيب بن اسحٰق الانصاري المدني المدرس بالمسجد النبوي على صاحبها الصلوٰة والسلام

بسم الله الرحمٰن الرحيم

الحمد لله نحمده ونشهده ونشكره ونسجده لا نحصی ثناء

عليه وصلى الله علي۔

سيد العرب والعجم المخصوص بجوا مع الكلم وعلى آله وصحبه ذوی الهمم۔

اما المسئلة الاولى والثانية فجوابهما والله اعلم ان المرأة المسلمة التی فقدت زوجها فی بلاد استولت عليها الكفار مدة مديدة كما فی مصر والشام وبقية الامصار تعتد اربع سنين ثم تعتد عدة الوفاة اربعة اشهر وعشرا وزوجها يكون فی عداد القسم الاول من اقسام المفقود لانهم عرفوه باب من غاب وانقطع خبره وامكن الكشف عنه وعرفوا القسم الثانی وهو المفقود فی ارض الحرب بارض غاب وانقطع خبره ولم يمكن الكشف عنه لانه فقد فی ارض الحرب فالبلاد المذكورة وان كان حاكمها كانوا لا تكون كارض الحرب من كل وجه لوجود قضاة المسلمين فيها وولاتهم وامكان الكشف فانفتح بهذا ان حكمها حكم من فقدت زوجها ببلاد الاسلام فلا تنتظر مدة التعمير فلا تختص الصورة الثانية المذكورة فی المختصر بالمسلمة الكائنة فی بلاد الاسلام بل تشمل من كانت فی البلاد المستعمرة الكفار ان المراد بالشركية البلاد الحربية التی لا يمكن المسلم الوصول اليها ولا تتمكن القضاة من التفتيش فيها لا مطلق البلاد الكفرية لانها ربما تكون سلمية او ذمية واما القاطنة فی البلاد الشركية الحربية فحكمها هی وزوجها حكم المسلمين فيفديهما الامام من بيت المال ان كان والا فمن ماله بالغا ما بلغ والا فعلى جميع المسلمين۔

واما المسئلة الثالثة فالحكم عند المالكية كما ذكرتم انها ترد الی

زوجها الاول فاما الغائب المطلق عليه بعدم النفقة فقال عبد الباقی
علی مختصر خلیل والمطلقة لعدم النفقة تتزوج ویدخل بها ثم ظهر
اسقاطها عن المطلق علیه بان اقام بینة انه کان یرسلها الیها وانها
وصلتها اوانه ترکها عندها فلا یفتیها دخول الثانی واما المنعی لها زوجها
فقال عبد الباقی ایضا اذا اخبرت من غیر عدلین بموته فاعتدت واعتدت
وتزوجت ثم قدم فلا تفوت علیه بدخول الثانی ولو ولدت منه اولادا سواء
حکم به الحاکم ام لا علی المشهور وترد الیه فی الصورتین من غیر
تجدید عقد ولا مهر ویجب علیها الاستبراء بثلاث حیض ان کانت
ممن یحیض او وضع حمل ان کانت حاملا او ثلاثة اشهر ان کانت
صغیرة او ایستو یجب علی الثانی جمیع الصداق المسمی ان کان والا
فصداق المثل لقول الشیخ خلیل (وتقرر بوطأ وان حرم) قال الدردیر
تقرر جمیع الصداق الشرعی المسمی وصداق المثل فی التفویض بوطأ المطیقة
من بالغ وان حرم ذلک الوطأ ویلحق نسب الاولاد بالثانی وهذا
مما لاخلاف فیه فی مذهب المالکیة۔

واما المسئلة الرابعة فقال الدردیر رحمة الله تعالیٰ وقدر طلاق
من المفقود حین الشروع فی العدة یفتیها علیه یتحقق وقوعه بدخول
الزوج الثانی علیها حتی لو جاء الاول قبل دخول الثانی کان احق بها وبعد
الدخول بانت من الاول وتاخذ منه جمیع المهر وان لم یکن قد دخل
بها فلم ینص الا علی امرأة المفقود واما المعسر الغائب والمطلق علیه بعدم
النفقة فلا یفتیها دخول الثانی ولو ولدت منه اولادا کما تقدم ذکره
فی المسئلة الثالثة واذا اختلی بها خلوة اهتداء فقد دخل بها وقال

فی حاشیة العدوی علی مجموع الامیر عند قوله وقد رظلاق یتحقق عند دخول الثانی ای خلوته بها وان انکر التلذذ بها لان الخلوة مظنة وقائمة مقامه کما فی التوضیح۔

واما المسئلة الخامسة فالجواب ان المسائل التی تنوب فیها جماعة المسلمین عن القاضی کثیرة ومنها مسئلة المفقود فان امرأته لابد لها من احد امرین اما ان ترضی المقام مع زوجها المفقود او ترید المفارقة فان ارادتها فلابد لها من رفع امرها اما الی القاضی او الوالی او والی الماء وان لم یوجد وا فلجماعة للمسلمین من صالحی بلدها وجیرانها واما انها تعتد وا و تتزوج برجل اخر من غیر رفع امرها الی القاضی ومن ذکر فلا قائل بحلیته وجازه لما فیه من الفساد۔

واما المسئلة السادسة فجوابها ان القضایا التی یرجع فیها الی جماعة المسلمین یجب ان تکون موافقة لمذهبهم لان التلفیق حرام بالاتفاق واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

امر بکتابته محمد الطیب بن اسحٰق الانصاری المدنی خادم العلم فی المسجد النبوی

الجواب

من العلامة الصالح التونسی المالکی المدرس بالمسجد الشریف بالمدینة المنورة

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰة والسلام علی رسول اللہ وعلی اٰله وصحبه ومن والاه وبعد فقد وردت علی مسئلة متفرعة عن مسئلة المفقود وهی هذه۔

(۱) اذا ردت زوجة المفقود ونحوه الى الزوج الاول بعد دخول الثانی

فهل یجدد الاول النکاح ام لا۔

(۲) وهل یجدد لها المهر ام لا۔

(۳) وهل تجب علیها العدة للزوج الثانی او لا وکم عدتها۔

(۴) وهل لها المهر علی الثانی او لا۔

(۵) نسب اولادها من الثانی بمن یلحق۔

(۶) هل الخلوة الصحیحة المعتبر بها العدة ونحوها تقوم مقام الدخول او لا۔

(۷) القضایا التی یکون المرجع فیها ونظرها الی القاضی فان عدم حسا او اعتبارا فجماعة المسلمین فهل یکون تلفیقا ممنوعا ان کان اصلها علی المذهب الحنفی وارید جعل النظر فیها لجماعة المسلمین علی المقرر عند المالکیة بشرط المذکور۔

الجواب

بعون الله علی المذهب المالکی حسب المقرر والمحرر فی کتبهم المتداولة المعمول بها فی الحکم والفتوی۔

فعلی المسئلة الاولی ان رجوع الزوجة لزوجها الاول بعد دخول الثانی لا یحتاج لتجدید النکاح وعلی الثانی انه لا مهر لها من جدید۔

وعلی الثالث وجوب العدة وتسمی استبراء وهو ثلاث حیض۔

وعلی الرابع بوجوب المهر کاملا لها علی الثانی للقاعدة المجمع علیها وهو تکمیله بالوطء۔

وعلی الخامس یلحق نسب اولادها من الثانی به للقاعدة وانه کلما سقط الحد لحق الولد۔

وعلى السادس بان الخلوة الصحيحة تقوم مقام الدخول فی هذا ومثله الا فی حل المبتوتة فمبتوتة ثلاثا ہ -

وعلى السابع بان ذلك ليس من التلفيق الممنوع سواء سمیاه تقليدا او تلفيقا كما يقتضيه كلام المجموع بادلة وبباب النكاح عند قوله والمبتوتة حتى يولج بالغ الخ وهو الاولى بسماحة الدين والتوسعة على المسلمين وليس الانسان اذا قلد مذهبا من المذاهب يكون مربوطا به فی جميع نوازله وكافة حوادثه ومسائله فهو خلاف العقل والنقل ودين الله يسر والله اعلم وصلى الله على سيدنا محمد وعلى اله وصحبه وسلم۔ كتبه بيده مستعجلا صالح التونسی المالكی المدرس بالمسجد النبوی يوم الاربعاء الرابع والعشرين من صفر الخير عام واحد وخمسين وثلاثمائة والف هجريه غفر الله له وعنه -

الاستفتاء من العلماء المالكية بالمرة الرابعة

السوالات

(۲) السوال الثانی ان جماعة المرفوع اليها اذا كانت حنفی المذهب ورفع اليها امر يوجب التفريق عند الحنفية ولا يوجب عند المالكية مثاله تقبيل ابن الزوج اياها اوغيره من الافعال التی توجب حرمة المصاهرة عند الاحناف فهل يجوز لهذه الجماعة الاحناف عند المالكية ان يحكموا بالتفريق وهل ينفذ حكمهم ان حكموا بها مع ان هذا الحكم ملفق خارق للاجماع ظاهر الان الحنفية لم يعتبروا بحكم الجماعة ای لم يعدوه بمنزلة حكم القاضی والمالكية وان عدوا جماعة المسلمين بمنزلة القاضی ولكن هذا الامر لا يوجب التفريق عندهم فهل يجوز

مثل هذا التفریق امرا و بینوه مع نقل العبارات من کتب الفقه جزاکم الله
تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین۔ والذی فهمنا فی الجواب عن هذا السوال
بناء علی القواعد هو ان الفقهاء صرحوا بان قضاء القاضی اذا صادف محله
مجتهدا فیه نفذ وهذا الحکم المسئول عنه مجتهدا فیه وهذه الجماعة
تنوب مناب القاضی فاذا حکموا بالتفریق فقد تحقق ان القضاء فی فصل مجتهدا
فیه فینبغی ان ینفذ وکذا یقال فی کل امر مجتهد فیه ایاما کان اما لزوم
محذور التلفیق کما لزم فی هذه الصورة حیث ان الحاکم حکم علی المذهب
المالکی لا الحنفی والحکم حکم علی المذهب الحنفی لا المالکی فاعدل الا
قاویل فیه ان التلفیق لا یجوز فی المسئلة الواحدة فی مسئلتین او اکثر
وههنا کذلک لان کون الجماعة فی حکم القاضی مسئلة وحرمة المصاهرة
مسئلة اخری فلا باس بالتلفیق فیه۔ هذا فهمنا فان کان صحیحا
فیها ونعمت وان لم یصح فاوضحوا لنا وجه الغلط جزاکم الله تعالیٰ و
متعنا بکم الی ازمنة تترالی۔

(۳) السوال الثالث الامر الذی یوجب التفریق بالاتفاق ولکن کانت
شرائطه مختلفا فیها مثلا اذا کان الجنون مطبقا فعند المالکیة
یؤجل صاحبه سنة کما اذا کان ذا افاقة واخذ سادا تنا الحنفیة بقول
محمدؒ ان المجنون اذا کان مطبقا لا یؤجل بل یفرق فی الحال کالجب فهل
یجب علی جماعة المسلمین ان یراعوا الشرائط المعتبرة عند المالکیة
ام یجوز لنا الاکتفاء بالشرائط المرعیة عند الحنفیة افیضوا علینا متع الله
المقتبسین بطول بقائکم۔

الفتوی من العلامة محمد بن علی البیضاوی المالکی متع الله المقتبسین بعلومهم

(صورة ما كتبه العلامة فى ضمن الجواب عن السؤال الاول)

(قبل ذكر صور الاربع اذكر لكم مقدمة فيها مسائل . منها تعريف المفقود وهو الذى انقطع خبره ممكن الكشف عنه ومنها ان كل من ليس له مال تنفق منه زوجته من اسير او مفقود باقسامه الاربعة الاتية فحكمه حكم المعسر الغائب الذى لم يترك لزوجته نفقة فتأجل شهر اونحلف وتطلق نفسها كما فى شرح التحفة للشيخ على بن عبد السلام التسولى وهذا الشهر الذى توجله يكون بعد اتيانها ببينة تشهد لها بان زوجها غاب عنها قبل البناء او بعده بموضع كذا او لا يعلمون موضعه وانه غاب منذ كذا ولا يعلمونه ترك لها نفقة ولا كسوة ولا شيئا تمون به نفسها ولا مانعتى فيه ولا انه ابي اليها ولا بعث بشيء ورد عليها فى علمهم الى حين تاريخه كما فى التسولى المذكور ثم انها كونها تطلق بعد ثبوت ما ذكر واليمين اذا لم يتطوع قريب او اجنبى بنفقتها والا فليس لها ان تطلق نفسها على المعتمد لان سبب الفراق وهو عدم النفقة قد زال كما فى التسولى .

المسئلة الثانية اعلم وفقنى الله واياك ان المالكية لا يرون الحكم على زوجين بالتفريق لان مذهبهم خلاف ذلك ولا يأمرون الحنفية بالحكم بالتفريق لان الامر فى ذلك خلاف مذهبهم نعم اذا اراد جماعة الحنفية الحكم بذلك تقليد المالكية فى حكم جماعة المسلمين فتكون المسئلة عندهم من باب التلفيق وهو جائز على الصحيح وينبغى عدم ارتكابه فى الفروج بخلاف تتبع الرخص فلا يجوز كما يأتى ففى الشبرخيطى انه يمتنع تتبع رخص المذاهب

وفسرها بما ينقض به حكم الحاكم من مخالف النص وجلى القياس وزاد في مراقي السعودي مخالفة الاجماع وقاعدة الدين والغيرة ان معناه رفع مشقة التكليف باتباع كل سهل. وفيه ايضا منع التلفيق والذى قاله شيخنا الامير عن شيخه الصغير وغيره ان الصحيح جوازه اى التلفيق وهو فسحة لكن لا ينبغي فعله في النكاح لانه يحتاط في الفروج ما لا يحتاط في غيرها انتهى من بلغة السالك لاقرب المسالك للشيخ احمد الصاوى مع بعض زيادة وبيان - وما ذكره اعلاه من منع تتبع الرخص وكذا التلفيق نقله الشيخ محمد الامير في مجموعة ثم تعقبه بقوله وسمعت من شيخنا عن شيخه الصغير وغيره ان الصحيح جوازه اى التلفيق وهو فسحة انتهى مع زيادة بيان قال محشى الشيخ حجازى ينبغى الا في الفروج للاحتياط فيها كما قاله بعض المحققين انتهى وذكر الشيخ حجازى ايضا قبل ان منع تتبع الرخص نص عليه القرافي وغيره ثم ذكرمنا قشة المواق في سنن المهتدين في ذلك ولكن غير مسلمة وذكر الشيخ ابو العباس سيدى احمد بن عبد الرحمن الشهير بابيت حلولو في الضياء اللامع في شرح جمع الجوامع ان الانسان اذا التزم مذهبا معينا ثم اراد الخروج اختلف فيه فالمازرى والغزالى على عدم الجواز وصحح الرافعي الجواز والقول الثالث لا يجوز في بعض المسائل ويجوز في البعض والبعض الذى لا يجوز فيه هو الذى عمل به واختار عز الدين والقرافي في جواز الانتقال وان المذاهب كلها مسالك الى الجنة وذكر القرافي عن الزناتي ان ذلك جائز بثلاثة شروط۔

الاول ان لا يجمع بينهما على وجه يخالف الاجماع كمن تزوج

بغیر ولی ولا صداق ولا شهود فان هذا الصورۃ لم یقل بمجموعها احد۔

الثانی ان یعتقد فیمن یقلدہ الفضل یاصول اخبارہ الیہ۔

الثالث ان لا یتتبع رخص المذاهب انتهی۔ وجوز بعضهم تتبع الرخص للموسوس دون غیرہ کما فی نشر البنود علی مراقی السعود وقال وهو قول حسن وامتناع تتبع الرخص شامل لملتزم مذهب معین وغیرہ انتهی منه۔

فعلم من هذہ النصوص ان تتبع الرخص ممنوع سواء التزم مذهبا معینا ام لا فی حق الموسوس والتلفیق یجوز علی الصحیح غیر انه لا ینبغی فعله فی النکاح۔

والمسئله التی ذکرتم من التلفیق لا من تتبع الرخص فتجوز وان کانت هنا فی الفروج لانها عزیمة واحتیاط واما ما نقله الشیخ بجاری عن بعض المحققین انه ینبغی الا فی الفروج للاحتیاط فیها فذلك فی الرخصة انتهی والله اعلم۔

واما المسئلة الثالثة ذکرتم فیها هل یجب علی جماعة المسلمین الحنفیة ان یراعوا الشرائط المالکیة ام یجوز الاکتفاء بالشرائط المراعیه عند الحنفیة الی اخرہ۔

اعلم وفقنی الله وایاکم انه یجب علی جماعة المسلمین ان یراعوا شروط المالکیة لیخرجوا من تتبع الرخص الممنوع لانهم اذا لم یراعوا شروط المالکیة فیکونوا اولا ارتکبوا رخصة حکم جماعة المسلمین کما تقول المالکیة والحال انهم لیسوا المالکیة ثم ارتکبوا رخصة شروط الحنفیة والحال انهم حکموا بمذهب المالکیة

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

قالہ واذن بکتبہ عبید ربہ محمد بن علی البیضاوی غفراللہ لہ۔

ضروری اطلاع یہاں تک جو فتاوے مالکیہ لکھے گئے ہیں وہ سب پہلی طباعت کے وقت حاصل ہو چکے تھے، اور جن حضرات کی تصدیقات اس رسالہ کے ساتھ طبع کی گئی اُن سب حضرات کی نظر سے گذر چکے ہیں، اس کے بعد آٹھ صفحات کا ضمیمہ جس پر صد سے صد تک لکھے ہوئے ہیں، یہ فتاویٰ بعد حصول تصدیقات کے حاصل ہوئے ہیں، اس لیے اطلاع دی گئی تاکہ تلبیس اختلاط نہ ہو فقط۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بعد حمد وصلوٰۃ۔ معروض آنکہ حیلۂ ناجزہ شائع ہونے کے بعد اُس کے متعلق چند علمائے کرام کی طرف سے کچھ اشکالات ہوئے تھے وہ مدینہ منورہ بھیج دیئے تھے وہاں سے جو جوابات آئے ہیں اُن کو بعینہٖ اصل عبارت عربی میں مجموعۃ الفتاوی المالکیہ (مذکورہ حیلۂ ناجزہ) کا تتمہ بنا کر مستقل شائع کیا جاتا ہے۔

چوں کہ اس تتمہ میں دو امر ایسے ہیں جن کا اصل رسالہ اُردو میں اضافہ ضروری ہے، نیز ایک ضروری تنبیہ بھی خیال میں آئی لہٰذا اُن کو بھی بطور ضمیمہ شائع کیا جاتا ہے

اضافہ اوّل حیلۂ ناجزہ میں تحت عنوان تنبیہاتِ ضروریہ متعلق جماعت مسلمین تنبیہ سوم جو حکم درج ہے کہ جماعتِ مسلمین کا صرف وہ فیصلہ معتبر ہوگا جو باتفاق ہوا الخ اس پر حاشیۂ ذیل کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

عہ اس وقت علمائے مالکیہ کا جواب اِس مسئلہ کے متعلق موصول نہ ہوا تھا اس لیے قواعد سے حکم لکھ دیا تھا، بعد میں جواب آ گئے ہیں اُن سے معلوم ہوا کہ سب علماء کا اس حکم پہ اتفاق ہے کہ جماعت کا متفق ہونا شرط ہے کما صرح بہ العلامۃ صالح التونسی والشیخ عبداللہ العوفی فی الجواب عن الاستفتاء بالمرۃ الخامسۃ۔

اضافہ دوم

عنوانِ بالا تنبیہ سوم کے بالکل ختم پر متن میں سوال وجواب ذیل کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

سوال : اگر مقدمہ پیش کرنے کی بابت فریقین میں اختلاف ہو، ایک فریق ایک جماعت کے پاس مقدمہ لے جانا چاہے، دوسرا فریق دوسری جماعت کے پاس تو کس فریق کو ترجیح دی جاوے گی، اور کس جماعت کو سماعتِ دعویٰ کا حق ہوگا اور اگر ایک جماعت فیصلہ کر چکے اُس کے بعد دوسرا فریق کسی اور جماعت کے پاس اس فیصلہ کے خلاف درخواست دے تو دوسری جماعت کو سابق فیصلہ کے خلاف فیصلہ کرنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب : مقدمہ پیش کرنے کا اس کو حق ہے جو از روئے شریعت مدعی قرار دیا جائے۔ دوسرے فریق کو اس میں اختلاف کا کوئی حق نہیں۔

اور اگر کوئی ایسا معاملہ ہو کہ اُس میں دونوں فریق شرعاً مدعی تصور کئے جاتے ہیں، تو جس جگہ سے طلبی کا پیام پہلے پہنچ جائے دونوں کو اُس کے ہاں جانا لازم ہے اور اگر دونوں جگہ سے طلبی کا حکم ایک دم پہنچ گیا ہو تو پھر قرعہ ڈالا جائے، جس کا نام قرعہ میں نکل آوے اُس کے ہاں مقدمہ پیش ہوگا، اور جب ایک جماعت فیصلہ کر چکے، اس کے بعد دوسرا فریق اُس کے خلاف درخواست دے تو اُس میں تفصیل ہے۔ اگر پہلا فیصلہ شریعت کے قطعاً خلاف ہے تب تو اُس فیصلہ کے خلاف صحیح فیصلہ کیا جاوے۔

اور اگر وہ فیصلہ ایسا ہے جو قطعی طور پر شریعت کے خلاف نہیں بلکہ کسی نہ کسی قول کے موافق ہے تو اُس فیصلہ کو توڑنا جائز نہیں گو دوسری جماعت کی تحقیق میں وہ صحیح نہ ہو کما ہو المصرح فی الجوابین عن الاستفتاء بالمرۃ الخامسۃ۔ واللہ اعلم۔

اگر کسی جگہ حکومت کی طرف سے ایسا حاکم متعین ہو جس کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں (یعنی حاکم غیر مسلم ہو یا احکامِ شرعیہ کی رعایت نہ کرتا ہو یا مذہبِ مالکیہ کے مطابق فیصلہ

کرنے کی صورت میں حاکم عادل نہ ہو یا عالم نہ ہو اور علماء سے مراجعت بھی نہ کرے تو اس کا فیصلہ معتبر نہیں جیسا کہ اصل رسالہ میں مفصل معلوم ہو چکا ہے) مگر قانونی خطرہ سے حفاظت کے لیے اس کے ہاں مقدمہ دائر کرنا پڑے تو مقدمہ دائر کرنے کا مضائقہ نہیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی لازم ہے کہ جماعتِ مسلمین سے بھی فسخ کا حکم حاصل کیا جائے اور عمل کا تمامتر مدار جماعتِ مسلمین ہی کے فیصلہ پر رکھا جاوے پھر خواہ اول حکومت سے فیصلہ حاصل کیا جاوے خواہ جماعتِ مسلمین سے اول حکم حاصل کیا جاوے خواہ دونوں جگہ ایک ہی ساتھ مقدمہ پیش کر دیا جائے مگر ہر حال میں جماعت مسلمین کے فیصلہ سے پیشتر صرف ایسے حاکم کے فیصلہ کو ہرگز کافی نہ سمجھیں جس کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں۔

نوٹ : چوں کہ اس ضمیمہ میں کوئی مضمون ایسا نہیں جس میں اختلاف کا شبہ ہو کیونکہ اضافۂ اول میں تو نا ئیدہے اس علم کی جو یہاں بالاتفاق طے ہوا تھا اور اضافۂ دوم میں ایک مسئلہ ہے جس کی تمام کُتبِ فقہ میں تصریح ہے اور تنبیہ کے مضمون کی بناء خود رسالہ میں مصرح ہے) نیز مشاغل کی وجہ سے اجتماع کا انتظام و انتظار دشوار بھی تھا۔ اس لیے اس ضمیمہ کو اُن سب حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کا اہتمام ضروری نہ سمجھا جو حیلۂ ناجزہ کی تصحیح و تنقیح میں شریک تھے۔ اگر ناظرین میں سے کسی کو سب کی رائے تصریحاً معلوم کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو اُن حضرات سے خود تحقیق کر لیں۔

حررہ اشرف علی بمشارکۃ المولوی محمد شفیع والمولوی

عبد الکریم غفر لہما الرحمٰن الرحیم۔

لمنتصف شہر شعبان سنہ ۱۳۵۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاستفتاء بالمرة الخامسة

الحمد لله وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد فالمعروض علی سادا تنا العلماء المالکیة انہ قد اختار بعض احناف الهند ما صرح به المالکیة من ان جماعة المسلمین تقوم مقام الحاکم فی فصل الخصومات عند عدم الحاکم حسًّا او معنی ولکن وردت علی ذلک اسئلة فکتبها الیکم والمامول من جنابکم ان تشرفونا بالجواب عنها مع الدلیل تؤجروا عند الله الجلیل۔

الاول۔ اعنی اول الاسئلة قد صرحوا ان زوجة المفقود ومثلها ترفع امرها الی جماعة المسلمین عند عدم الحاکم ولکن لم نجد فی کتبهم کیفیة قضاء الجماعة هل تلی تلک الجماعة باجمعها سماع القضیة وفصلها ام تفوض امرها الی عالم عدل یقضی فیها۔

الثانی وعلی الشق الاول اذا ولیت الجماعة باجمعها شبهتان (الف) اذا ثبت عند المالکیة ان تفرد القاضی فی القضاء واجب والقضاء المشترک باطل فکیف یصح القضاء المشترک من الجماعة الیس هذا الحکم قضاء وان لم یکن قضاء فما ذا تسمونه (با) هل یشترط اتفاق الجماعة علی الحکم ام لا وان لم یکن الاتفاق شرطا فکیف السبیل الی ترجیح رأی علی رأی هل یرجح بالکثرة ام بمرجح غیرها والذی فهمنا ان الاتفاق علی رأی شرط لنفاذ الحکم من الجماعة وان لم نجد هذا مصرحا لکن تنباه علی ما اذا حکم الخصمان رجلین او رجالا

فالاتفاق على رأى واحد شرط كما صرح به ساداتنا الحنفية والمالكية
معا الا ان بعض اهل العلم اورد على هذا القياس ان ولاية الحكمين
مخصوصة بالمحكمين وولاية الجماعة عامة الجميع من رفع الامر اليها
فافترقا افيدونا بالحكم الصحيح متعنا الله بطول بقائكم۔

الثالث وعلى الشق الثانى وهو ان تفوض تلك الجماعة فصل الخصومة
الى شخص واحد هل يجب ان يكون هو من افراد الجماعة المرفوع
اليها امر او يجوز ان يكون من غير تلك الجماعة الرابع هل يشترط للقاضى
القوة القاهرة والشوكة الظاهرة على تنفيذ الحكم ام لا. ويتفرع على
هذا سوال اخر وهو ان المسلمين اذا كانوا تحت حكومة غير مسلم ولم
يكن ثمه قاض من جانب الحكومة فهل يصح نصب القاضى من عامة
المسلمين مع ان القوة لا تحصل بمجرد نصبهم الخامس وان كانت
القوة والشوكة شرطا للقاضى فهل تشترط القوة والشوكة شرطا للقاضى
فهل تشترط القوة والشوكة لتلك الجماعة التى رفع الامر اليهم فان
قيل بصحة حكمها او نفاذه بدون القوة فما الفرق بين القاضى وتلك
الجماعة بينوا بالدليل۔

السادس لو وقع الاختلاف بين جماعتين من المسلمين فى فصل
الخصومة فكيف يرجح احد الحكمين مثلا ادعت امرأة على زوجها
التعنت ورفعت الامر الى عدول جيرانها واقامت البينة على دعواها
وفرق اولئك العدول بينهما ورفع زوجها هذا الامر الى جماعة أُخرى من
المسلمين واثبت نشوزها فحكمت هذه الجماعة خلاف ماحكم به
اولئك العدول المذكورون سابقا فقد وقع اختلاف بين الحاكمين فكيف

السبيل الى ترجيح حكم احدهما على الآخر آن قيل فى حلّ هذه السوال
نه يجب على المسلمين الاكتفاء على نصب جماعة واحدة فى بلدة واحدة
ولا يجوز لهم نصب جماعات متعددة كيلا يكون للاختلاف الذى
ذكر مساغ قلنا اولا انه لا يمكن فى زماننا هذا للمسلمين لاسيما فى الديار
الهندية ان يجتمعوا على جماعة واحدة كما هو مشاهد وثانيا ان عبارة
الفقها المالكية فى هذا الباب رفعت الامر الى عدول بغير انها مطلقا ولم
يقولوا انها رفعت الامر الى جماعة نصبها اهل الحل والعقد فزيادة
قيد النصب من اهل الحل والعقد زيادة على المنقول فى المذهب على
ما يظهر والله اعلم وعلمه اتم واحكم۔

الجواب

من الشيخ عبد الله الموفى المدرس بالحرم النبوى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ

وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه وسلم

الحمد لله مجيب سوال من سأله ودعاه حمد معترف بعجزه و
قصوره معترف لنفحات رحماه والصلوٰة والسلام على سيدنا ومولانا محمد
مصطفاه من خليقته ومجتباه وعلى آله واصحابه الباذلين مهجهم
فى مرضاته وسبيل هداه وبعد۔ فاكرمنا الله واياكم بتقواه ووفقنا و
اياكم لما يحب ويرضاه فانه قد اتصل بنا من قبلكم مكتوب يشتمل
على نوازل زعمتم انه التبس عليكم حكمها ومسائل استبهم عليكم
فهمها خصصتمونا فيه بالخطاب وعينتمونا لرد الجواب وكلفتمونا
ان نكتب لكم ما يكون كفيلا بالبيان وما عليه المعول فى ذلك الشان

فاقول وبالله التوفيق ، وبيده الهداية الى سواء الطريق ،

المسألة الاولى بعد فقد منكم عند قولكم فالمروعن على ساداتنا

(الى قوله) الى عالم عدل يقضى فيها - فجوابه لعمران اهل المذهب

ذكروا ان زوجة المفقود زوجة الغائب وزوجة المعترض والعنين ورجل

نشزت زوجته اوادعى عليها داء الفرج ونحو ذلك كلهم يرفعون امرهم

على جماعة المسلمين حين فقد الحاكم حسا ومعنا وظاهران الجماعة

المرفوع اليها الامر لابد لها من ان تجمع لسماع القضية وفصلها

ان جملة الجماعة كالقاضى الواحد ولا وجود للمجموع عند انتفاء بعض

الاجزاء يشهد عليه نصوص الفقهاء حيث قالوا ان الجماعة المسلمين

تقوم مقام القاضى واصرح ما فى الباب ما قال القابسى وغيره من القرويين

لو كانت المرأة فى موضع لاسلطان فيه لرفعت امرها الى صالحى جيرانها

يكشفون عن خبره وجهها ثم يضربون له الاجل اربعة اعوام ثم تعتد

عدة الوفاة وتحل للازواج لان فعل الجماعة فى عدم الامام كحكم

الامام اه ومثله ما قال احمد الصاوى على قوله فرضت النفقة فى

مال الغائب اى يفرضها الحاكم اذا رفعت له امرها او بجماعة

المسلمين ان لم يكن حاكم اذا ثبت عدة الزوج ولم يحضر طلق عليه

الجماعة على نهج المتقدم بعد تلزم الاجتهاد من الحاكم بغير

تحديد ان لم يعلم موضعه او علم وكان غيبته على عشرة ايام وان

قرب الرسل اليه فان حضر فظاهر والا طلق عليه اه وفى العدوى على

ابى الحسن قال الشرنوبى وبعد ذلك يمكنونها تطليق نفسها او يحكمون

به او يوقعونه اه واما قولهم

الثانی وعلی الشق الاول یعنی اذا ولیت الجماعة الی قوله منعنا الله بطول بقائکم (فجوابه) وفقنا الله وایاکم الی سواء الطریق ان اشخاص الجماعة لیست مقصودة فی هذا الباب بل المقصود مناقیامهم کلهم او بعضهم علی فرض الکفایه مقام الامام او القاضی حین عدمها ولذا قالوا ولو واحدا وان کان فیه خلاف بخلاف القاضی لان المفقود اتحاد ذاته وحکمه من غیر مشارکة لغیره الا من جهة المشهورة الا ترون ان شهادة کافة النساء او ثنتین منهن فی الباب الذی یشهد فیه الرجال کرجل واحد وفی الباب الذی لا یشهد فیه الرجال کل واحدة منهن کرجل کامل وفی باب الاعراب جعلوا المثنی والجمع لیسا مفردین وفی باب المبتدأ والخبر جعلوهما مفردین ویفهم من ذلک صحة کل حکم علی ما وضعه اصحابه المتبعون واتضح من هذا ان حکم الجماعة لیس مشترکا بل هو حکم من مفرد بمعنی کحکم القاضی والامام ان ولی القضاء کما یعمی حکمهما قضاء والشرطی والی الماء کذلک وفی المدونة قلت ارأیت العنین ایجوز له ان یوجله صاحب الشرطی اولا یکون ذلک الا عند قاض او امیر یولی القضاء قال قال مالک اری ان یجوز قضاء اهل هذه المیاه فقال ابن القاسم انما هم امراء علی تلک المیاه ولیسوا بقضاة فاری ان صاحب الشرطی ان ضرب للعنین اجلا جاز وکان ذلک جائزا وعلم بهذا ایضا ان کل من حکم علی ما یحکمه القاضی سواء بالنیابة او غیره سمی حکمه قضاء واما قولکم بعد (ب) وهل یشترط اتفاق الجماعة علی حکم لا (فجوابه) ان اتفاقهم واجب لا یمکن غیره لما سبق انهم کالقاضی

الواحد واذ اتقرر هذا فلا حاجة الى السؤال عن مرجح لدى اختلافها
واما قولكم (والذى فهمنا ان الاتفاق على رأى شرط لنفاذ الحكم من
الجماعة وان لم نجد هذا مصرحا ولكن قساه على ما اذا حكم المتخاصمان
رجلين او رجالا فالاتفاق على رأى واحد شرط كما صرح به سادتنا
الحنفية والمالكية معا) فجوابه ان هذه المسئلة ثابتة بالنصوص غير
محتاجة الى قياس كما مر نقله ولكن هذا القياس صحيح على ما اظن
والفارق الذى اورد عليه لا يعبأ به والله اعلم واما قولكم بعد هذا۔

الثالث وعلى الشق الثانى وهو ان تفوض (الى قوله) من غير تلك الجماعة
فجوابه لم نر من نص ان الجماعة تفوض الامر بعد ما رفع اليهم لواحد
منهم وتتبعنا الكتب التى بين ايدينا فلم نقف عليه واما لو قدرنا ان
لهم يفوضوا الامر لرجل لكان الرجل منهم لان الجماعة ليسوا محصورين
بالاشخاص بل بالاوصاف كما تقدم وعليه فكل من اتصف بما اتصفوا به
فهو منهم واما لو رفع الامر لواحد منهم ابتداء لكفى على الخلاف
المتقدم واحتج من منع ان اقل الجماعة ثلاثة وقال العدوى على الخرشى
فقوله والواحد منهم كاف فيه نظر لان المصنف قال لجماعة والجماعة
اقلها ثلاثة قاله بعض شيوخ شيوخنا اه وقال الدسوقى على الدردير
فقوله فلجماعة المسلمين هكذا عبارة الائمة وغير بعضهم
فلصالحى جيرانها وقوله (عبق) والواحد كاف اعترضه الشيخ ابو على
المسناوى قائلا لم ار من ذكره ولا اظنه يصح قاله (بن) وكذا ارد (حج)
فى وسطه كفاية الاثنين فضلا عن الواحد قائلا لتحقيق ان اقل الجماعة
ثلاثة واما قولكم۔

الرابع هل يشترط (الی قولہ) لا تحصل بمجرد نصبهم فجوابه
انها ليست من شروط الصحة للقاضی المذكورة فی ابواب القضاء بل هی
امر زائد عليه نيشأ من الامام الاعظم لان القضاء وما يستفاد بها من
النظر فی الاحكام وما ليس للقاضی النظر فيه الی ان قال فاما ولاية القضاء
فقال القرافی هذه الولاية متناولة للحكم لا يندرج فيها غيره وقال
ايضا فی موضع وليس للقاضی السياسة العامة لا سيما الحاكم الذی لا قدرة
له علی التنفيذ كالحاكم الضعيف القدرة علی الملوك الجبابرة فهو
ينشئ الالزام علی الملك العظيم ولا يخطر له تنفيذه لتعذر ذلك عليه
بل الحاكم من حيث هو حاكم ليس له الا الانشاء واما قوة التنفيذ فامر
زائد علی كونه حكما فقد يفوض اليه التنفيذ وقد لا يندرج فی ولايته
انتهی مرادنا منها اختصارا واما قوتكم ويتفرع علی هذا (الی قوله بمجرد
نصبهم فجوابه لا مانع من ذلك اذا اضطر الناس الی ذلك بما دل عليه
ظاهر كلام اهل المذهب وقال الشيخ الدسوقی علی الدردير بعد كلام
علی شروط الجمعة واعلم انه متی كانت البلد مستوطنة والجماعة
مستوطنة وجبت عليهم وصحت منهم مطلقا ولو كانت تلك البلد تحت
حكم الكفار كما لو تغلبوا علی بلد من بلاد الاسلام واخذوها ولم يمنعوا
المسلمين المتوطنين بها من اقامة الشعائر الاسلامية كما هو ظاهر
اطلاقاتهم وزاد الصاوی علی اقرب المسالك علی هذا القدر بقوله من
حاشية الاصل وبالضرورة ان نصب القاضی لفصل الخصام بين الناس
من شعائر الاسلام وفی فتاوی الشيخ محمد عيش سئل الامام ابو عبدالله
المازری رحمه الله تعالی عن احكام ثانی فی زمانه مره صقلية من

عند قاضيها او شهود عدول بها هل يقبل ذلك منهم ام لا مع انها متروكة ولا تدرى اقامتهم هناك تحت اهل الكفر هل هى اضطرار ام اختيار فاجاب ان القادح فى هذا وجهان الاول يشمل القاضى وبينة ناحية اختلال العدالة اذ لا يباح المقام فى دار الحرب فى قياد اهل الكفر و الثانى من ناحية الولاية اذ القاضى مولى من قبل اهل الكفر والاول او قاعدة يعتمد عليها فى هذه المسالة توشيها رعى تحسين الظن بالمسلمين ومباعدة المعاصى عنهم فلا يعدل عنها لاحتمالات كاذبة ولتوهمات واهية كتجويز من ظاهره العدالة وقد يجوز فى الاحقاء ونفس الامر ان يكون ارتكب كبيرة الامن قام الدليل على عصمته وهذا التجويز مطروح والحكم بالظاهر اذ هو الارجح الا ان يظهر من الحال ما يوجب الخروج عن العدالة فيجب التوقف حينئذ حتى يظهر باى وجه زوال موجب راجحة العدالة ويبقى الحكم لغلبة الظن بعد ذلك الى ان قال وهذا المقيم ببلد الحرب ان كان اضطرارا فلا اشكال انه لا يقدح فى عدالته وكذلك ان كان تاويله صحيحا مثل اقامته ببلد الحرب لرجاء هداية اهل الحرب ونقلهم عن ضلالتهم كما اشار اليه الباقلانى وكما اشار اليه اصحاب مالك فى تجويز الدخول لفكاك الاسير واما لو اقام بحكم الجاهلية والاعراض عن التاويل اختيارا فهذا قادح فى عدالته واختلف اهل المذهب فى رد شهادة الداخل اختيار التجارة فمن ظهرت عدالته منهم وشك فى اقامته على اى وجه فالاصل عذره لان محل الاحتمالات السابقة تشهد لعذره فلا يرد لاحتمال واحد الا ان توجد قرائن تشهد ان اقامته كانت اختيارا لا لوجه واما الوجه الثانى

وهو تولية الكافر للقضاة والامناء وغيرهم لحجز الناس بعضهم عن بعض فقد ادعى بعض اهل المذهب انه واجب عقلا وان كان باطلا تولية الكافر لهذا القاضي اما لطلب الرعية او اقامته لهم للضرورة لذلك فلا يطرح حكمه وينفذ كما لو ولاه سلطان مسلم اه وفي البيضاوي عند قول رب العزة قال اجعلني على خزائن الارض اني حفيظ عليم فيه دليل على جواز طلب التولية واظهار انه مستعد لها والتولي من يد الكافر اذا علم انه لا سبيل الى اقامته سياسته الحق الا بالاستظهار به اه وفي تبصرة الحكام فصل قال المازري في شرح التلقين القضاء ينعقد باحد وجهين احدهما عقد امير المؤمنين او واحد من امرائه الذين جعل لهم العقد في مثل هذا والثاني ذوو الرأي واهل العلم والمعرفة والعدالة لرجل منهم كملت فيه شروط القضاء وهذا حيث لا يمكنهم مطالعة الامام في ذلك ولا ان يستدعوا منه ولايته ويكون عندهم لهم نيابة عن عقد الامام الاعظم او نيابة عمن جعل له الامام ذلك للضرورة الداعية الى ذلك - واما قولكم -

الخامس فان كانت القوة والشوكة (الى قوله) بينوا بالدليل فجوابنا ان العلماء على نصوصهم في كتب المذهب التي بايدينا ان القوة والشوكة من شروط الجماعة واما الفراق بين القاضي والجماعة فبين وذلك ان القاضي وعمله جزء من اجزاء عمل وظيفة الامام وعدم الامام شرط الوجود الجماعة لانهم قالوا اذا فقد الحاكم ان جماعة العدول تقوم مقامه واما قولكم -

السادس لو وقع الاختلاف بين جماعتين (الى قوله) فكيف السبيل

الى ترجيح حكم احدهما على الآخر فجوابه ان استوفت الجماعة شروط
الحكم الشرعي بان تقول بعد اداء الزوجة حجتها وانكار الزوج الك
شهود وقالت نعم واحضرتها ثم قالوا للزوج الك طعن فيهم وقال لا او
اعذر ولا ثم حكموا لها فلا يجوز له ان يرفع هذه النازلة الى غيرهم
ولا لهم نقض هذا الحكم وفى مختصر الشيخ خليل وشرحه لدرديرو
رفع حكمه الخلاف فى تلك النازلة فلا يجوز المخالف فيها نقضها فاذا
حكم بفسخ عقد او صحته لكونه يرى ذلك لم يجز لقاض غيره ولا له
نقضه ولا يجوز لمفت علم بحكمه ان يفتى بخلافه وفى المواق على
مختصر الشيخ خليل ونص المدونة قال مالك وجه الحكم فى القضاء
اذا ادعى الخصمان تفهم القاضى عنهما واراد ان يحكم بينهما ان
يقول لها البقيد لكما حجة فان قالا لا حكم بينهما ثم لا يقبل منه
حجة بعد انفاذ حكمه ولو قال له بقيت لى حجة امهله فان لم يأت
بشئ حكم عليه فان اتيا بعد ذلك يريد ان لقض ذلك لم يقبل منهما
الا ان يأتيا بامر يرى ان لذلك وجها قال ابن القاسم مثل ان تأتى
شاهد عند من لا يقضى بشاهد ويمين وقال الخصم لا علم فى شاهد
آخر فحكم عليه القاضى ثم وجد شاهد آخر بعد الحكم فليقض بهذا
الآخر ومثل ان يأتى ببينة لم يعلم بها او ما اشبه ذلك والا لم يقبل
منه امر اذا اجاز الحكم على وجهه فحكم القاضى الثانى باطل لا مشاركة
بينهما حتى يسوغ الخلاف بينهما و العكس فالاول باطل كذلك اه
اما ان وقع الخلاف قبل الحكم بان تنازعا بين القاضيين فالقول
للطالب منهما كما فى مختصر الشيخ خليل وشرحه لدردير نصه واذا

تنازع الخصمان فاراد احدهما الرفع لقاض واراد الاخر الرفع لقاض
اخر كان القول للطالب وهو صاحب الحق دون المطلوب ثم اذا لم يكن
طالب مع مطلوب بان كان كل يطالب صاحبه رفع الى من اى سبق
رسوله لطلب الاتيان عنده والا يسبق رسول قاض بل استويا فى المجئ
مع دعوى كل انه المطالب اقرع للقاضى الذى يذهبان اليه فمن خرج
سهمه للذهاب له ذهبا له كالادعاء اى كما يقرع بينهما فى الادعاء بعد
اتيانهما للقاضى الذى اقرعا فى الذهاب اليه او الذى اتفقا على الذهاب
ثم تنازعا فى تقديم الدعوى اذ الموضوع ان كلا طالب اه وقال الدسوقى
فى حاشية عن هذا الشرح تنبيه قد علم من المصنف الحكم فيما اذا اتحد
المدعى به وكان كل من المتداعيين يطالب الاخر به على ما قال الشارح
واما اذا كان كل منهما يطلب صاحبه بشئ مغائر لما يدعى به
الاخر ففى نقل المواق وابن عرفة عن المازرى ان كل واحد منهما ان
يطلب حقه عند من شاء من القضاة فاذا دعى احدهما على صاحبه
عند قاض وفرغ فلصاحبه ان يدعى عليه عند من شاء فان اختلفا
فيمن يبتدى الطلب او فيمن يذهبان اليه او لا من القاضيين فان سبق
احدهما لقاض ترجح قوله وان ذهب كل منهما لقاض فالمعتبر من
سبق رسوله من القضاة وان لم يكن لاحدهما ترجيح بسبق الطلب على
الاخر ولا بغير ذلك اقرع بينهما واما قولكم ان قيل فى حل هذه
السؤال (الى قوله) كما هو مشاهد فجوابه ان نصب الجماعة باشخاصهم
لفصل الخصام معدوم نصه عندنا كما تقدم بل هم تميزوا
بالاوصاف فمن اتصف بهذه الاوصاف فهو منهم وعليه لا باس ان يرفع كل

ذی دعوی الی صالح جیرانہ من العدول تتعدد الجماعة بقدر الحاجة
کما جاز تعدد القضاة مطلقا واما قولکم ثانیا ان عبارة (الی قولہ) واللہ
اعلم وعلمہ اتم واحکم فجوابہ نعم الامر علی ما قلتم فیما علمنا
اللھم صل وسلم علی اشرف المخلوقات سیدنا محمد وعلی الہ واصحابہ
رب اغفر وارحم وانت خیر الراحمین سبحان ربک رب العزة عما
یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العلمین۔ انتھی ما جری
ان یسودہ قلم افقر العباد الی رحمة ربہ عبداللہ الفوتی الساکن فی
مدینہ خیر البریة البسھا اللہ ومن فیھا وجمیع المسلمین حلل
الرضا امین تمت وقت العصر یوم الثلاثاء الموافق ثمانیة وعشرین
یوما من شھر اللہ رجب سنة ۸۳ محمود بن ابی بکر الفلانی احد مدرس
الحرم النبوی عثمان بن ادریس عن الفلانی۔

الجواب

من العلامة الصالح التونسی المدرس بالحرم النبوی مع اختصار یسیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی جعل الدین الاسلام فی یسیر۔ والصلاة والسلام
علی المبعوث بالحنفیة السمحة السھلة التی لیس بھا عسر او علی الہ
وصحبہ وکل من کان سمح الاعتقاد سھل الانقیاد مجانب لکثرة
الانتقاد جھرا وسرا وبعد فقد وردت علیّ اسلة من القطر الھندی
فیما یتعلق بزوجة المفقود فصلھا بحل العقد علی المذھب المالکی
عند الاقتضاء بتوفر الشروط وانضاح المسالک فاجبت عنھا کغیر
غیرة الکرة یعد الکرة واخر ما ورد علی من الاسئلة فی ھذا الخصوص

على سبيل لمراجعة التوضيح عدد اسئلة ستة وهى كالمذكورة والمتفرعة
عن بعضها والجواب عن الاول ان تولیها كلها شرط فى صحة الحكم
لقول خليل والا فلجماعة المسلمين ثلاثة لا اقل كما قررناه فى الجواب
السابق كما نقل والسؤال الثانى المتفرع عن الاول وبه اشكال ان ارتضا
اشتراط تفرد القاضى مع تعدد مولاء الجماعة النائبة عنه وجوابه انه
لا يلزم من قيامها تما الجماعة مقام القاضى ان تتصف بجميع صفاته
وتستكميل اجميع شروطه الا ترى القاضى فانه نائب عن الامام فلا
يطلب منه مقامه جميع الاحكام ولا استيفاء شروط بالتمام وثانيهما
رهو اشتراط اتفاق اراء الجماعة وقياسه بالحكمين ووجود الفارق
بين الولايتين عموما وخصوصًا وجوابه وجواب اشتراط اتفاق
الجماعة المدنه لهذا الحادث كلهم مثل الحكمين وقياسهم بهما
اشبه ودعوى الفارق بين الجماعة خاص بهاته الحادثه حتى
لو حدثت فى الوقت او عقبه غيرها فرفعت لغيرهم جاز فليس نصبها
مستمر حتمًا كما يفتهم من فحوى السوال المقرر وعن السوال الثالث بعدم
وروده اصلا اذ لا يجوز التفويض واحد كان منها او خارجا عنها وهى
شعبية لحل ذلك الحادث متى روح اليها كما تقدم قريبًا والسوال
الرابع الذى هو هل يشترط فى القاضى قوة التنفيذ اولا والجواب نعم
يشترط ذلك عــه فيه اصالة وذلك التنفيذ ولا الزام هو الفارق بينه وبين

عــه قوله يشترط الخ هذا ما اختلف فيه العلامة والشيخ عبد الله والذى فهمنا من نصوص فقهاء الحنفية هو الذى قاله العلامة منه
كما حققناه فى تتمة الفتاوى المسماة بامداد الاحكام فى جزئين منها وهى موجودة فى مدرسة امداد العلوم

المفتی اذ ھو مخبر فقط دون القاضی فانہ منفذ للاحکام و لذلک
وصفہ بہ فی تحفۃ الحکام بقولہ منفذ بالشرع للاحکام ھذا ھو
الاصل فیہ وقد یعتبر بہ و یعترضہ ما یبطل نفوذہ و یعرقل اتمامہ
کالحکم علی الظلمۃ والجبابرۃ ولا یکون ذلک سہا عند باقی المسلمین
المؤمنین لاحکام رب العلمین وشریعۃ سید المرسلین صلی اللّٰہ
علیہ وسلم لو ردھا بل یقبلوھا و یقبلوا علیہا سامعین مطیعین
مذعنین ونصب جماعۃ المسلمین لقاض یفصل بھم الخصومات و
یقطع المنازعات جائز بل یتعین فی بعض الاحیان علی الاعیان اذا وجد
و اسبیلا الیہ وعدم[عہ] معارض فیہ واجتماع الکلمۃ علیہ والسوال
الخامس المتفرع عن الرابع جوابہ فیہ ومنہ والسوال السادس
فان کان الخلاف خارج المذھب المتبع فی ھذہ القضیۃ فلا
عبرۃ بہ ولا نظر الیہ اذ الحکم الاول رافع للخلاف فیھا وان
کان داخل المذھب فکذلک متی راعت الجماعۃ الاولی
الراجح من النقول وجرت علی الاصول واستوفت الشروط
بالحصول اما اذا تساھلت الاولی فی بناء الحکم ولم تجر علی
قواعد المذھب واصولہ ولم تراع الراجح جھلا او تجاھلا

عہ قولہ وعدم معارض فیہ اشارۃ الی ما قلناہ فی مقدمۃ ہذا الرسالہ من ان القاضی لا یصیر قاضیا فی
الہند بمجرد نصب عامۃ المسلمین لان نصبہم لا یخلو عن المعارضۃ کما ہو شاہد واللہ اعلم رسالت العلامۃ
مشافہۃ عن ہذہ الاشارۃ حین تشرفت زیارۃ بلدۃ خیر الانام علیہ الف تحیۃ وسلام ۱۳۵۹ھ فوافقنا صراحۃ
وللہ الحمد علی ذلک وعلی سائر النعمائہ ۱۲ راحقر عبد الکریم گتھلی عفی عنہ۔

اوغفلة اوعمد اقللثانية نقضى حكمها بالطبع وذلك بنفسه
يقال ويعمل به فى الحاكم الشرعي والله علم وصلى الله على سيدنا محمد
وعلى اله وسلم ـ وكتبه بخط يده صالح بن الفضيل التونسى المدرس
بالهجرة النبوى بالمدينة المنورة عفا عنه مولاه ويحسن توفقه
وعنايه ولاه ـ

مظلوم خواتین کی مشکلات کا شرعی حل
یعنی
المرقومات للمظلومات

امابعد۔ زمانہ موجودہ میں عورتوں کی مشکلات اور سوالات کی کثرت پر نظر کر کے تین رسالے تیار کئے گئے ہیں۔

ایک "الحیلۃ الناجزہ" جس میں ایسے مسائل متعلقہ ازدواج کو نہایت مکمل اور مفصّل طریقہ پر یکجا جمع کر دیا ہے۔ جن میں عورتوں کا ابتلائے عام ہے۔ اس رسالہ میں اس شبہ کا جواب بھی دیا گیا ہے کہ اسلام نے مظلوم عورتوں کی رہائی کے لیے کوئی صورت تجویز نہیں کی۔ اور ایسی مظلوم عورتوں کے لیے رہائی کی تدبیر بھی بتلائی گئی ہے۔ اور اس رسالہ کے دو جزو ہیں۔

جزاوّل: ان عورتوں کے لیے جن کا ابھی نکاح نہیں ہوا۔
جزو دوم ان کے لیے جن کا نکاح ہو چکا ہے۔

دوسرا رسالہ جو تتمہ ہے اصل رسالہ کے جزو دوم کا مسمّٰی بہ "المختارات" اس میں حرمتِ مصاہرت اور خیار بلوغ اور خیار کفاءت کے احکام مفصّل درج ہیں۔

تیسرا رسالہ جو ضمیمہ ہے اصل رسالہ کا "حکم الازدواج" اس میں زوجین کے اختلاف مذہب کی سب صورتوں کے مفصل اور مدلل احکام بیان کیے گئے ہیں، لیکن یہ رسالے عام فہم نہ تھے اس لیے ان کے مسائل کا خلاصہ جدا جدا بالترتیب لکھا جاتا ہے اس خلاصہ میں مختصر طور پر بتلا دیا گیا ہے کہ نکاح سے قبل کیا صورت اختیار کرنا مناسب ہے، اور نکاح ہو چکا ہو تو کس کس موقع پر نکاح فسخ ہو سکتا ہے اور کس طرح ہو سکتا ہے

طالبِ تفصیل کے لیے اگر وہ عالم ہے تو خود اور اگر عالم نہیں تو کسی عالم کی امداد سے اصل رسائل دیکھنا ضروری ہیں جن میں ہر مسئلہ کی دلیل بھی موجود ہے، امید ہے کہ اس رسالہ سے مظلوم عورتوں کو بہت مدد ملے گی۔

لیکن ان مسائل پر عمل کرنے کے وقت دو باتیں عمل کرنے والوں کے ذمہ ہیں۔ محض اس رسالہ کو دیکھ کر اپنی قوتِ مطالعہ کے بھروسہ پر کوئی کارروائی نہ کریں بلکہ کسی محقق عالم کے سامنے صورت واقعہ مع اس رسالہ کے پیش کر کے اس کی تجویز کے موافق اس طرح عمل کریں کہ ہر ہر جزئی میں اس کی رائے معلوم کر کے اس کا اتباع کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ ہمیں حکومتِ موجودہ کے قانون سے واقفیت نہیں اس لیے کارروائی کے موافقِ قانون یا مخالفِ قانون ہونے کو قانون داں وکلاء سے دریافت کر کے اپنی واقفیت اور ہمت کے بھروسہ عمل کریں ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

خلاصہ:۔ الحیلۃ الناجزہ :: للحیلۃ العاجزہ (جس کے دو جزو ہیں)

جزوِ اوّل:۔

بابت:۔ تفویضِ طلاق بوقتِ نکاح

(از فقہ حنفی)

سوال:۔ آج کل ہندوستان میں قاضی شرعی نہ ہونے کی وجہ سے جو مشکلات عورتوں کو پیش آ رہی ہیں محتاجِ بیان نہیں، کبھی مرد ظلم کرتا ہے اور بیوی کے حقوق ادا نہیں کرتا۔ نہ نان نفقہ دیتا ہے نہ طلاق، کبھی بیوی بچوں کو چھوڑ کر لاپتہ ہو جاتا ہے کہیں مجنوں ہو جاتا ہے، اگر شرعی قاضی موجود ہوتے تو ان مشکلات کا حل سہل تھا۔ لیکن اب جو دشواریاں ہیں کسی سے مخفی نہیں، لہٰذا دریافت طلب یہ ہے۔

(۱) کہ بعض جگہ ان مشکلات کا جو یہ علاج تجویز کیا گیا ہے کہ بوقتِ نکاح کابین نامہ میں مرد سے کچھ شرطیں ایسی لکھوالی جائیں جن کی وجہ سے عورتوں کو بوقت ضرورت اپنے اوپر طلاق واقع کرنے کا خود اختیار حاصل ہو جائے یہ شرعاً صحیح اور معتبر ہے یا نہیں۔

(۲) اور کیا اس کابین نامہ کے قبل از نکاح اور بعد از نکاح لکھوانے یا عین عقد نکاح کے وقت شرطوں کو زبانی کہلانے میں کوئی فرق ہے۔

الجواب

(۱) اس قسم کا کابین نامہ لکھوانا جس میں طلاق کا اختیار عورت کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہو اور بوقتِ ضرورت اس سے کام لینا جائز ہے۔ اور اصطلاحِ فقہ میں اس اختیار دے دینے کو تفویضِ طلاق کہتے ہیں۔

(۲) اس تفویض کی کئی صورتیں جائز ہیں جن کی تفصیل مع شرائط کے اصل رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ" میں مذکور ہے، اس جگہ صرف وہ صورت ذکر کی جاتی ہے جو عوام کے لیے سب سے زیادہ آسان اور عورتوں کے لیے زیادہ مفید اور طرفین کے سب مصالح کی جامع ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نکاح سے پہلے ایک اقرار نامہ مندرجہ ذیل الفاظ کے ساتھ مرد سے لکھوا لیا جائے۔

یہ یاد رہے کہ اس اقرار نامہ کا ایک ایک لفظ غور کر کے شرعی قواعد کے موافق طرفین کے مصالح کی پوری رعایت رکھ کر لکھا گیا ہے، اس میں سے کوئی لفظ بدلا نہ جائے ورنہ بعض صورتوں میں یہ اقرار نامہ بالکل بے کار و بے فائدہ ہو جائے گا، اور وہ اقرار نامہ بہ شکل کابین نامہ یہ ہے۔

عہ چونکہ طلاق میں جلدی کرنا شرعاً ناپسندیدہ ہے اس لیے عورت کو لازم ہے کہ اختیار مل جانے کے بعد بھی طلاق واقع کرنے میں جلدی نہ کرے بلکہ سوچ سمجھ کر غصہ فرو ہونے کے بعد اپنے خیر خواہوں سے مشورہ اور سنت کے موافق استخارہ کر کے رائے قائم کرے

کابین نامہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اما بعد: منکہ پسر قوم
ساکن ضلع کا ہوں میرا نکاح مسماۃ دختر
قوم ساکن ضلع کے ساتھ شرائط ذیل پر بعوض
مہر روپیہ سکہ رائج الوقت کے قرار پایا ہے، لہٰذا میں بدرستی ہوش و
حواس بلا کسی جبر و کراہ کے مندرجہ ذیل اقرار نامہ لکھتا ہوں تاکہ میں اس کا پابند رہوں اور
درصورت عدم پابندی مسماۃ مذکور کے لیے رہائی کی صورت ہو سکے۔

پس میں اقرار کرتا ہوں کہ جب تک وہ میرے نکاح میں رہے میں شرائط ذیل کا
پابند رہوں گا، اور بغرض اطمینانِ مسماۃ لکھتا ہوں کہ اگر میں مسماۃ مذکورہ سے نکاح کروں تو
نکاح کرنے کے بعد جب کبھی اس کو اس نکاح میں رکھتے ہوئے شرائط ذیل میں سے
کسی شرط کے خلاف کروں اور اس خلاف شرط ہونے کو مندرجہ ذیل اشخاص میں سے
کم از کم دو آدمی تسلیم کر لیں تو اس کے بعد مسماۃ مذکورہ کو اختیار ہو گا کہ اسی وقت یا خلافِ
شرط تسلیم ہونے سے ایک ماہ تک پھر کسی وقت چاہے اپنے اوپر ایک طلاق بائن واقع
کر کے اس نکاح سے الگ ہو جائے۔ اور جب کبھی کسی شرط کا خلاف وقوع پذیر ہو
ہر بار ایک ایک ماہ کے لیے اختیار حاصل ہوتا رہے گا، مگر یہ اختیار ایک ہی نکاح تک
محدود ہے، اگر کسی طرح فرقت و علیحدگی کے بعد نکاح کا اعادہ ہو تو اس کے بعد یہ اختیار
اور شرائط نہیں بلکہ اس وقت جو کچھ دوبارہ طے ہو جاوے اس کے موافق عملدرآمد ہو گا۔

عہ زیادہ احتیاط درکار ہو تو "تسلیم کر لیں" کے بعد یہ جملہ بھی لکھ دیا جاوے "اور وہ دونوں صاحب
عورت کے لئے علیحدگی کو مناسب بھی قرار دے دیں"۔

وہ اشخاص یہ ہیں۔ [ع]

شرائط یہ ہیں [س]

اس کابین نامہ کو میں نے منظور کیا اور لکھوا کر دیکھنے، سننے کے بعد، آج بتاریخ ماہ سنہ میں دستخط نشان انگشت کرتا ہوں۔

العبد گواہ شد گواہ شد

اس کابین نامہ کا اثر

یہ کابین نامہ لکھنے کے بعد ایک مرتبہ خلاف شرط کرنے سے عورت کو صرف ایک ماہ کے لیے اختیار ملے گا اور مہینے کے ختم پر اختیار ساقط ہو جائے گا۔ لیکن اس کے بعد اگر پھر کبھی کسی شرط کی خلاف ورزی ہوئی تو پھر مکرر اختیار ایک ماہ کے لیے مل جائے گا اور ہر مرتبہ خلاف کرنے سے اسی طرح اختیار ملتا رہے گا، مگر ایک مرتبہ عورت طلاق واقع کر لے یا اور کسی طرح علیحدگی ہو جاوے تو اس کے بعد دوبارہ نکاح ہونے پر خلاف شرط کے وقوع سے اختیار حاصل نہ ہوگا۔

ع مناسب ہے کہ کم از کم دس آدمیوں کے نام تراضی طرفین سے متعین کر کے لکھ دیئے جائیں۔

س جو شرائط طے ہوں ان میں اہل فہم اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ کرنا مناسب ہے، نیز وکلاء سے بھی کہ یہ شرائط قانون میں معتبر ہیں یا نہیں، اور کابین نامہ کی رجسٹری ہو جائے تو بہتر ہے اور مرد کے حق میں ایک مفید بات یہ ہے کہ مہر معاف کرنے کی شرط لگا لے اور کابین نامہ میں جو یہ جملہ ہے "اپنے اوپر ایک طلاق واقع کر لے" اس سے پیشتر یہ لفظ لکھ دیئے جاویں "مہر معاف کر کے اپنے اوپر" الخ

جزو دوم[عہ] :-

بابت

فسخ نکاح

مقدمہ

نکاح ہو جانے کے بعد جو مشکلات عورتوں کو شوہر کی طرف سے پیش آتی ہیں اور جن میں ابتلاء عام اور ضرر شدید ہے وہ چند ہیں۔

ایک[۱] یہ کہ خاوند نامردی وغیرہ کی وجہ سے عورت کے قابل نہ ہو جس کو اصطلاح فقہ میں عنین کہتے ہیں دوسرے[۲] یہ کہ مرد مجنون ہو۔ تیسرے[۳] یہ کہ مفقود ولاپتہ ہو جائے، چوتھے[۴] یہ کہ موجود ہے اور نان نفقہ دینے پر قدرت بھی ہے مگر ظلم کرتا ہے نہ نان نفقہ دیتا ہے اور نہ طلاق۔ پانچویں[۵] یہ کہ شوہر لاپتہ تو نہیں لیکن وہ بیوی، بچوں کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا گیا نہ تو وہ نان و نفقہ وغیرہ کا کسی قسم کا انتظام کرتا ہے اور نہ خود آتا ہے نہ ان کے پاس بلاتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔

ان تمام صورتوں میں عورت کی رہائی کے لیے شرعی صورتیں علیحدہ علیحدہ ہیں جن کو تفصیلی طور پر پیش کیا جائے گا۔ لیکن ان تمام صورتوں میں یہ بات مشترک ہے کہ اس رہائی میں عورت یا اس کے اولیاء خود مختار نہیں ہیں بلکہ قاضی کا فیصلہ شرط ہے یعنی ضروری ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی کی عدالت میں دائر کرے۔

اور قاضی باقاعدہ شرعی تحقیق کے بعد تفریق وغیرہ کا حکم کرے مگر ہندوستان

عہ اس جگہ اصطلاحی فسخ مراد نہیں بلکہ "تفریق بین الزوجین" مراد ہے۔ خواہ فسخ اصطلاحی ہو خواہ طلاق خواہ حکم بالموت بغرض تفہیم عوام یہ عنوان اختیار کیا گیا

کے موجودہ حالات میں چونکہ عموماً قاضی شرعی موجود نہیں اس لیے اس کی شرعی تدبیر بتلانا سب سے مقدم ہے۔

ہندوستان میں قاضی کے فیصلہ کی حیثیت

ہندوستان کی جن ریاست میں شرعی قاضی موجود ہیں وہاں پر تو معاملہ آسان ہے لیکن حکومت کے علاقوں میں جہاں پر یہ صورت نہیں ہے ان میں وہ حکام وغیرہ جو لوگ گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں وہ اگر مسلمان ہوں۔ اور شرعی قاعدہ کے مطابق فیصلہ کریں تو ان کا حکم بھی قاضی کے فیصلہ کے قائم مقام ہوتا ہے اور اگر فیصلہ کرنے والے مسلمان ہوا جیسا کہ آج کل کے عموماً ہندوستان کی عدالت کے جج وغیرہ تو قانون شریعت کی رو سے ان کا فیصلہ تسلیم نہیں ہوتا۔ یہاں تک کہ اگر ججوں، یا ممبران وغیرہ کی کمیٹی فیصلہ کرے تو ان تمام کا مسلمان ہونا شرط ہے۔ اگر ایک جج یا ممبر وغیرہ بھی غیر مسلم ہو تو شرعاً فیصلہ معتبر نہیں۔

مسلمان حاکم نہ ہونے کی صورت کا حکم

اگر کسی جگہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا مسلمان حاکم کی عدالت میں مقدمہ لے جانے کا قانون کی رو سے اختیار ہو یا مسلمان حاکم قانونِ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو اس صورت میں مذہبِ حنفی کے مطابق عورت کی علیحدگی کے لیے شوہر سے طلاق لینے یا خلع (یعنی مہر یا مال کے بدلہ شوہر سے طلاق) لینے کے کوئی صورت نہیں لیکن اگر شوہر طلاق اور خلع پر بھی کسی طریقہ سے رضامند نہ ہو یا مفقود یا مجنون یا نابالغ ہونے کی وجہ سے اس سے طلاق و خلع نہ ہو سکے تو اس وقت مذہب امام مالکؒ کے مطابق جس کا اختیار کرنا ضرورت شدیدہ میں حنفیہ کے نزدیک بھی جائز ہے مسلمانوں کی جماعت کا حکم بھی قاضی کے فیصلہ کے قائم مقام ہوگا۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ محلہ یا بستی کے

دیندار اور اثر و رسوخ رکھنے والے مسلمانوں کی ایک جماعت (کمیٹی) بناکر جو کم از کم تین حضرات پر مشتمل ہو اپنا معاملہ پیش کیا جائے اور وہ جماعت واقعہ کی تحقیق کر کے شریعت کے مطابق فیصلہ کر دے۔

شرعی کمیٹی کی شرائط

شرعی کمیٹی کو قاضی شرعی کے قائم مقام کرنے کے لیے چند شرائط ہیں جس کمیٹی میں یہ چند شرائط موجود نہ ہوں وہ شرعاً معتبر نہ ہوگی۔

کم از کم تین آدمیوں کی جماعت ہو ایک یا دو آدمی فیصلہ کریں تو وہ معتبر نہیں۔

عادل کی تعریف

اس کمیٹی کے تمام ارکان کا عادل ہونا شرط ہے، اور عادل وہ شخص ہے جو تمام کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو اور اگر کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہو تو فوراً توبہ کر لیتا ہو۔ لہذا سود خور اور رشوت لینے والا، ڈاڑھی منڈانے والا، جھوٹ بولنے والا اور بے نماز اس جماعت کا رکن نہیں بن سکتا، اگر بدقسمتی سے کسی جگہ کے بااثر لوگ دیندار نہ ہوں تو یہ تدبیر کر لی جائے کہ وہ بااثر اشخاص چند دینداروں کو اختیار دے دیں، تاکہ شرعاً فیصلہ کی نسبت دیندار جماعت کی طرف ہو اور ان بااثر اشخاص کو کوشش کا ثواب حاصل ہو جائے۔

فیصلہ میں علماء کی شرکت لازم ہے

فیصلہ میں علماء کی شرکت لازم اور ضروری ہے، صرف عوام کی جماعت کا فیصلہ حکم قاضی کے قائم مقام نہیں ہو سکتا؛ اس لیے اولاً تو یہ چاہیے کہ جماعت کے سب ارکان اہل علم ہوں اور اگر یہ میسر نہ ہو تو کم از کم ایک معاملہ فہم عالم کو ضرور جماعت کا رکن بنائیں اور دوسرے ارکان معاملہ کے تمام پہلوؤں کو ان عالم صاحب سے خوب سمجھ کر رائے قائم کریں، اور اگر کسی جگہ یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر یہ لازم ہے کہ جماعت کے ارکان معاملہ کی روئداد مکمل کر کے علماء محققین سے ہر ہر جزئی کا حکم دریافت کریں اور جو ان کا فتویٰ ہو اس کے

موافق فیصلہ کیا جاوے، اگر ایسا نہ کیا بلکہ عوام نے محض اپنی رائے سے فیصلہ کر دیا تو وہ حکم نافذ نہ ہوگا اور فیصلہ بالکل بے کار اور غیر معتبر رہے گا، اگرچہ وہ فیصلہ شریعت کے موافق بھی ہو۔

اختلافی فیصلہ کی حیثیت چوتھی شرط یہ ہے کہ شرعی کمیٹی کے تمام ارکان متفقہ فیصلہ دیں اگر رائے مختلف رہے اور کثرت رائے کی بنا پر فیصلہ کرنا چاہیں تو وہ فیصلہ معتبر نہ ہوگا، پس اگر ارکان میں اختلاف رہے تو مقدمہ خارج کر دیا جائے۔

اختلاف رائے کی وجہ سے فیصلہ نہ ہو سکے اگر اختلاف رائے کی وجہ سے کسی درخواست پر تفریق کا حکم نہ ہو سکا تھا تو وہ درخواست ہمیشہ کے لیے مسترد نہ ہو جائے گی بلکہ مستغیثہ کو اختیار ہوگا کہ معاملہ کی حالت بدل جاوے یا ضرورت کی شدت بڑھ جائے تو دوبارہ درخواست پیش کرے اور دوبارہ درخواست دینے پر اگر ارکان کی رائے متفق ہو جائے تو تفریق کر دی جائے۔

اب ان اسباب کو بیان کیا جاتا ہے جن کی وجہ سے عورت کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہوتا ہے اور اختیار ہونے کی جو شرطیں ہیں وہ سب لکھی جاتی ہیں، آجکل اکثر لوگ فسخ نکاح کا اختیار ہونے میں شرائط کی رعایت نہیں کرتے۔ اور بغیر وجہ شرعی و شرائط نکاح فسخ کرا لیتے ہیں لیکن اس قسم کے فسخ کا شرعاً اعتبار نہیں ہے اور دوسرے شخص سے ایسی عورت کا نکاح باطل ہے اس وجہ سے ان کا خاص طور پر خیال کرنا لازم ہے۔

عنین (نامرد) کی بیوی کے احکام

سوالات:۔ شریعت کی اصطلاح میں عنین کس کو کہتے ہیں۔ ۲ عنین کی بیوی کو نکاح کے فسخ کرانے کا اختیار دیا جائے گا یا نہیں؟ ۳ اگر اختیار دیا جائے تو اس کی کیا صورت ہوگی اور اس کے لیے کیا شرائط ہیں۔ ۴ تفریق (یعنی فسخ نکاح) کے بعد عنین پر مہر، پورا واجب ہوگا یا آدھا، نیز عورت پر عدت لازم ہوگی یا نہیں۔

الجواب:۔

شریعت کی اصطلاح میں عنین اس کو کہتے ہیں کہ جو باوجود عضو مخصوص ہونے کے عورت سے ہمبستری کرنے پر قادر نہ ہو خواہ یہ حالت کسی بیماری کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو یا کمزوری کی وجہ سے یا ضعیفی کی وجہ سے، یا اس وجہ سے کہ اس پر کسی نے جادو کرایا ہو۔ اور اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ بعض عورتوں سے ہمبستری کرنے پر قدرت رکھتا ہے اور بعض پر نہیں، تو جس عورت سے ہمبستری پر قدرت ہو اس کے حق میں یہ شخص عنین (نامرد) سمجھا جائے گا۔

عنین کی بیوی کے فسخ نکاح کی صورت

۲ نامرد کی بیوی کو اپنے شوہر سے تفریق (فسخ نکاح) کی یہ صورت ہے کہ عورت اپنا معاملہ قاضی شرعی کی عدالت میں پیش کرے قاضی، واقعہ کی تحقیق کرے یعنی پہلے، شوہر سے دریافت کرے اگر وہ خود اقرار کرے کہ بے شک میں اس عورت سے ہمبستری پر قادر نہیں ہوا تو اس کو ایک سال کی مہلت علاج کرنے کے لیے دے دے اور اگر وہ اقرار نہ کرے بلکہ ہمبستری کا دعویٰ کرے تو اس وقت یہ تفصیل ہے کہ اگر عورت باکرہ (کنواری) ہونے کا دعویٰ نہ کرتی ہو جب تو شوہر سے حلف لیا جائے گا، اور اگر اس نے حلف کر لیا تو عورت کو تفریق کا حق حاصل نہ ہو سکے گا۔ اور اگر شوہر

نے حلف سے انکار کر دیا تو اس کو ایک سال کی مہلت علاج کے لیے دے دی جائے گی اور اگر عورت باکرہ ہونے کی مدعی ہو تو قاضی عورتوں سے اس کی بیوی کا معائنہ کرائے ایک عادل تجربہ کار عورت کا معائنہ بھی کافی ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ دو عادل عورتیں معائنہ کریں آگے بعد معائنہ کے دو صورتیں ہیں، ایک صورت یہ کہ عورتیں یہ بیان کریں کہ یہ عورت باکرہ یعنی کنواری نہیں رہی تب تو خاوند سے اس بات پر حلف لیا جائے کہ اس نے جماع کیا ہے اگر وہ حلف کر لے تو اس کا قول معتبر ہو جائے گا اور عورت کو تفریق کا حق باقی نہ رہے گا اور اگر شوہر حلف سے انکار کر دے تو تاجیل یعنی ایک سال کی مہلت کا حکم کر دیا جائے گا، اور دوسری صورت یہ کہ عورتیں یہ بیان کریں کہ ابھی تک یہ لڑکی باکرہ (کنواری) ہے تو پھر قاضی بدون کسی سے حلف لیے ہوئے شوہر عنین کو ایک سال کی مہلت علاج کے لیے دے دے۔ خلاصہ یہ کہ جب کسی دلیل سے محقق ہو جاوے کہ عورت باکرہ نہیں بلکہ ثیبہ ہے خواہ ثیبہ ہونا اس طرح معلوم ہو کہ وہ بیوہ ہو اور شوہر اول سے اولاد ہو چکی ہو یا خود عورت کے اقرار سے یا عورتوں کے معائنہ سے ان تینوں حالتوں میں مرد کا قول حلف کے ساتھ قبول کر لیا جاوے گا کہ وہ ہم بستری کر چکا اور عورت کو علیحدگی کا حق نہ دیا جائے گا، اور اگر ان تینوں حالتوں میں مرد حلف سے انکار کر دے تو عورت کا دعویٰ درست مان کر مرد کو ایک سال کی مہلت دے دیں۔ اور اگر عورتوں کے معائنہ سے زوجہ کا باکرہ ہونا ثابت ہو تو بغیر حلف ہی ایک سال کی مہلت دے دی جاوے اور اس مہلت کے لیے ظاہر الروایۃ میں تو قمری سال کا اعتبار کیا گیا ہے لیکن روایت حسن میں شمسی سال کو لیا ہے اور بعض اصحاب ترجیح نے احتیاطاً اسی کو اختیار کیا ہے اور عموماً متاخرین نے اسی پر فتویٰ دیا ہے اور اب بھی عام اہل فتویٰ کا یہی معمول ہے اور یہ سال حاکم کی مہلت دینے کے وقت سے شروع سمجھا جائے گا اس سے پہلے خواہ کتنی ہی مدت گزر گئی ہو معتبر

چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گذرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرلے، پس اگر اسی مجلس میں اس نے اپنے خاوند کے ساتھ رہنا پسند کرلیا یا اس قدر سکوت کیا کہ مجلس برخواست ہوگئی خواہ اس طرح کہ یہ عورت مجلس سے کھڑی ہوگئی یا اس طرح کہ قاضی مجلس سے اُٹھ گیا تو اس کا اختیار باطل ہوگیا اب کسی طرح تفریق نہیں ہوسکتی و نیز مجلس برخواست ہونے اور عورت کے اُٹھ جانے کے علاوہ اور صورتیں بھی ایسی ہیں جس سے مجلس بدل جاتی ہے اور اختیار باطل ہوجاتا ہے، مثلاً کوئی دوسری گفتگو کرنے لگی یا نماز پڑھنے لگی۔ وغیرہ ذلک۔

پانچویں شرط عنین کو سال بھر کی مہلت دینا اور سال گذرنے پر عورت کو اختیار دینا اور بعد ازاں اگر خاوند طلاق سے انکار کرے تو تفریق کر دینا وغیرہ یہ سب امور جن کا اوپر مفصل ذکر ہو چکا حکم قاضی کے محتاج ہیں بدون حکم قاضی کے از خود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں اور جس جگہ قاضی نہ ہو اس کا مفصل حکم اس جزو دوم کے مقدمہ میں گذر چکا وہاں دیکھ لیا جاوے۔

جواب سوال (نمبر۴) بوجہ خلوتِ صحیحہ شوہر عنین پر پورا مہر واجب ہوچکا تھا وہ تفریق کے بعد بھی ادا کرنا لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے۔

(فائدہ)

جس کے عضو تناسل ہی نہ ہو

عنین کو ایک سال کی مہلت دینے کا حکم جو اوپر بیان کیا گیا صرف اس شخص کے لیے ہے جس کو عرفاً عنین کہتے ہیں لیکن وہ شخص کہ جس کا عضوِ تناسل قطع ہوگیا جس کو اصطلاح میں مجبوب کہتے ہیں اور اسی طرح وہ شخص جس کا عضو تناسل خلقتاً بہت کم مثل نہ ہونے کے ہو اس کو سال بھر کی مہلت دینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ پہلے ہی درخواست پر مجبوب وغیرہ ہونے کی تحقیق کرکے عورت کو اختیار دے دیا جائے گا۔ (تتمۃ الفائدہ) اگر عضوِ مخصوص کٹا ہوا شخص، عورت کے دعویٰ کا انکار کرے،

اگر عورت دعویٰ کرے کہ میرا شوہر مجبوب وغیرہ ہے اور مرد اس سے انکار کرے اور بدون معائنہ کے اس کا فیصلہ نہ ہوسکے تو معائنہ بھی جائز ہے پس قاضی کسی معتبر شخص کو کہہ دے کہ معائنہ کرکے بتلاؤ کہ عورت سچ کہتی ہے یا مرد سچا ہے۔ (مجبوب کا مطلب ہے عضو مخصوص کٹا ہوا)

ہدایت یہ مختصر بیان بہ قدرِ ضرورت لکھا گیا ہے اس کے سوا اور بھی بہت سی جزئیات ہیں جو کتبِ فقہ میں مفصل مذکور ہیں، بوقتِ ضرورت علمائے اہلِ فتویٰ سے دریافت کرلیا جاوے۔

زوجۂ مجنون کے فسخِ نکاح کے احکام کا خلاصہ

سوالات: ۱۔ کیا مجنون کی بیوی کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ تفریق کا مطالبہ کرے اور مجنون کی زوجیت سے نکل جائے۔

۲۔ اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہے اور اس کے کیا شرائط ہیں؟

۳۔ اور تفریق کے بعد مہر اور عدت کا کیا حکم ہے؟

الجواب:۔

(۱) جنون کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ نکاح کے وقت جنون موجود ہو اور بے خبری میں نکاح ہوجائے دوسری یہ کہ عقد کے وقت جنون نہ تھا مگر نکاح کے بعد لاحق ہوگیا خواہ ہمبستری سے پہلے ہوگیا ہو یا بعد میں ان دونوں صورتوں میں تفریق کا اختیار عورت کو ان شرائط کے ساتھ حاصل ہوجاتا ہے جو جواب ۲ میں ابھی آئی ہے مگر پہلی صورت یعنی نکاح کے وقت جنون کی صورت میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اختیار ہے اور مالکیہ کے نزدیک بھی اور دوسری صورت یعنی نکاح کے بعد جنون ہونے کی صورت میں صرف مالکیہ کے نزدیک اختیار ہوگا اس سے دوسری صورت

میں بغیر ضرورتِ شدیدہ کے نکاح فسخ نہ کیا جائے۔

مجنون کی بیوی کے فسخِ نکاح کا طریقہ

(۲) تفریق (فسخِ نکاح) کی صورت یہ ہے کہ مجنون کی بیوی قاضی کی عدالت میں درخواست دے۔ اور شوہر کا خطرناک مجنون ہونا ثابت کرے قاضی، واقعہ کی تحقیق کرے، اگر واقعہ صحیح ثابت ہو تو مجنون کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دے دے اگر سال گزرنے کے بعد بیوی، پھر قاضی سے درخواست کرے اور شوہر کا جنون اب تک موجود ہو تو عورت کو اختیار دے دیا جائے اس پر اگر عورت اسی مجلس میں فسخِ نکاح کا مطالبہ کرے جس میں اس کو اختیار دیا گیا ہے تو قاضی تفریق واقع کردے اور یہ تفریق اگر اس جنون کی وجہ سے کی گئی ہے جو کہ نکاح کے وقت موجود تھا تب تو طلاق نہیں، بلکہ فسخ ہے اور اگر نکاح کے بعد جنون ہو جانے کی وجہ سے تفریق کی گئی ہے تو اس میں طلاق ہونے کا احتمال ہے علماء مالکیہ سے تحقیق کی جائے اور جب تک تحقیق نہ ہو اس وقت تک طلاق قرار دینا چاہیئے کہ اس میں احتیاط ہے۔

زوجۂ مجنون کے فسخِ نکاح کی شرائط

اور زوجۂ مجنوں کو خیار فسخ حاصل ہونے کے لیے مندرجہ ذیل شرطیں ہیں اگر یہ شرطیں نہ پائی جاویں تو تفریق کا حق نہیں اس لیے ان کو غور سے سمجھ لینا لازم ہے۔

(الف) ایک شرط یہ ہے کہ عورت کی طرف سے رضامندی نہ پائی جائے، پس اگر نکاح سے پہلے جنون کا پتہ تھا اور اس کے باوجود نکاح کیا گیا تو خیار فسخ حاصل نہیں ہوتا اور اگر نکاح کے بعد جنون ہوا ہو تو یہ شرط ہے کہ جنوں کی خبر ہونے کے بعد اس کے نکاح میں رہنے پر رضامندی ظاہر نہ کی ہو اگر ایک مرتبہ بھی رضامندی ظاہر کر چکی تو خیار فسخ باطل ہو گیا۔

(ب) دوسری شرط یہ ہے کہ جنون کا پتہ لگنے کے بعد اپنے اختیار سے عورت

نے جماع یا دواعی جماع کا موقع نہ دیا ہو البتہ اگر مجنون نے بجبر و کراہ ہمبستری وغیرہ کر لی تو اس سے خیار ساقط نہیں ہوتا۔

زوجۂ مجنون اگر مجنون سے ہمبستری کرالے

(فائدہ متعلقہ ہر دو شرط) اگر رضامندی

کا اظہار یا جماع وغیرہ کا موقع دینا ایسے جنون کے بعد پایا جاوے جو موجب خیار ہے تب تو خیار نہ رہے گا لیکن اگر معمولی جنون میں رہنے کو منظور کر لیا تھا، یا ہمبستری وغیرہ کا موقع دیا تھا اور بعد میں جنون بڑھ گیا تو اس رضا و تمکین سے خیارِ فسخ ساقط نہ ہوگا مگر اس گنجائش سے نفع حاصل کرنے میں کامل دیانت اور سخت احتیاط سے کام لینا لازم ہے۔

(ج) زوجۂ عنین کی طرح زوجۂ مجنون بھی اپنے خاوند سے علیحدہ ہونے میں خود مختار نہیں بلکہ قضائے قاضی شرط ہے اور جس علاقہ میں قاضی موجود نہ ہو وہاں مسلمان حاکم سے استغاثہ کیا جاوے بشرطیکہ اس کو حکومت کی طرف سے ایسے معاملات کے تصفیہ کا حق دیا گیا ہو اور شرعی طریق پر فیصلہ کرتا ہو ورنہ جماعتِ مسلمین سے درخواست کی جاوے جس کی شرطیں مقدمہ میں گذر چکی ہیں ان کو ضرور دیکھ لیں۔

(د) جب مہلت کا سال گذر جانے کے بعد دوبارہ درخواست پر قاضی کو اختیار دے تو عورت کو فرقت کا اختیار اسی مجلس تک رہتا ہے اگر مجلس برخاست ہوگئی یا عورت از خود یا کسی کے اٹھانے سے اٹھ گئی یا اور کسی طرح مجلس[1] بدل گئی تو خیار فسخ باطل ہوگیا۔

زوجۂ مجنون کی عدت و مہر کا شرعی حکم

مہر اور عدت کا حکم یہ ہے کہ اگر خلوتِ صحیحہ سے قبل نکاح فسخ ہوگیا ہے

---

[1] تبدیلِ مجلس کا بیان عنین کے بیان میں گذر چکا ہے اس کو دیکھ لیا جائے ۱۲ منہ

جب تو مہر بالکل ساقط ہو جائے گا۔ اور عدت کی ضرورت نہیں اور اگر عیب جنون معلوم ہونے سے قبل خلوتِ صحیحہ ہو چکی تھی اور اس کے بعد جنون کا پتہ لگنے پر فسخِ نکاح کی نوبت آئی ہے تو پورا مہر لازم رہے گا اور عدت بھی واجب ہوگی۔

(فائدہ)

اگر زوجۂ مجنون کے نفقہ کا انتظام نہ ہو

مجنون کی بیوی کا نکاح فسخ ہونے کے لیے جو شرائط اوپر مذکور ہیں اگر کسی جگہ وہ شرائط موجود نہ ہوں تو جنون کی وجہ سے تفریق نہیں ہو سکتی لیکن اگر مجنون کی کسی قسم کی آمدنی کا ذریعہ نہ ہو اور نہ اُس کو روزگار حاصل کرنے پر قدرت ہو اور بیوی کے لیے نان و نفقہ کا کوئی انتظام نہ ہو تو ایسی صورت میں مفتی کے لیے عورت کے اضطرار کی پوری تحقیق ہو جائے اور چند علماء سے مشورہ کے بعد اس فتویٰ کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کی وجہ سے نان و نفقہ کے انتظام نہ ہونے کی صورت میں قاضی یا اس کا قائم مقام (شرعی کمیٹی یا مسلم حاکم) ان دونوں میں تفریق کر دے اور یہ تفریق طلاقِ رجعی کے حکم میں ہوگی، لیکن اس میں نہایت غور و فکر سے کام لے کر مذہب مالکیہ کی تمام شرائط کی پابندی ضروری ہے جن میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نان و نفقہ کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے فسخِ نکاح اس وقت ہو سکتا ہے جب کہ نکاح سے پہلے اس کو شوہر کے مفلس و نادار ہونے کا علم نہ ہو ورنہ اگر ناداری کا علم ہوتے ہوئے نکاح کیا گیا ہے تو اب نان و نفقہ کے انتظام نہ ہونے کی وجہ سے بھی اس کو تفریق کے مطالبہ کا حق نہ ہوگا اور باقی شرائط اس مسئلہ کی بوقتِ ضرورت کتبِ مالکیہ سے معلوم ہو سکتی ہیں جن کے نام گذر چکے۔

مفقود کی بیوی کے فسخِ نکاح کے احکام کا خلاصہ

عوام بلکہ خواص بھی یہ سن کر یا دیکھ کر مفقود کی بیوی کو حضرت امام مالکؒ چار سال

(انتظار کرانے) کے بعد دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی اجازت دے دیتے ہیں مفقود کی بیوی کے معاملہ کو بہت ہی آسان سمجھ بیٹھے ہیں۔

لیکن دراصل حضرت امام مالکؒ کے مذہب میں اس کے لیے چند شرائط اور قید ہیں۔ جن کا خیال کرنا ضروری ہے۔ ان شرائط کی رعایت کے بغیر کسی کے نزدیک بھی دوسری جگہ اس کا نکاح حلال نہیں ہو سکتا۔

لیکن پہلی بات یہ ہے کہ فقہ مالکی کی کتب کم ہیں دوسری بات یہ ہے کہ مالکی مذہب کے علماء نہیں اس واسطے اس کی ضرورت ہوئی کہ علماء مالکیہ سے اس مسئلہ کو مفصل تحقیق کر کے شائع کیا جائے تاکہ علمی اور عملی غلطیاں دور ہوں۔

اس بناء پر مدینہ منورہ کے علماء مالکیہ سے چند بار سوال کر کے اس مسئلہ کو خوب منقح کیا گیا، ان سب سوالوں کو مع جوابات ذیل میں درج کیا جاتا ہے، ضرورت کے وقت اس تفصیل کا لحاظ رکھنا لازم ہے۔

سوالات:۔

اول، جو شخص مفقود الخبر (لاپتہ) ہو اور باوجود تحقیق و تفتیش کے اس کا حال معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مرگیا، کیا اس کی زوجہ کے لیے حق ہے کہ وہ کسی طرح اپنے کو اس کی زوجیت سے نکال کر دوسرا نکاح کر سکے، اگر یہ حق ہے تو کیا اس کو کچھ مدت انتظار کرنے کی ضرورت ہے یا بلا مہلت اس کو اختیار دے دیا جائے گا۔

دوم، اگر مہلت دی جاوے گی تو اس کی ابتداء کب سے شمار ہوگی مرافعہ اور مخاصمہ کے وقت سے یا گم ہونے کے وقت سے یا حکم حاکم کے بعد سے۔

سوم۔ کیا زوجۂ مفقود فسخ[1] نکاح میں خود مختار ہے یا قضائے قاضی شرط ہے،

---

[1] فسخ نکاح سے اس جگہ فسخ اصطلاحی مراد نہیں بلکہ محاورات اردو کے موافق فسخ کا لفظ اختیار کیا گیا اور بغرض تفہیم عوام اس رسالہ کے اکثر مواقع میں لفظ فسخ ہی کا اطلاق کیا گیا ہے

اور صورتِ فسخ کیا ہوگی۔

چہارم۔ اگر قضائے قاضی شرط ہے تو کیا قاضی پر بھی یہ بات لازم ہے کہ پہلے مفقود کی خود تفتیش و تلاش کرے جب اس کو مایوسی ہو جائے اس وقت زوجہ کو کوئی مہلت وغیرہ دے یا عورت اور اس کے اولیاء کا تلاش کر لینا کافی ہے۔

پنجم۔ جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے ہندوستان وغیرہ وہاں اس کی کیا صورت کی جائے۔

ششم۔ مفقود کا حکم "دار الحرب" اور "دار الاسلام" میں یکساں ہے یا مختلف، اگر مختلف ہے تو ہندوستان جیسے ممالک جن میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں وہ دار الاسلام سمجھے جاویں گے۔ یا دار الحرب؟

الجواب:-

(۱) زوجۂ مفقود کے لیے مالکیہ کے نزدیک مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے کی دار الاسلام میں تو یہ صورت ہے کہ عورت قاضی کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے اور شرعی گواہی سے یہ ثابت کرے کہ میرا نکاح فلاں شخص سے ہوا تھا (اگر نکاح کے موقعہ کے گواہ موجود نہ ہوں تو) اس معاملہ میں شہادت بالتسامع (یعنی سنی سنائی یا عام شہرت کی وجہ سے بھی گواہی دی جا سکتی ہے) اس کے بعد گواہوں سے اس کا مفقود و لاپتہ ہونا ثابت کرے اس کے بعد قاضی، خود بھی مفقود (بالکل لاپتہ) کی تفتیش اور تلاش کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوس ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے پھر ان چار سال کے اندر بھی مفقود کا کچھ پتہ نہ چلے تو مفقود کو۔ اس چار سال کی مدت ختم ہونے پر مردہ تصور کیا جائے گا اور پھر ان چار سال کے پورا ہونے پر عدت وفات چار ماہ دس دن گذار کر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار ہوگا۔

زوجۂ مفقود کے لیے چار سال انتظار کے بعد دوبارہ درخواست دینا

اور اب چار سال گزرنے کے بعد دوبارہ قاضی کی عدالت میں درخواست دینا اور عدتِ وفات کے لیے فیصلہ حاصل کرنا، مالکیہ کے نزدیک ضروری نہیں بلکہ قاضی کا فیصلہ صرف پہلی مرتبہ مدت دینے کے وقت ضروری ہے یعنی جس وقت قاضی نے عورت کا دعویٰ سن کر تحقیق کر کے چار سال کی مدت، انتظار کے لیے دے دی صرف اُسی وقت قاضی کا فیصلہ ضروری ہے۔ لیکن احتیاط اس میں ہے کہ جب وہ چار سال جو قاضی نے مقرر کئے تھے پورے ہو جائیں تو دوبارہ درخواست دے کر قاضی سے مفقود کی موت کا حکم حاصل کر لیا جائے تاکہ حنفی مذہب میں گنجائش کی حد تک رعایت ہو جائے لیکن جس جگہ قاضی وغیرہ کی طرف دوسری مرتبہ درخواست دینا مقدمہ پیش کرنا زیادہ دشوار ہو وہاں پر بغیر دوسری مرتبہ مقدمہ پیش کئے ہوئے عمل کر لینے میں حرج نہیں ہے۔

زوجۂ مفقود کے لیے دار الحرب و دار الاسلام میں حکم

مذکورہ بالا حکم تو دار الاسلام میں تھا اور دار الحرب میں مفقود کی بیوی کا حکم جمہور مالکیہ کے نزدیک تو وہ ہی حکم ہے جو حنفیہ کے نزدیک ہے یعنی جب تک اس کے ہم عمر لوگ زندہ ہیں اس وقت تک اس کی بیوی کے لیے اس کے نکاح سے علیحدہ ہونے اور دوسرا نکاح کرنے کی کوئی صورت نہیں لیکن اشہبؒ کے نزدیک (جو کہ حضرت امام مالکؒ کے ممتاز شاگردوں میں سے ہیں) اور فقہاء مالکیہ میں بلند درجہ رکھتے ہیں دار الحرب میں بھی زوجۂ مفقود کا وہ ہی حکم ہے جو کہ دار الاسلام میں گذر چکا۔

مدتِ انتظار کب سے شمار ہوگی

سوال نمبر ۲ کا جواب یہ ہے کہ حاکم چار سال کی مدت جو انتظار کرنے کے لیے مقرر کرے گا

وہ مدت اسی وقت سے شروع ہو گی جس وقت حاکم (یا شرعی کمیٹی) مفقود کی تحقیق و تفتیش کرکے پتہ چلنے سے ناامید ہو جائے اور قاضی کی عدالت میں پہنچنے اور اس کی تفتیش سے پہلے چاہے کتنی ہی مدت گذر چکی ہو، اس کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔

زوجۂ مفقود کیلئے قاضی سے فیصلہ کرانا لازمی ہے

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ

مفقود کی بیوی کسی صورت میں اس کے نکاح سے خارج ہونے میں خود مختار نہیں۔ بلکہ ہر حالت میں قاضی کا فیصلہ حاصل کرنا ضروری ہے۔

قاضی کے ذمہ مفقود کی تلاش

(جواب سوال چہارم) ہاں قاضی پر بھی ضروری ہے کہ صرف عورت اور اس کے اولیاء کی تفتیش اور ان کے بیان پر اکتفا نہ کرے بلکہ خود بھی تلاش کرائے۔

اور تلاش کرنے کی صورت یہ ہے کہ قاضی اور حاکم کو جہاں جہاں مفقود کے جانے کا غالب گمان ہو وہاں وہاں آدمی بھیجا جاوے، اور جس جگہ جانے کا غالب گمان نہ ہو صرف احتمال ہو وہاں اگر خط کو کافی سمجھے تو وہاں خطوط بھیج کر تحقیق کرے، اور اگر اخبار میں شائع کر دینے سے خبر ملنے کی امید ہو تو یہ بھی کر لے، الغرض تفتیش میں پوری کوشش اور جہد بلیغ کرے۔ کما لا یخفی۔

اور جب تلاش کے بعد پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے اس وقت مذکورۃ الصدر طریق پر چار سال کے مزید انتظار کا حکم کرے۔

مفقود کی تفتیش کے اخراجات کس کے ذمہ ہیں

اور تفتیش کے مصارف کی بابت فقہائے مالکیہ میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ عورت کے ذمہ ہے اور بعض نے کہا بیت المال کے ذمہ اور بعض کے نزدیک تفصیل[1] ہے کہ اگر زوجہ کے پاس مال ہو تو مصارف تفتیش اس کے

---

[1] اور یہ تفصیل سب سے زیادہ بہتر ہے۔

ذمہ ہوں گے ورنہ بیت المال کے ذمہ (اور جس جگہ بیت المال نہ ہو جیسے ہندوستان وغیرہ اگر ان مواقع میں حکومت وقت مصارف برداشت کرے تو بہتر ورنہ مسلمانوں سے چندہ کرلیا جائے)۔

مسلم حکام کے موافق شرعی فیصلہ کی حیثیت

(جواب سوال پنجم) جن بلاد میں قاضی شرعی موجود نہیں جیسے اسلامی ریاستوں کے علاوہ ہندوستان کے تمام شہروں کا حال ہے تو وہاں وہ حکام جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات کا تصفیہ کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اگر وہ مسلمان ہوں اور فیصلہ شریعت کے موافق کریں تو ان کا فیصلہ بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہوجاتا ہے جیسا کہ اسی جزو دوم کے مقدمہ میں مفصل گذر چکا ہے اور اگر مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا اس کی عدالت سے فیصلہ شریعت کے مطابق نہ ہوتا ہو تو پھر مذہب مالکیہ کے موافق دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت پنچایت کرکے حسب بیان مذکور تحقیق کرے اور تحقیق کامل کے بعد شرعی فیصلہ صادر کردے تو یہ فیصلہ بھی قضائے قاضی کے حکم میں ہوجاوے گا، لیکن پنچایت کا ان شرائط کے موافق ہونا ضروری ہے جو مقدمہ میں گذر چکی ہیں وہاں غور سے دیکھ لیا جائے۔

اگر زوجۂ مفقود ایسی جگہ چلی جاوے جہاں قاضی شرعی یا مسلمان حاکم موجود ہو اور اس کے پاس مقدمہ دائر کرے تو اس کا فیصلہ بھی زوجۂ مفقود کے لیے کافی ہے، لیکن مجنون کی بیوی یا عنین کی بیوی تنہا کسی قاضی کے علاقہ میں چلی جائے تو قاضی کا فیصلہ معتبر ہو گا۔ بلکہ یہ ضروری ہے کہ مجنون وعنین بھی اسی قاضی کے علاقہ میں ہوں۔

دارالحرب و دارالسلام میں مفقود کا حکم

سوال ۶ کا جواب یہ ہے کہ مفقود کا حکم دارالحرب اور دارالاسلام میں مختلف ہے جیسا کہ سوال اول کے جواب میں تفصیلی طور پر گذر چکا لیکن علماء مالکیہ کے فتاوی

سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان، مصر و شام وغیرہ ممالک کہ جن میں حکومت کافر و مسلط ہونے کے باوجود، اسلامی شعائر ابھی تک قائم ہیں ان سب میں مفقود کا حکم وہ ہی ہے جو دار الاسلام میں ہے بلکہ جس دار الحرب میں شعائر اسلام بھی موجود نہ ہوں مگر وہاں مسلمانوں کو صلح وغیرہ کی وجہ سے آنا، جانا اور تفتیش کرنا ممکن ہو تو اس دار الحرب میں بھی وہ ہی حکم ہے جو کہ دار الاسلام میں ہے پس اصل بنا امکان تفتیش ہے اس وجہ سے ہندوستان کے دار الحرب ہونے میں جو علماء کا اختلاف ہے اُس کا اس مسئلہ پہ کوئی اثر نہ پڑے گا اور مفقود کی بیوی کو ان ملکوں میں چار سال کی مہلت کے بعد عدتِ وفات گزار کر نکاحِ ثانی کا اختیار دے دیا جائے گا۔

مفقود کے واپس آجانے کے فقہی مسائل

سوالات: اگر مفقود، شرعی کمیٹی، مسلمان حاکم۔ شرعی قاضی کی جانب سے اس کے مرنے کے فیصلہ ہو جانے کے بعد، اُس کی بیوی کا دوسرا نکاح کر لینے کے بعد دوسرے شوہر کے ہمبستری کرنے سے پہلے آجائے یا دوسرے شوہر سے ہمبستری وغیرہ ہونے کے بعد واپس آجائے تو مفقود کو اُس کی بیوی ملے گی یا نہیں اور ان تمام صورتوں کے لیے حکم ایک ہی ہے یا مختلف؟؟

۲۔ دوسرے شوہر سے صرف نکاح ہو جانے، یا نکاح اور ہمبستری دونوں ہونے کے بعد مفقود کے واپس آنے پر اگر بیوی اس کو مل جاتی ہو تو اس کے متعلق چند تفصیلی سوالات ہیں۔

الف:۔ کیا پہلے شوہر کو دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہوگا؛ یا ویسے ہی پہلا نکاح قائم اور باقی سمجھا جائے گا۔

(ب) دوبارہ نکاح کرنے کی صورت میں نیا مہر مقرر کرنے کی بھی ضرورت ہوگی یا نہیں؟؟

(ج) اس صورت میں دوسرے خاوند کی عدت بھی واجب ہوگی یا نہیں، اور اگر واجب ہوگی تو کتنے ایام اور یہ عدت شوہر ثانی کے مکان پر گذاری جائے گی یا شوہر اول کے۔

(د) دوسرے شوہر کے ذمہ جو مہر تھا اس کا ادا کرنا واجب رہے گا یا نہیں۔

(ہ) اگر زوجِ ثانی سے اولاد ہو چکی ہو یا تفریق کے بعد زمانۂ عدت میں ہو جاوے تو اس اولاد کا نسب کس سے ثابت ہوگا پہلے خاوند سے یا دوسرے سے۔

الجواب:۔

(۱) وہ مفقود جس پر مرافعہ اور تفتیش کے بعد چار سال تک انتظار کر کے قاضی نے موت کا حکم کر دیا ہے اگر حکم بالموت کے بعد واپس آجائے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک یہ کہ شوہر ثانی کے ساتھ خلوتِ صحیحہ ہونے سے پہلے آجاوے خواہ عدتِ وفات کے اندر یا بعد، اور خواہ نکاح ثانی سے پہلے یا بعد۔

دوسری یہ کہ ایسے وقت واپس آجائے جب کہ عدتِ وفات گذارنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کر چکی اور خلوتِ صحیحہ بھی ہو چکی ہو۔

ان میں سے پہلی صورت کا حکم بالاتفاق یہ ہے کہ زوجہ شوہرِ اول ہی کے نکاح میں بدستور سابق رہے گی دوسرے خاوند کے پاس نہیں رہ سکتی۔

اور دوسری صورت میں مالکیہ کا تو مشہور مذہب[ع] یہی ہے کہ زوجہ دوسرے خاوند کے

ع ایک ضروری بات قابلِ تنبیہ یہ ہے کہ مالکیہ کے مذہب مشہور میں بھی زوجِ ثانی سے ہم بستری کے بعد شوہر اول کا حق فوت ہو جانے کی ایک شرط ہے وہ یہ کہ دوسرے خاوند کو اس بات کی خبر نہ ہو کہ اس عورت کا خاوند لاپتہ ہے اور اگر خبر ہو کہ اس کا خاوند لاپتہ ہے تو پھر شوہر ثانی کے دخول اور ہم بستری کے بعد واپس آنے پر بھی شوہر اول کا نکاح باقی رکھا جائے گا اور اسی کو مل جاوے گی۔

پاس رہے گی شوہر اوّل کا اب اس سے کوئی تعلق نہیں رہا، لیکن امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ اگر مفقود حکم بالموت کے بعد بھی واپس آجاوے تو اس کی عورت ہر حال میں اسی کو ملے گی۔ خواہ عدت وفات کے اندر آجاوے یا بعد انقضائے عدت اور خواہ نکاح ثانی اور خلوت وصحبت کے بعد آئے یا پہلے، اور حنفی کے لیے غیر حنفیہ کے مذہب پر فتویٰ دینا سخت ضرورت کے وقت جائز ہے جیسے تاجیل زوجہ مفقود وغیرہ کی صورتیں، لیکن واپسی مفقود کی صورت میں دوسرے مذہب پر عمل کرنے کی کوئی ضرورت داعی نہیں، لہٰذا صورت ثانیہ میں بھی یعنی جب کہ واپسی مفقود سے قبل شوہر ثانی خلوت صحیحہ بھی کر چکا ہو جب بھی عورت اپنے پہلے ہی شوہر کے نکاح میں رہے گی دوسرے شوہر کے پاس رہنا جائز نہیں۔ کیوں کہ دوسرے شوہر کی واپسی سے دوسرا نکاح باطل قرار دیا گیا۔ واللہ اعلم۔

مفقود الخبر کا سابقہ نکاح باقی رہے گا اس کی تفصیل

مذکورہ بالا سوال کے کے پانچ اجزاء کا

جواب بالترتیب مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ پہلا نکاح قائم رہے گا۔ دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں اگرچہ دوسرے شوہر سے ہمبستری بھی ہو چکی ہو۔

۲۔ جب دوبارہ نکاح پڑھائے جانے کی ضرورت نہیں تو اب دوبارہ مہر مقرر کی ضرورت کہاں؟

۳۔ دوسرے شوہر کی عدت گزارنا واجب ہے جب تک عدت ختم نہ ہو اُس وقت تک پہلے شوہر کو اُس عورت کے پاس جانا (ہمبستری کرنا) جائز نہیں بلکہ مکمل احتیاط لازم ہے اور عدت کے بارے میں جو تفصیل دوسرے مواقع میں ہے وہ یہاں بھی ہوگی یعنی اگر عورت حاملہ ہے تو بچہ پیدا ہونا ورنہ تین حیض، باقی یہ بات کہ عورت

عدت کس جگہ گذارے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ عورت عدت پہلے شوہر کے یہاں گذارے،

۴۔ اگر خلوتِ صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا مہر جو بوقت نکاح مقرر کیا گیا تھا ادا کرنا واجب ہوگا، اور اگر خلوت صحیحہ نہ ہوئی تو اسی صورت میں مہر کا حکم صراحۃً نظر سے نہیں گذرا، لیکن قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں مہر بالکل نہیں ملے گا،

۵۔ اس اولاد کا نسب دوسرے شوہر سے ثابت ہوگا۔

سخت ترین ضرورت میں زوجۂ مفقود کو ایک سال کی مدت انتظار

مفقود کی بیوی

کے لیے چار سال مزید انتظار کا حکم تو اسی صورت میں متفقہ طور سے ضروری ہے جب کہ عورت اس قدر زمانہ تک صبر سے اور باعصمت زندگی گذار سکے لیکن اگر یہ صورت ممکن نہ ہو یعنی عورت گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ظاہر کرے اور اس نے ایک عرصہ دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد مجبور ہو کر اس حالت میں درخواست دی ہو جب کہ صبر سے عاجز ہو گئی ہو تو اسی صورت میں اس کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق چار سال کی میعاد میں کمی کر دی جائے کیوں کہ جب عورت کے گناہ میں مبتلا ہونے کا شدید اندیشہ ہو تو ان کے نزدیک کم از کم ایک سال صبر و انتظار کے بعد تفریق جائز ہے۔

ایک سال غائب ہونے کے وقت سے لگے گا یا دعویٰ کرنے کے وقت سے؟

(قدیم نسخہ کے حاشیہ کے مضمون)

۱۔ عرصہ دراز کی تعیین حاکم کی رائے پر ہے یعنی قاضی یا شرعی کمیٹی مدیہ کے خاص حالات میں غور کر کے فیصلہ کریں کہ عورت نے معاملہ پیش کرنے سے پہلے کافی انتظار

۱۔ یہ حاشیہ میں تھا۔

کیا ہے یا نہیں، اگر معمولی انتظار کے بعد مقدمہ دائر کیا ہے جب تو گذشتہ احکام کے موافق چار سال مزید انتظار کا حکم دیا جائے اور اگر کافی انتظار کرنے کے بعد مقدمہ پیش کیا ہے تو اس گنجائش کے موافق فیصلہ کی اجازت ہے۔

ع۲ لیکن یہ بات کہ یہ سال غائب ہونے کے وقت سے شروع سمجھا جائے گا یا قاضی کے یہاں مقدمہ پیش کرنے کے وقت سے؟

تو اس کی وضاحت مذہب مالکیہ کے فتاویٰ میں نہیں ہے اور جس قدر کتب مالکیہ کی یہاں موجود ہیں ان میں بھی نہیں ملیں اور ظاہر ہے کہ اب احتیاط اسی میں ہے کہ مقدمہ پیش کرنے کے بعد سے انتظار کا سال شمار ہوگا لیکن علمائے سہارنپور دونوں صورتوں میں چار ہی سال کی مدت مزید انتظار کو شرط فرماتے ہیں اور ایسا کرنا ظاہر ہے کہ زیادہ احتیاط کی بات ہے، لیکن جہاں قرائن قویہ سے اندیشہ قوی ابتلاء بالزنا کا ہو تو ایک سال کے قول پر بھی حاکم کو حکم کر دینے کی گنجائش ہے مگر معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے بہانہ تلاش نہ کیا جائے (اشرف علی)۔ (تتمہ ھذہ الفائدۃ)

زوجہ مفقود الخبر کی تفریق کے طلاقِ رجعی ہونے کی صورت

اگر تفریق اس قاعدے کے موافق کی جائے تو اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ تفریق طلاقِ رجعی ہوگی اور اس صورت میں زوجہ مفقود کو بجائے عدت وفات کے عدتِ طلاق تین حیض گذارنے ہوں گے اور مفقود اس صورت میں بعد تفریق واپس آگیا تو اس میں یہ تفصیل ہوگی کہ اگر عدت کے اندر اندر آکر رجعت کرلے تو رجعت صحیح ہوجائے گی اور زوجہ بدستور اس کے نکاح میں رہے گی، اور اگر عدت کے بعد آیا، یا پہلے ہی آگیا مگر عدت کے اندر رجعت قولی یا فعلی نہ کی تو اب اس کی زوجہ چونکہ طلاقِ بائنہ ہو کر وہ خود مختار ہوگئی، خواہ دوبارہ اسی سے نکاح کرلے یا کسی دوسرے

ہے ۔ واللہ اعلم۔

حکم زوجۂ متعنت فی النفقہ

(متعنت یعنی سرکش شوہر کی بیوی کا حکم)

متعنت :۔ اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جو باوجود قدرت کے بیوی کے حقوق نان نفقہ وغیرہ ادا نہ کرے اس کا حکم بھی بوقتِ ضرورت شدیدہ ستم رسیدہ مستورات کی رہائی کے لیے مالکیہ کے مذہب سے لیا گیا ہے جو ذیل کے سوال وجواب پر مشتمل ہے۔

سوال ۱؎ ، جو شخص باوجود قدرت کے اپنی زوجہ کے حقوق نفقہ وغیرہ ادا نہ کرتا ہو کیا اس کی زوجیت سے نکل سکتی ہے اگر ہے تو اس کی کیا صورت ہے۔

۲؎ ، اگر قاضی ان میں تفریق کر سکتا ہو تو جب قاضی اس متعنت کی زوجہ پر طلاق واقع کر چکے جو نان نفقہ نہ دیتا ہو اس وقت یا اس کے بعد پھر کسی وقت متعنت اپنی حرکت سے باز آ جائے اور نفقہ وغیرہ حقوق ادا کرنے کا وعدہ کرے تو کیا وہ عورت پھر اس کو مل جائے گی اور اگر اس کو مل سکتی ہے تو قبل عدت اور بعد عدت میں یا قبل نکاحِ ثانی اور بعد نکاحِ ثانی میں کچھ فرق ہو گا یا نہیں ۔؟

الجواب :۔

(۱) جس عورت کا شوہر، بیوی کے حقوق سے لاپرواہ ہو اس کے شرعی حقوق نان و نفقہ ادا نہ کرتا ہو تو اس عورت کو ضروری ہے کہ وہ ایسے شوہر سے خلع حاصل کرے لیکن اگر کافی، اور حتی الامکان کوشش کے باوجود کوئی صورت نہ بن سکے تو سخت مجبوری کی حالت میں مذہب مالکیہ پر عمل کرنے کی گنجائش ہے کیوں کہ ان کے نزدیک زوجۂ متعنت (یعنی مذکورہ بالا قسم کے شوہر سے) کو تفریق کا حق مل سکتا ہے۔

نان و نفقہ کا انتظام نہ ہو سکے اور باعصمت زندگی نہ گذارنے کا حکم

سخت مجبوری کی دو صورت ہیں ایک یہ کہ عورت کے نان و نفقہ کا کوئی انتظام نہ ہو سکے یعنی نہ تو کوئی شخص، بیوی کے نان و نفقہ کا انتظام کرتا ہو اور نہ عورت، عزت و آبرو کے ساتھ گذارہ کر سکتی ہو اور دوسری صورت مجبوری کی یہ ہے کہ اگرچہ بسہولت یا دشواری کے ساتھ خرچ کا انتظام ہو سکتا ہے لیکن شوہر سے علیحدہ رہنے میں گناہ میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہو،

سرکش شخص کی بیوی کے مقدمہ کی کاروائی کا طریقہ

تفریق کی صورت یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی شرعی یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں شرعی کمیٹی کے سامنے پیش کرے اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو کہ باوجود وسعت کے خرچ نہیں دیتا تو اس کے شوہر سے کہا جائے کہ تم اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا طلاق دے دو، ورنہ ہم تفریق واقع کر دیں گے اس کے بعد بھی اگر وہ کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا جو شرعاً اس کے قائم مقام ہو اُس کی بیوی پر طلاق واقع کرے اس میں کسی مدت انتظار و مہلت کی باتفاق مالکیہ ضرورت نہیں۔

فسخ نکاح کے بعد اگر سرکش شخص اصلاح کرلے

اگر عورت کے حقوق سے لاپرواہ شخص اپنی حرکت سے اس وقت باز آئے جب کہ حاکم (شرعی) اُس کی بیوی پر طلاق واقع کر چکے اور عدت بھی گذر چکے، تو اب اس کا کوئی اختیار، بیوی پر نہیں رہتا، (کیوں کہ عدت گذرنے کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا، اگرچہ طلاق ابھی ابھی ہو جب بھی دونوں

فریق کی رضامندی سے دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ اور اگر وہ، عدت پوری ہونے سے
پہلے پہلے اپنی حرکت سے باز آجائے اور نفقہ دینے پر آمادہ ہو جائے تو اس سلسلہ میں
مذہبِ مالکیہ میں واضح روایت نہیں پر اس وجہ سے حضرات مفتیان کرام کے نزدیک
احتمال ہیں ایک یہ کہ اس تفریق کو طلاق رجعی قرار دیا جائے اور عدت کے
اندر اندر رجعت کو صحیح کہا جائے۔
دوسرا یہ کہ طلاقِ بائنہ قرار دی جائے اور رجعت کا حق شوہر کو نہ دیا جائے لیکن
علامہ صالحؒ (مذہب مالکی کے مفتی) نے پہلے احتمال کو زیادہ قریب لکھا ہے اور ہمیں بھی
علامہ صالحؒ کی رائے اُن کے فتویٰ میں غور کرنے کے بعد درست معلوم ہوتی ہے
اس وجہ سے ہمارے نزدیک فتویٰ یہی ہے کہ عدت کے اندر اندر شوہر اپنے تعنت
(یعنی لاپرواہ ہونے) سے باز آنے کی صورت میں عورت کو اسی کے پاس رہنا پڑے گا
خواہ عورت راضی ہو یا نہ ہو کیونکہ رجعت میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں، مگر احتیاطاً
تجدیدِ نکاح ہو جائے تو بہتر ہے۔

غائب غیر مفقود کی زوجہ کا حکم

یہ حکم بھی فقہ مالکی سے لیا گیا ہے تاکہ بوقتِ ضرورتِ شدیدہ مظلومہ کو نجات حاصل ہو سکے۔

سوال :-

(۱) جو شخص غائب ہو جاوے اور پتہ اس کا معلوم ہے لیکن نہ وہ خود آتا ہے نہ

۱؎ جب رجعت صحیح ہو گئی تو عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا حرام ہے اور اسی مرد کے پاس رہنا
ضروری ہے اس لیے عورت کو بھی لازم ہے کہ تجدیدِ نکاح کر لے۔ لیکن اگر عورت اپنی بیوقوفی سے
تجدیدِ نکاح نہ کرے تو مرد کو جائز ہے کہ بدون تجدید بھی رکھ لے

بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے نہ اس کے خرچ وغیرہ کا کچھ انتظام کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اس وجہ سے عورت تنگ اور پریشان ہے تو کیا اس کی عورت کے لیے کوئی سبیل ہے کہ اس غائب کی زوجیت سے اپنے آپ کو الگ کرلے اور جائز طور پہ دوسری جگہ نکاح کر سکے۔

(۲) درصورت جواز تفریق اگر تفریق سے بعد نکاح ثانی سے پیشتر یا نکاح ثانی کے بعد وہ شخص واپس آجائے اور نان نفقہ کا انتظام کرنے پر آمادہ ہو تو کیا زوجہ اس کو مل جائے گی اور اگر واپس مل جاتی ہے تو کن شرائط اور کس تفصیل کے ساتھ ملتی ہے۔

الجواب :۔

غائب غیر مفقود کی بیوی کے لیے فتویٰ

(۱) اس عورت کی رہائی کے واسطے جو صورت باتفاق ائمہ صحیح ہے وہ تو یہ ہے کہ اس خاوند کو خلع پر راضی کیا جائے اور اگر وہ سنگدل خلع پر بھی راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کرکے اپنا زمانہ عفت میں گزار سکے تو بہتر ہے ورنہ جب گذارہ اور نان نفقہ کی کوئی صورت ممکن نہ ہو تو سخت مجبوری میں یہ بھی گنجائش ہے کہ مذہب مالکیہ کے موافق صورتِ ذیل اختیار کرکے رہائی حاصل کرے۔

غائب کی بیوی کے مقدمہ کا طریقہ

وہ صورت یہ ہے کہ اولاً قاضی[1] کے پاس مقدمہ پیش کرے گواہوں سے اس غائب کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے پھر یہ ثابت کرے کہ وہ مجھ کو نفقہ دے کر نہیں گیا اور نہ وہاں سے اس نے میرے نان و نفقہ کا کوئی انتظام کیا۔ اور نہ میں نے

---

[1] اور جہاں قاضی نہ ہو وہاں کا حکم مقدمہ میں مفصل گذر چکا ہے اس کو ضرور دیکھ لیا جاوے

نفقہ معاف کیا غرض نان ونفقہ کا وجوب بھی اس کے ذمہ ثابت کرے اور یہ بھی کہ وہ اس واجب میں کوتاہی کر رہا ہے اور ان باتوں پر حلف بھی کرے اسی کے بعد اگر کوئی عزیز قریب یا اجنبی اس کے نفقہ کی کفالت کرے تو بہتر ہے ورنہ قاضی اُس شخص کے پاس حکم بھیجے کہ یا تم خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرو یا اس کو بلا لو یا وہاں سے کوئی انتظام کرو ورنہ اس کو طلاق دے دو۔ اگر تم نے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی تو پھر ہم خود تم دونوں میں تفریق کر دیں گے اس پر بھی اگر شوہر کوئی صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینہ کے مزید انتظار کا حکم دے، اس مدت میں بھی اگر اس کی شکایت دور نہ ہوئی تو عورت کو اس غائب کے نکاح سے الگ کر دے اور یہ ظاہر ہے کہ تفریق کے لیے عورت کی جانب سے مطالبہ شرط ہے پس اگر غائب کا جواب آنے کے بعد عورت مطالبہ چھوڑ دے تو پھر تفریق نہیں کی جائے گی۔

غائب کے پاس نوٹس بھیجنے کا طریقہ

تنبیہ ضروری

قاضی جو اس غائب شخص کے پاس حکم (نوٹس) بھیجے تو بذریعہ ڈاک وغیرہ بھیجنا کافی نہیں بلکہ اس کی صورت یہ ہے کہ حکم نامہ (نوٹس) مستند افراد کو سنا کر ان کے حوالہ کر دے کہ اس کو غائب شخص کے پاس لے جاؤ یہ دونوں شخص غائب کو حکم نامہ پہنچ کر اس سے جواب طلب کریں (یعنی جواب دعویٰ لیں) اور جو کچھ جواب تحریری یا زبانی وہ دے اس کو اچھی طرح محفوظ رکھیں۔ (بلکہ زبانی جواب کو بھی احتیاطاً لکھ لیں) تاکہ واپس ہو کر اس پر گواہی دے سکیں اگر وہ کچھ جواب نہ دے تو اس کی گواہی دے دیں۔ خلاصہ یہ کہ قاضی جو حکم دے ان دونوں کی گواہی فیصلہ پر کرے محض خط کو کافی نہ سمجھے۔

غائب شخص غیر ملک میں جا کر آباد ہو جائے

اگر غائب شخص کسی دور دراز ملک میں ایسی جگہ ہو کہ

جہاں پر پوری جد وجہد اور امکانی کوشش کرنے کے باوجود بھی آدمی بھیجنے کا کوئی امکان نہ ہو تو مذکورہ بالا مجبوری کے وقت اس کی بھی گنجائش ہے کہ بغیر آدمی بھیجے ہوئے حاکم یا قائم مقام حاکم، واقعہ کی باقاعدہ مذکورہ تحقیق کے بعد تفریق کا فیصلہ کر دے۔

اگر فیصلہ طلاق کے بعد، غائب، حاضر ہو جائے

اگر یہ غائب شخص طلاق کے فیصلہ کے بعد آجائے

تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ عدت کے اندر اندر واپس آجائے اور باقاعدہ نان ونفقہ دینے پر آمادہ ہو جائے تو اس صورت میں تو اس کو بیوی کو لوٹانے کا حق ہے اگر رجعت کرے گا تو صحیح ہو جائے گی اور اگر رجعت نہ کی تو عدت کے بعد نکاح ٹوٹ جائے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہو جانے کے بعد واپس آیا ہو سو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت کر دی مثلاً یہ کہ میں نے اس کو پیشگی خرچ دے دیا تھا، یا یہ کہ وہاں سے بھیجتا رہتا تھا یا یہ کہ عورت نے نفقہ معاف کر دیا تھا تب تو اس کو ہر حال میں عورت مل جائے گی یعنی خواہ وہ عورت عدت کے بعد نکاح ثانی بھی کر چکی ہو حتیٰ کہ اگر شوہر ثانی سے اولاد بھی ہو چکی ہو تب بھی شوہر اول ہی کا نکاح باقی سمجھا جاوے گا۔ اور شوہر ثانی کا نکاح اب باطل قرار دیا جاوے گا۔

اور خاوند نے عورت کے دعوے کے خلاف کوئی بات ثابت نہ کی تو عورت اس کو نہ ملے گی کیوں کہ عدت ختم ہونے کے بعد رجعت کا حق نہیں رہتا۔

اور دوسری صورت کی پہلی شق میں جو شوہر اول کو عورت ملے گی اس کو نہ تجدید نکاح کی ضرورت نہ تجدید مہر کی البتہ شوہر ثانی سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہو تو عدت واجب ہے یعنی عدت گذارنے سے پیشتر شوہر کو جماع اور اس کے دواعی کا ارتکاب جائز نہیں۔

اور شوہر ثانی کے ذمہ مہر واجب ہونے میں وہی تفصیل ہے جو مفقود کے بیان

ہیں گذر چکی یعنی اگر اس سے خلوت صحیحہ ہو چکی ہے تو پورا مہر واجب ہے ورنہ بالکل ساقط ہو جاوے گا ونیز احکام مفقود میں یہ بھی گذر چکا ہے کہ عدت شوہر اول کے مکان میں گذارے گی واللہ اعلم۔

"حیلۂ ناجزہ" کا خلاصہ ختم ہوا۔ اب "المختارات" کا خلاصہ شروع ہوتا ہے۔

آسان

خلاصہ:۔

فسخِ نکاح کے شرعی قوانین یعنی المختارات

فی مہمات التفریق والخیارات

بعد حمد و صلوٰۃ گذارش ہے کہ مسائل خمسہ مذکورہ کے علاوہ تین صورتیں اور بھی ہیں جن میں بہ کثرت فسخ نکاح کی ضرورت پیش آتی ہے اور قاضی نہ ہونے کی وجہ سے دقت کا سامنا ہوتا ہے اس لیے ان صورتوں میں بھی گنجائش ہے کہ جس جگہ قاضی نہ ہو اور نہ کوئی مسلمان حاکم حکومت کی طرف سے اختیار رکھتا ہو یا اختیار کے باوجود قانون شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو وہاں پر کم سے کم تین عادل اور معتبر لوگوں کی کمیٹی میں معاملہ پیش کر کے نکاح فسخ کرا لیا جائے، شرعی کمیٹی کی شرائط اور اس کے متعلق ضروری مسائل جو کہ حیلۂ ناجزہ کے جزء دوئم میں گذر چکے ہیں ان کو دیکھ لینا ضروری ہے وہ تین صورتیں یہ ہیں۔ ۱۔ حرمتِ مصاہرت، ۲۔ بالغ ہونے کا اختیار، ۳۔ خیار کفاءت (یعنی کفو کے علاوہ میں نکاح کر لینے کا اختیار)

اب ان کی بقدرِ ضرورت تفصیل پیش کی جاتی ہے، مکمل احکام، بوقتِ ضرورت کتبِ فقہ میں ملاحظہ فرما لیے جائیں، اور عوام، علماءِ کرام سے دریافت فرما لیں۔

حرمت مصاہرت

اگر کوئی شخص کسی عورت سے زنا کرے یا شہوت کے ساتھ اس کو صرف ہاتھ لگائے اور شہوت کے ساتھ بوسہ لے یا شرم گاہ کے اندر کے حصہ کو شہوت سے دیکھ لے تو ان تمام صورتوں میں حرمتِ مصاہرت قائم ہو جاتی ہے یعنی اُس مرد پر اس عورت کی لڑکی، اور ماں وغیرہ تمام اصول (یعنی اوپر کے تمام رشتے) اور فروع (یعنی نیچے کے تمام رشتے) نسب کے اعتبار کے رشتے اور دودھ شریک رشتے حرام ہو جاتے ہیں اسی طریقہ سے عورت کسی مرد کو شہوت سے ہاتھ لگائے یا شہوت سے اس کا بوسہ لے یا مرد کے عضو خاص پر شہوت سے نگاہ ڈالے جب بھی مصاہرت کا رشتہ قائم ہو کر وہ عورت اس مرد پر اور اس عورت کے تمام (اوپر اور نیچے کے رشتہ) اصول و فروع نسب کے رشتے اور دودھ شریک رشتے ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتے ہیں اور حرمت مصاہرت کے لیے ان افعال کا جان بوجھ کر کرنا شرط نہیں ہے بلکہ اگر کسی سے بے خبری میں بھی اس قسم کی[عا] حرکت صادر ہو جائے مثلاً بیوی سمجھ کر ساس کو شہوت کی نگاہ سے ہاتھ لگایا، جب بھی بیوی حرام ہو جاتی ہے اس وجہ سے شوہر کو بیوی کے اوپر اور نیچے مونث رشتے سے اور عورت کو مرد کے اصول و فروع یعنی مردانہ رشتوں سے سخت احتیاط ضروری ہے کہ ان کو شہوت سے ہاتھ لگانے وغیرہ میں سخت ترین گناہ ہونے کے علاوہ بڑی خرابی یہ ہے کہ میاں بیوی میں حرمتِ مصاہرت کا علاقہ ہو جاتا ہے یعنی اگر خاوند سے اپنی بیوی کے

عا۔ سابقہ نسخہ میں اسی جگہ حاشیہ تھا جس کو اگلے صفحہ پر بعنوان "عورت کو شہوت ہونے سے مصاہرت" پیش کیا گیا ہے۔

اصول یا فروع مؤنثہ میں سے کسی کے ساتھ کوئی ایسا فعل سرزد ہو جاوے یا بیوی کے اصول و فروع مؤنثہ میں سے کسی مرد کے ساتھ ایسے افعال میں سے کسی کا ارتکاب کیا ہو جو حرمتِ مصاہرت کا موجب ہے مثلاً شہوت کے ساتھ خوشدامن کو ہاتھ لگ جائے یا بیوی اپنے شوہر کے اصول و فروع مذکورۃ مثلاً خسر کے ساتھ کوئی فعل موجب حرمتِ مصاہرت کر بیٹھے یا خسر وغیرہ نے اس قسم کے فعل کا ارتکاب کیا ہو تو ان سب صورتوں میں یہ بیوی اس خاوند پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہو جاتی ہے خواہ کسی نے یہ افعال دانستہ کیے ہوں خواہ بھول چوک سے ہو گئے ہوں ہر حال میں ایک ہی حکم ہے، جیسا کہ ابھی گذر چکا۔

حرمتِ مصاہرت کے بعد طلاق ضروری ہے

اگر کوئی واقعہ ایسا ہو جائے تو عورت کو بھی لازم ہے کہ اپنے خاوند کے پاس ہرگز نہ رہے اور مرد کے ذمہ بھی واجب ہے کہ فوراً اس عورت کو الگ کر دے اور زبان سے بھی کہہ دے کہ میں نے تجھ کو چھوڑ دیا یا لفظ طلاق کہہ دے، اور اس کہنے کے بعد عدت گذرنے پر عورت کو دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے لیکن اگر خاوند بددینی اختیار کرے اور عورت کو الگ نہ کرے تو جس طرح ممکن ہو عورت کو اس کے پاس سے چلا جانا نہایت ضروری ہے کیوں کہ اس کے ساتھ میاں بیوی کا تعلق رکھنا حرام ہو چکا مگر جب تک خاوند زبان سے نہ کہہ دے کہ میں نے الگ کر دیا ہے یا قاضی تفریق نہ کر دے، اس وقت تک دوسری جگہ بھی اس عورت کا نکاح درست نہیں ہو سکتا: پس عورت اگر دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو قاضی کے پاس نالش کر کے تفریق کا حکم حاصل کرے اور جس علاقہ میں قاضی نہ ہو وہاں اگر کوئی مسلمان حاکم حکومتِ وقت کی جانب سے ایسے معاملات میں تفریق کا اختیار رکھتا ہے تو اس کے پاس مقدمہ پیش کرے ورنہ مسلک مالکیہ کے مطابق جماعت مسلمین سے رجوع کیا جاوے اور جماعتِ مسلمین کا مفصل بیان اصل رسالہ (یعنی حیلۂ ناجزہ) کے جزو دوم میں گذر چکا ہے اس سب کو غور سے

ساتھ دیکھ لینا ضروری ہے۔

صرف عورت کو شہوت ہونے سے حرمت مصاہرت

(قدیم نسخہ کے حاشیہ کا مضمون) اسی

موقعہ پر ایک مسئلہ یہ بھی پیش نظر رہے کہ لمس و تقبیل (یعنی چھونے اور بوسہ لینے کے وقت اگر مرد کو شہوت نہ تھی لیکن عورت کو شہوت ہو گئی، جب بھی یہی حکم ہے اسی طریقہ سے اگر عورت نے (کسی مرد کو) ہاتھ لگایا یا بوسہ لیا جب بھی دونوں میں سے ایک کو شہوت ہونا کافی ہے البتہ نگاہ کے حرمت کا سبب ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ جو دیکھے اسی کو شہوت ہو صرف دوسرے کی جانب سے ہونا حرمت کا سبب نہیں، نیز لمس و تقبیل (یعنی چھونے اور بوسہ لینے میں) ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس قسم کا کپڑا حائل نہ ہو۔ جو کہ بدن کی گرمی، محسوس ہونے کو روک دے پس اگر کسی شخص نے اس قسم کا کپڑا درمیان میں آنے کے باوجود کپڑے کے اوپر سے چھوا، یا بوسہ لیا تو اس قسم کی مصاہرت حرمت کی وجہ نہیں، یعنی اس سے حرمت نہ ہوگی چاہے عورت کرے یا مرد کرے)

عـ۲ اس کے علاوہ ایک شرط یہ بھی ہے کہ ان افعال کی وجہ سے انزال نہ ہوا ہو پس اگر چھونا یا بوسہ لینا، یا صرف دیکھنے سے ہی انزال ہو جائے تو حرمت ثابت نہ ہوگی،

عـ۳ اس قسم کی گندی حرکتیں ہرگز نہ کی جائیں، اور نہ ہی اس قسم کا کوئی کام کرو جس میں احتمال ہو مثلاً جس کمرہ میں بیوی لیٹتی ہو اگر وہاں پر دوسری خواتین بھی ہوں تو جب تک اس کو بیدار کر کے اور گفتگو کر کے مکمل یقین نہ ہو جائے کہ یہ بیوی ہے تو اس وقت تک ہرگز ہاتھ نہ لگائے صرف چارپائی وغیرہ مقرر ہونے کے کافی نہ سمجھے کیونکہ اس میں بعض مرتبہ غلطی ہو جاتی ہے۔

تلفیق کی وضاحت

اصل رسالہ کے دیباچہ میں یہ واضح کیا جا چکا ہے کہ جس وقت دو کام جداگانہ نہ ہوں تلفیق جائز ہے مگر ہم نے

مزید احتیاط کے لیے اصل رسالہ میں کوئی مسئلہ اس قسم کا نہیں لیا کہ جس میں تلفیق اجماع کے خلاف ہو اور تتمہ (گذشتہ صفحات میں مذکور) کے تین مسائل میں سے بھی دو مسائل میں اس کی رعایت موجود ہے لیکن صرف ایک مسئلہ یعنی حرمتِ مصاہرت میں (شرعی کمیٹی) جماعتِ مسلمین کا فیصلہ معتبر نہیں اور حضرات مالکیہ کے مشہور و مختار مذہب کی وجہ سے بعض خاص صورتوں میں شہوت سے چھونے وغیرہ سے حرمتِ مصاہرت متعلق نہیں ہوتی لیکن بعض صورتوں میں معتمد قول اور مشہور قول کے موافق اور بعض میں ایک قول پر ان کے مذہب میں بھی اس کا اعتبار کیا گیا ہے لیکن ہم ان کو ایک عمل خیال نہیں کرتے، بلکہ جماعت مسلمین (شرعی کمیٹی) کو قاضی کے حکم میں سمجھنا ایک مستقل مسئلہ ہے اور حرمتِ مصاہرت کو تفریق کا سبب قرار دینا دوسرا مستقل مسئلہ ہے جس طریقہ سے وضو ایک علیحدہ عمل ہے اور نماز علیحدہ عمل ہے اور اس کی وضاحت اصل رسالہ کے دیباچہ حاشیہ پر کر دی گئی ہے اس وجہ سے تلفیق کی یہ صورت ہمارے نزدیک جائز ہے لیکن عمل کے وقت احتیاط یہ ہے کہ عمل کرنے والا تلفیق کے جواز کے بارے میں کسی اپنے معتقد عالم سے رجوع کر کے ان کے فتوے پر عمل کرے۔

حرمتِ مصاہرت کی صورت میں فیصلہ کس طرح کیا جائے؟

طریق فیصلہ جب عورت

یہ دعویٰ کرے کہ میرے اور شوہر کے اصول و فروع (یعنی اوپر یا نیچے کے رشتوں میں سے) فلاں مرد کے درمیان یا شوہر اور میرے اُصول و فروع (یعنی میرے اوپر یا نیچے کے رشتوں میں سے فلاں عورت کے درمیان اس اس قسم کا واقعہ پیش آیا ہے جو کہ حرمت

عــه قدیم نسخہ میں یہ دونوں مضامین حاشیہ پر تھے جس کو مضمون کی شکل میں پیش کیا گیا۔

(خورشید حسن قاسمی)

مصاہرت سبب ہے لہٰذا مجھ کو میرے شوہر سے علیحدہ کیا جائے (تفریق واقع کر دی جائے) تو اس صورت میں قاضی یا اس کا قائم مقام پہلے تو شوہر سے بیان لیں اگر اس نے عورت کے بیان کی تصدیق کر دی جب تو تفریق کا فیصلہ کر دیا جائے اور اگر شوہر نے اس دعویٰ کی تصدیق نہیں کی تو عورت سے گواہ لیے جائیں اگر وہ گواہ پیش نہ ہوں یا ان میں گواہی کی شرائط موجود نہ ہوں تو شوہر سے حلف لیا جائے اگر وہ حلف کرے تو مقدمہ خارج کر دیا جائے یعنی نہ تو تفریق واقع کی جائے اور نہ یہ فیصلہ کیا جائے کہ عورت بدستور شوہر کے ساتھ رہے اور اگر قاضی نے عورت کو اس کے نکاح میں رہنے کا حکم دے دیا تو اس کا حکم مسئلہ ۲ میں آگے آرہا ہے اور اگر وہ حلف سے انکار کر دے تو تفریق واقع کر دی جائے۔

حلف، تصدیق اور گواہی سے متعلق وضاحت

اگر شوہر کے فعل پر دعویٰ ہو مثلاً یہ کہ اس نے بیوی کے اُصول و فروع میں سے فلاں عورت کو شہوت کے ساتھ پکڑا ہے جب تو شوہر سے اس بات پر حلف لیا جائے کہ اس نے ہرگز یہ حرکت نہیں کی، یا شہوت سے یہ کام نہیں کیا اور اگر دوسرے کے فعل پر دعویٰ تھا مثلاً عورت اس طریقہ سے کہے کہ مجھے خسر نے شہوت سے پکڑا ہے تو شوہر سے اس طریقہ سے حلف لیا جائے گا کہ خدا کی قسم میرا، زیادہ تر خیال یہ ہے کہ عورت اس دعویٰ میں سچی نہیں اور اس واقعہ کا ہونا یا شہوت کے ساتھ ہونا میرے دل کو نہیں لگتا،

اور اگر گواہی میں یہ تفصیل ہے کہ دہن اور رخسار پر بوسہ دینے اور شرمگاہ یا عضو مخصوص

عہ قدیم نسخہ میں اس جگہ حاشیہ تھا جس کو آئندہ صفحہ پر بعنوان " زنا کے واقعہ سے متعلق صورت کا مزید حکم " شریک اشاعت کیا گیا ہے۔

چھونے اور پستان چھونے کے دعویٰ میں تو صرف ان افعال کی شہادت دینے سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی شہوت کا انکار مسموع نہ ہو گا اور تفریق کا حکم کر دینا لازم ہو گا اور پیشانی یا سر وغیرہ پر بوسہ دینے اور باقی بدن چھونے میں اگر یہ شہادت ہو کہ یہ افعال شہوت کے ساتھ ہوئے تھے اور اس کا علم قرائن سے شاہدین کو ہو سکتا ہے تو اس گواہی سے حرمت مصاہرت ثابت ہو جائے گی، ورنہ صرف افعال پر شہادت دینا کالعدم ہے اس کی بنا پر تفریق کا حکم نہ کیا جاوے گا بلکہ خاوند سے حلف لیا جاوے کہ یہ افعال شہوت سے نہیں تھے، اگر حلف کر لے تو خیر ورنہ تفریق کا حکم کر دیں گے۔

ثبوتِ حرمتِ مصاہرت میں گواہ کی حیثیت

یہ تو ظاہر ہے کہ حرمتِ مصاہرت جن واقعات سے ثابت ہوتی ہے ان میں احد الزوجین کے ساتھ ایک اور کی بھی شرکت ہوتی ہے اور واقعہ کی صحت اور عدم صحت و نیز شہوت کے وجود عدم کا اس کو بھی علم ہوتا ہے لیکن باوجود سعی بسیار کہیں یہ جزئیہ نہیں ملا کہ مقدمہ میں اس سے بیان لیا جاوے گا یا نہیں اگر اس کا بیان ہو تو وہ کیا حیثیت رکھتا ہے لیکن قواعد میں غور و خوض کے بعد رجحان اس طرف ہوا ہے کہ وہ مدعا علیہ نہیں، اس واسطے اس کو مدعا علیہ بنا کر بیان پر مجبور نہ کیا جاوے بلکہ اس کو ایک شاہد سمجھا جائے، اور اس کی شہادت معتبر ہونے نہ ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ شخص اپنے دوسرے افعال و اقوال کے اعتبار سے عادل ہو اور اس واقعہ میں بھی کسی ایسے فعل کا اقرار نہیں ہے جو مسقط عدالت ہو مثلاً وطی بالشبہہ وغیرہ کا بیان دے، تب تو اس کی شہادت مقبول ہونے میں کوئی شبہہ نہیں، اور اگر کوئی ایسا فعل بیان کرے کہ جس سے اس کا فسق ثابت ہوتا ہو تو اس کی شہادت معتبر ہو گی یا نہیں، اس میں بعض وجوہ سے تردد ہے بوقتِ ضرورت کتبِ مذہب اور علماء سے تحقیق کر لے جاوے۔

کا کسی سے نکاح کر دے تو وہ نکاح لازم ہو جاتا ہے یعنی بلوغ کے بعد بھی لڑکے، لڑکی کو اس نکاح کے فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا خواہ نکاح کفو میں کیا ہو یا غیر کفو میں اور مہر مثل مقرر ہوا ہو یا مہر میں غبن فاحش کیا گیا ہو۔ لڑکی کے بارے میں غبن فاحش یہ ہے کہ اس کے مہر مثل سے اس قدر کمی کر دی ہو کہ جس قدر کمی عام طور سے گوارا نہیں کی جاتی اور لڑکے کے بارے میں یہ ہے کہ اس کا نکاح جس لڑکی سے ہوا ہے اس لڑکی کے مہر مثل سے اس قدر زیادہ مہر مقرر کیا کہ اس زیادتی کو عام طور سے ناگوار سمجھا جاتا ہو۔ مگر غیر کفو کے ساتھ اور غبن فاحش پر نکاح کے صحیح ہونے کے لیئے دو شرطیں[5] ہیں۔

اوّل یہ کہ۔ وہ شخص نکاح کرنے کے وقت ہوش و حواس سالم رکھتا ہو پس اگر نشہ کی حالت میں ایسا کیا تو نکاح بالکل ہی باطل ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ معروف بسوء الاختیار نہ ہو یعنی اس کے قبل کوئی واقعہ ایسا نہ ہوا ہو

---

[1] اگر کوئی اولاد عورت یا مرد مجنون ہو جائے تو اس کا سب سے مقدم ولی لڑکا ہے اور لڑکے کا کیا ہوا نکاح تمام احکام میں اس نکاح کے برابر ہے جو کہ باپ نے کیا ہو [2] یہ حکم اس وقت ہے جبکہ نکاح کرنے کے وقت باپ کو غیر کفو ہونے نہ ہونے کا علم ہوا اور اگر اس نے شوہر یا شوہر کے وکیل کے بیان کی رو سے کفو سمجھ کر نکاح کیا تھا اور بعد میں یہ ثابت ہوا کہ کفو نہیں تو اس کا حکم خیار کفاءت میں معلوم ہو گا۔

[4] اگر باپ دادا خود نکاح پڑھا دیں تب بھی یہی حکم ہے اور اگر مقدار مہر معین کر کے کسی معین شخص سے نکاح پڑھانے کے لیے کسی کو وکیل بنا دیا ہے تب بھی یہی حکم ہے لیکن اگر کسی شخص کو مہر کی مقدار اور شوہر کی تعیین کیئے بدون ہی وکیل بنا دیا کہ میری لڑکی کا کسی جگہ نکاح کر دو تو اس وکیل کو غیر کفو سے اور غبن فاحش پر نکاح کرنے کا اختیار نہیں اگر کر دیا تو باطل ہے

[5] شریعت نے خاص ترتیب کے ساتھ یکے بعد دیگرے ولایت کا حق بہت لوگوں کو دیا ہے۔ جس کی تفصیل کتب فقہ سے معلوم ہو سکتی ہے

جس کی بنا پر عموماً خیال ہو جاوے کہ یہ شخص معاملات میں لالچ وغیرہ کی وجہ سے مصلحت اور انجام بینی کو مدنظر نہیں رکھتا۔ پس اگر کوئی شخص لالچ یا ناعاقبت اندیشی کے سبب بدتدبیری میں مشہور و معروف ہو وہ اگر نابالغ بیٹے یا بیٹی کا نکاح غیر کفو سے کر دے یا مہر میں غبن فاحش کرے تو وہ نکاح بھی بالکل باطل ہے اور جو فاسق متہتک یعنی بیباک اور بے غیرت ہو وہ بھی سیئی الاختیار کے علم میں ہے اس کو خوب یاد رکھیں اکثر لوگ ناواقف ہیں اور ان دونوں شرطوں کا حاصل یہ ہے کہ جب اس نے نکاح کیا ہے اس وقت اس کی ظاہر حالت سے کم از کم خیر خواہی کی توقع ہو سکتی ہو۔

اور جب باپ نہ ہو تو دادا ولی ہوتا ہے اور دادا جو نکاح کر دے اس میں بھی وہی تفصیل ہے جو باپ کے متعلق گذر چکی یعنی مذکورہ دو شرطیں اگر پائی جاویں تب تو نکاح لازم ہو جاتا ہے ورنہ بالکل باطل ہے۔

اور دادا کے بعد بھائی چچا وغیرہ کو بترتیب حق ولایت پہنچتا ہے مگر وہ باپ دادا کے برابر نہیں بلکہ ان کا حکم جدا ہے یعنی اگر باپ دادا کے سوا کوئی دوسرا ولی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا غیر کفو میں نکاح کر دے یا مہر غبن فاحش کے ساتھ مقرر کر دے تب تو نکاح بالکل ہی نہیں ہوتا خواہ اس نے نہایت ہی خیر خواہی سے ایسا کیا ہو۔

اور اگر کفو کے ساتھ مہر مثل پر کیا ہو تو اس وقت نکاح صحیح تو ہو جاتا ہے ولیکن لازم نہیں ہوتا یعنی لڑکے لڑکی کو بالغ ہونے پر اختیار ہوتا ہے کہ اس نکاح کو باقی رکھیں یا فسخ کرا لیں جس کی شرط ابھی آتی ہے اور اختیار کو خیار بلوغ کہا جاتا ہے۔

اور خیار بلوغ میں نکاح فسخ ہونے کے لیے ہر ایک حالت میں قاضی کا فیصلہ شرط ہے قاضی کے فیصلہ کے بغیر کسی حالت میں نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ اور جس جگہ قاضی نہ ہو وہاں پر مسلمان حاکم، یا پنچائیت (یعنی شرعی کمیٹی) جس کی شرائط حیلہ ناجزہ جزدوم کے مقدمہ میں مذکور ہیں علی الترتیب فسخ کر سکتی ہے۔

بعد بلوغ، فسخ کا کب تک اختیار رہتا ہے

بالغ ہونے پر فسخ نکاح کا جو اختیار حاصل ہوتا ہے اس میں اس بات کا خیال رکھنا بھی نہایت ضروری ہے کہ وہ کب تک باقی رہتا ہے اور کس کس وجہ سے نکاح لازم ہو کر فسخ کا اختیار باطل ہو جاتا ہے لہٰذا اس کی تفصیل بیان کی جاتی ہے تاکہ عمل کے وقت اس کا خاص طور پر خیال رکھا جائے۔

بالغہ ہوتے ہی خیارِ فسخ استعمال کرنا

تفصیل یہ ہے کہ جو لڑکی بالغ ہونے پر نکاح فسخ کرانا چاہتی ہے اگر وہ باکرہ[1] (کنواری) ہو تو اس کو اختیار فسخ حاصل ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ جس وقت اس پر بالغ ہونے کی علامتیں[2] ظاہر ہوں اسی وقت فوراً کسی تاخیر کے بغیر، زبان سے یہ کہہ دے کہ میں اس نکاح پر راضی نہیں۔ چاہے اس وقت اس کے پاس کوئی موجود

---

[1] باکرہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ نہ تو اس شوہر سے ہمبستری کی نوبت آئی اور نہ اس سے پہلے کسی دوسرے شوہر سے [2] یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ پندرہ سال سے بالغ ہونے کی علامات ظاہر ہو جائیں ورنہ جس وقت پورے پندرہ سال کی عمر ہو جائے تو اس وقت کا اعتبار ہوگا مثلاً کوئی لڑکی رمضان ۱۳۹۵ھ کی ۷ تاریخ کو عین آفتاب نکلنے کے وقت پیدا ہوئی اور رمضان ۱۴۱۰ھ تک کوئی بالغ ہونے کی علامت نہ پائی گئی ہو تو ۷ رمضان ۱۴۱۰ھ کو ٹھیک طلوعِ آفتاب کے وقت اس کو شرعاً بالغ سمجھا جائے گا پس اگر اس باکرہ نے اسی وقت فوراً زبان سے نکاح فسخ کر دیا جب تو اس کا اعتبار ہوگا ورنہ اگر کچھ بھی دیر کی تاخیر کی تو خیارِ بلوغ باطل ہو گیا اور اسی طرح ثیبہ نے یا لڑکے نے وقتِ مذکور کے بعد قولاً یا فعلاً رضامندی ظاہر کر دی تو نکاح لازم ہو جائے گا اور یہ بھی یاد رکھیں کہ عمر کا حساب چاند کے سال سے کیا جائے انگریزی وغیرہ کا اعتبار نہیں۔

ہو یا نہ ہو ہر ایک حالت میں فوراً زبان سے کہنا شرط ہے البتہ اگر کھانسی یا چھینک وغیرہ کی وجہ سے فوراً بولنے کی قدرت نہ ہوئی یا کسی نے زبردستی منہ بند کر دیا ہو تو اس مجبوری کی وجہ سے جو تاخیر ہو جائے اس کی وجہ سے اختیار باطل نہیں ہوتا۔ بشرطیکہ مجبوری دور ہوتے ہی فوراً کہہ دیا ہو اور بغیر کسی مجبوری کے اگر زبان سے کہنے میں کچھ بھی تاخیر کی تو یہ اختیار باطل ہو گیا اور فسخ کرانا جائز نہ رہا۔ اگر غلط بیانی کر کے نکاح فسخ کرا لے گی تو سخت گنہگار ہوگی نیز باکرہ کو اس کی بھی ضرورت ہے کہ زبان سے کہنے پر کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنائے تاکہ قاضی وغیرہ کے پاس معاملہ پیش ہونے پر کام آئیں اور گواہ بنانے کا تفصیلی حکم آگے مذکور ہے۔

اور اگر وہ لڑکی ثیبہ[1] ہے تو پھر اس کو فوراً کہنا ضروری نہیں بلکہ جب تک رضامند نہ ہوگی اس وقت تک منظور رکھنے نہ رکھنے کا اختیار باقی رہتا ہے چاہے کتنا ہی زمانہ گذر جاوے صرف خاموش رہنے کی وجہ سے ثیبہ کا خیار بلوغ باطل نہیں ہوتا۔ البتہ اگر بعد بلوغ زبان سے کہدے گی کہ یہ نکاح منظور ہے یا کوئی کام[2] ایسا کرے گی جس سے رضامندی پائی جاوے تو اختیار باطل ہو جائے گا۔

اور لڑکے کا حکم بھی یہی ہے جو ثیبہ کا ہے یعنی بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ جب تک کہ قولاً یا فعلاً منظور نہ کرے اس وقت تک اختیار باقی رہتا ہے۔ پس اگر کسی لڑکے یا ثیبہ لڑکی نے بعد بلوغ ایک مرتبہ بھی زبان سے کہہ دیا کہ یہ نکاح منظور ہے تو اب فسخ کا مطالبہ حرام ہے خواہ اس منظوری کو بالکل تنہائی میں یا آہستہ کہنے کی وجہ سے کسی نے بھی نہ سنا ہو اسی طرح اگر بلوغ کے بعد تقبیل وغیرہ کی نوبت

---

[1] ثیبہ وہ ہے جس سے ہم بستری ہو چکی ہو خواہ اس خاوند سے یا اس سے پیشتر کسی اور خاوند سے

[2] مثلاً اس کی رضامندی سے خاوند نے بوسہ وغیرہ لے لیا یا ہمبستری کر لی

آئی ہو تب بھی خیارِ فسخ نہیں رہتا۔

اور یہ سب تفصیل جب ہے جب کہ بلوغ سے پیشتر ان کو نکاح کی اطلاع ہو چکی ہو اور اگر کسی کو بلوغ سے پیشتر نکاح کی خبر ہی نہ ہوئی ہو تو جب خبر ملے تب خیار بلوغ حاصل ہو گا اور لڑکی لڑکے کے واسطے اختیار باقی رہنے نہ رہنے کی جو تفصیل ابھی گذری ہے اس سب کا لحاظ خبر ملنے کے وقت سے کیا جائے گا۔"

بالغہ کو بوقتِ بلوغ نکاح نامنظور کرنے کیلئے گواہ بنانا ضروری ہے

باکرہ لڑکی بالغ ہونے پر جب نکاح نامنظور کرے تو اس کو نامنظوری پر گواہوں کی بھی ضرورت پڑتی ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا ہے لیکن وہ مختصر تھا اس واسطے تفصیل لکھی جاتی ہے۔

تفصیل یہ ہے کہ اشہاد یعنی گواہ بنانے کی دو صورتیں ہیں۔

اوّل یہ کہ جس وقت بالغ ہوئی ہے اس وقت اگر اس کے پاس گواہ موجود ہیں تب تو اس وقت اس کو کہہ دینا چاہیئے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور اس نکاح کو فسخ کرانا چاہتی ہوں۔

دوسری صورت یہ کہ اس وقت گواہ پاس نہ ہوں اس صورت میں زبان سے فوراً نامنظور کر کے گواہوں کو بلا لیا جاوے یا خود ان کے پاس چلی جاوے اور گواہ چاہے جلدی مل جاویں یا دیر میں بہر حال ہر ایک صورت میں ان کے سامنے یہ ہی کہنا چاہیئے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں اور نکاح فسخ کرانا چاہتی ہوں ہرگز اس طریقہ سے نہ کہے کہ کچھ دیر یہ قبل بالغ ہو چکی ہوں یہاں تک کہ اگر گواہ واضح طور پر بھی دریافت کریں کہ تم کب بالغ

سلہ فعلاً منظور کرنے سے مراد وطی یا اس کے دواعی وغیرہ ہیں ۱۲ منہ

ہوئی ہو، تو جب بھی تفصیلی واقعہ بیان نہ کرے بلکہ یہی جواب دے کہ میں اب بالغ ہوئی ہوں یا صرف اتنا کہہ دے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح (فسخ کر دیا) توڑ دیا۔

کیونکہ اگر گواہان سے تفصیلی واقعہ بیان کرے گی تو ان کو گول مول (غیر واضح) الفاظ میں گواہی دینا جائز نہیں ہوگا اور اگر تفصیلی گواہی دی گئی تو یہ گواہی اُس کے حق میں مفید نہیں ہوگی اور مجمل (غیر واضح) الفاظ میں سن کر گواہی دینا جائز ہے ان کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ تفصیلی طور سے دریافت کریں اور نہ ان کو اس کا حق ہے۔

پھر قاضی کے یہاں درخواست دینے کی تین صورتیں ہیں

قاضی کے یہاں کس طریقہ سے دعویٰ دائر کرے

۱ اگر حسب ضابطۂ شرع گواہان کی گواہی ہو چکی ہو تو اس صورت میں تو قاضی یا اُس کے قائم مقام کی عدالت میں اس طریقہ سے درخواست پیش کرے کہ میں فلاں دن بالغ ہونے پر نکاح نامنظور کر چکی ہوں اور نامنظوری کے فلاں فلاں گواہ ہیں ہیں اس وجہ سے میرا نکاح فسخ کر دیا جائے اور اس درخواست پر گواہی کے بعد تفریق ہو جائے گی۔

۲ اگر کسی کو معتبر گواہ نہ مل سکیں یا گواہان سے اس قسم کی تفصیل ظاہر کر دی کہ جس سے ان کو مفید گواہی دینا جائز نہ رہا تو پھر یہ صورت ہے کہ جہاں تک ہو سکے جلدی درخواست دے اور درخواست میں یہ ظاہر نہ کیا جائے کہ کب بالغ ہوئی ہے بلکہ صرف اسی قدر کہے کہ میں نے بالغ ہوتے ہی نکاح فسخ کر دیا ہے لہذا فسخ کا حکم دے دیا جائے۔ اگر قاضی دریافت بھی کرے کہ کب بالغ ہوئی ہے جب بھی نہ بتلائے۔ اگر بتلا دیا تو پھر تفریق نہیں ہو سکے گی اور اس قسم کی درخواست پر صرف حلف لے کر نکاح فسخ کر دیا جائے گا۔

۲ درخواست دینے کی ایک صورت یہ ہے کہ صاف صاف اس طریقہ سے کہہ دے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں اور یہ نکاح مجھے منظور نہیں ہے اس وجہ سے نکاح فسخ کرانا چاہتی ہوں تو اس صورت میں نہ تو کسی گواہ کی ضرورت ہے اور نہ حلف لینے کی بلکہ گواہی کے بغیر اور حلف کے بغیر قاضی اس درخواست کو قبول کر کے نکاح فسخ کر دے۔

خیار فسخ کی مہلت

واضح رہے کہ مذکورہ بالا تینوں صورتوں میں سے پہلی صورت، یعنی جب گواہ کی گواہی ہو چکی ہو تو اس سے ایک مہینہ تک درخواست کی مہلت ہے اگر ایک ماہ گذر گیا تو خیار فسخ ختم ہو گیا اور دوسری صورت میں جہاں تک ہو سکے جلدی کرنا لازم ہے۔

لیکن اس عمل کی کوئی حد، کتب فقہ میں تلاش کے باوجود نہیں ملی، البتہ "خلاصۃ الفتاوی" کی ایک روایت سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ اگر چند دنوں تک مقدمہ پیش نہ ہوا تو خیار (فسخ) ساقط (ختم) ہو جائے گا اور صورت ۲ کا حکم بھی قواعد سے وہی معلوم ہوتا ہے جو کہ دوسری صورت کا ہے،

واضح رہے کہ یہ مضمون قواعد سے لیا گیا ہے اس وجہ سے عمل کے وقت احتیاطاً کسی محقق عالم سے بھی دریافت فرما لیا جائے۔

خیارِ فسخ باطل ہونے کی صورت

اگر کسی عورت نے واقعۃً بالغ ہوتے ہی فوراً زبان سے کہہ دیا ہے کہ میں اس نکاح کو فسخ کرتی ہوں جب تو اس کو جائز ہے کہ گواہوں سے یا قاضی سے اصل واقعہ پوشیدہ رکھ کر یہ کہہ دے کہ میں ابھی بالغ ہوئی ہوں اگر بلوغ کے بعد اس بات کے کہنے میں کچھ تاخیر کر دی تو فسخ نکاح کا اختیار باطل ہو گیا اب اس کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ گواہی اور درخواست کے قبول ہونے کا حیلہ کرے اگر حیلہ کرے گی تو سخت گنہگار ہوگی۔

خیار کفاءت

غیر کفو میں نکاح ہونے کی کئی صورتیں ہیں بعض میں نکاح باطل ہے اور بعض میں صحیح اور لازم ہو جاتا ہے یعنی فسخ کا اختیار بھی نہیں رہتا اور بعض میں صحیح تو ہو جاتا ہے مگر لازم نہیں ہوتا بلکہ فسخ کا اختیار رہتا ہے۔ یہاں اصل مقصود تو انہی صورتوں کا بیان کرنا ہے جن میں خیار فسخ ہو کیوں کہ قضائے قاضی کی ضرورت صرف انہی میں پڑتی ہے مگر ہم تتمیم فائدہ کے لیے سب صورتیں درج کرتے ہیں اور ہر ایک کا جداگانہ حکم لکھتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

غیر کفو میں نکاح بلا اجازت ولی

پہلی صورت یہ کہ بالغ عورت بغیر اذن ولی عصبہ کے غیر کفو میں نکاح کر لے اس صورت میں فتویٰ اس پر ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوتا بلکہ بالکل باطل ہے حتیٰ کہ اگر نکاح کے بعد ولی[2] عصبہ جائز بھی رکھے تب بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ نکاح سے قبل اجازت کا ہونا شرط ہے لہذا عورت کو لازم ہے کہ ایسا ہرگز نہ کرے اگر کرے گی تو نکاح کالعدم ہونے کی وجہ سے ہمیشہ معصیت میں مبتلا رہے گی۔

عورت کو غیر کفو ہونے کا علم نہ ہو

اسی سے اس صورت کا بھی حکم معلوم ہو گیا جس میں عورت کو شوہر کے غیر کفو ہونے کا علم نہ ہو اور کفو ہونے کی شرط کر کے یا بلا شرط نکاح کیا ہو اور بعد میں معلوم ہو جائے کہ

---

[1] رہا یہ کہ اگر قاضی نے اس کی دروغ بیانی پر دھوکہ کھا کر نکاح فسخ کر دیا تو کیا حکم ہوگا اس کی تحقیق اصل رسالہ میں خیار بلوغ کے ختم پر موجود ہے علماء کے ذریعہ سے معلوم ہو سکتی ہے

[2] اور اگر عصبہ نہ ہونے کی حالت میں کسی اور کو ولایت نکاح پہنچتی ہو تو بالغہ کو نکاح بغیر الکفو میں اس کے اذن کی حاجت نہیں

وہ شخص کفو نہیں ہے تو عورت پر واجب ہے کہ معلوم ہوتے ہی اس سے الگ ہو جائے کیوں کہ قول مفتیٰ بہ کے موافق غیر کفو سے بدون اذن ولی نکاح درست نہیں ہوتا تو جس وقت اس کا غیر کفو ہونا ظاہر ہو گیا اسی وقت ثابت ہو گیا کہ نکاح اوّل ہی سے باطل تھا۔

غیر کفو میں باپ دادا کے علاوہ کا نکاح کرنا

دوسری صورت یہ کہ باپ دادا کے سوا کسی دوسرے ولی نے نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کر دیا ہو یا باپ دادا نے کیا مگر وہ معروف بسوء الاختیار[1] یا فاسق متہتک ہو یا نشہ کی حالت میں نکاح کیا ہو اس صورت میں بھی نکاح بالکل باطل ہے۔

باپ، دادا کا غیر کفو میں کیا ہوا نکاح

تیسری صورت یہ کہ باپ، دادا نے ہوش و حواس میں نابالغ کا نکاح غیر کفو میں کیا ہے اور وہ باپ، دادا فاسق متہتک نہ ہو، اور معروف بسوء الاختیار نہیں ہے اور یہ حکم عام ہے چاہے باپ دادا کو نکاح کے وقت کفو نہ ہونے کا علم تھا یا نہیں ہر ایک دونوں صورتوں میں نکاح صحیح اور لازم ہو جاتا ہے البتہ اگر دوسری صورت یعنی لاعلم ہونے کی صورت میں کفاءت کی شرط پر نکاح کیا ہو تو اس کا حکم علیحدہ ہے جو کہ صورت ۵ میں آگے آرہا ہے۔

بالغہ کا ولی کی اجازت سے لاعلمی میں غیر کفو میں نکاح

چوتھی صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت سے کفو نہ ہونے کا علم ہوتے ہوئے غیر کفو میں ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ نکاح صحیح اور لازم ہو جاتا ہے اور کسی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں رہتا یہ حکم

---

[1] معروف بسوء الاختیار اور فاسق متہتک کے معنیٰ خیار بلوغ کے بیان میں مفصل گذر چکے ہیں وہاں دیکھ لیے جاویں

تمام اولیاء کے لیے عام ہے چاہے باپ، دادا ہوں یا ان کے علاوہ کوئی دوسرا ولی ہو۔ لیکن فرق صرف یہ ہے کہ اگر لڑکی باکرہ ہے اور باپ دادا کی ولایت سے نکاح ہوا ہے تو اجازت کے لیے صرف لڑکی کا خاموش رہنا کافی ہوگا اور لڑکی ثیبہ (ہمبستری شدہ) ہے یا باپ دادا کے علاوہ کسی دوسرے ولی کی ولایت میں نکاح ہوا ہے تو اجازت کی ضرورت ہے محض خاموش رہنا کافی نہیں۔

بوقتِ نکاح کفاءت

پانچویں صورت یہ ہے کہ بالغہ عورت کا نکاح ولی کی اجازت سے کسی ایسے شخص سے ہوا کہ جس کی کفاءت کا حال معلوم نہیں تھا لیکن نکاح کے وقت کفاءت کی شرط کر لی تھی یا واضح طور پر شرط تو نہیں کی تھی لیکن شوہر کی طرف سے کفو ہونا ظاہر کیا گیا تھا اور اس پہ اعتماد کر کے نکاح کر دیا ہو پھر خلاف ظاہر ہوا ہو اور ثابت ہوا ہو کہ کفو نہیں ہے اس صورت کا حکم یہ ہے کہ عورت کو بھی خیار فسخ حاصل ہوگا اور اس کے ولی کو بھی، لیکن اگر یہ عورت ابھی تک باکرہ ہو تو اس کا خیار، خاموش رہنے سے باطل ہو جائے گا۔ یعنی اگر معلوم ہونے کے بعد فوراً کہہ دیا کہ مجھ کو اس شخص سے نکاح باقی رکھنا منظور نہیں، جب تو اختیار باقی رہے گا اور بذریعہ حاکم مسلم، نکاح فسخ کرا سکے گی۔ ورنہ اگر نامنظوری ظاہر کرنے میں کچھ بھی تاخیر کر دی تو خیارِ فسخ باقی نہیں رہے گا۔

ثیبہ کی وضاحت اجازت ضروری ہے

یہ حکم اس وقت ہے جب کہ لڑکی باکرہ ہو اور اگر لڑکی ثیبہ ہو چکی ہے

عہ مثلاً شوہر لمس و تقبیل کرے (یعنی بوسہ لے یا چھوئے) یا مہر اور نفقہ ادا کر دے اور بیوی اس کو چھوئے یا بوسہ وغیرہ پر قدرت دے یا مہر وغیرہ قبول کرے تو یہ دلالۃً رضا مندی ہے اور مہر کا قبول کرنا اس وقت دلیل رضا ہے جبکہ بالغ ہونے سے پہلے خلوت صحیحہ نہ ہو چکی ہو۔

تو اس کے خاموش رہنے سے اختیار باطل نہیں ہوتا جب تک صراحۃً یا دلالۃً رضامندی نہ پائی جائے اُس وقت تک اختیار باقی رہے گا اور یہی حکم ولی کا اس کا خیار فسخ بھی محض خاموشی سے باطل نہیں ہوتا بلکہ صراحۃً یا دلالۃً رضا کی ضرورت ہے۔ اور دلالۃً رضا کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ولی مہر وغیرہ پر قبضہ کرلے۔

چھٹی صورت یہ ہے کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اس کے باپ[علہ] یا دادا نے ایسے شخص سے کیا جس کو اس کے بیان کی بنا پر کفو سمجھا گیا تھا یا کفو ہونے کی شرط کرلی گئی تھی یا بعد میں معلوم ہوا کہ غیر کفو ہے اس صورت[علہ] میں یہ تفصیل ہے کہ بالغ ہونے سے پیشتر تو صرف باپ دادا کو اختیار ہے اگر اس نے فسخ نکاح کرادیا فسخ ہوجاوے گا اور اگر حقیقت ظاہر ہونے کے بعد بھی نکاح کو منظور رکھا تو لازم ہوجائے گا اور اگر باپ دادا نے سکوت کیا تو صرف اس کے سکوت سے اختیار باطل نہ ہوگا بلکہ باپ دادا کو بھی اختیار رہے گا اور بالغ ہونے پر لڑکے لڑکی کو بھی اختیار حاصل ہوجائے گا اس لیے بالغ ہونے کے بعد نکاح لازم ہونے کے واسطے دونوں کی رضامندی شرط ہے باپ دادا کی بھی اور لڑکے یا لڑکی کی بھی پس بلوغ کے بعد لڑکے یا لڑکی اور باپ یا دادا میں سے ایک بھی چاہے تو نکاح فسخ ہوسکتا ہے اگرچہ دوسرا بقائے نکاح پر رضامند ہوجاوے۔

علہ اسی طرح مجنون و مجنونہ کا بیٹا ان احکام میں باپ کے برابر ہے جیسا کہ پیشتر گذر چکا

علہ اگر کفاءت کی شرط نہ کی تھی اور نہ زوج نے اپنا کفو ہونا بیان کیا تھا بلکہ باپ دادا نے محض اپنے گمان سے کفو سمجھ کر نکاح کردیا تھا پھر ظاہر ہوا کہ کفو نہیں تو اس صورت میں خیار کفاءت ہونے میں باوجود تتبع اور مراجعت علماء کو کوئی امر منقح نہ ہوسکا اور نہیں قواعد سے رجحان اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں خیار فسخ نہ دیا جائے مگر عمل کے وقت اہل علم ان جزئیات کو دیکھ کر جن کا حوالہ اصل تتمہ کے حاشیہ پر درج ہے کسی جانب کو خود ترجیح دیں ہماری ترجیح پر نہ رہیں

واللہ اعلم اتم و احکم۔

بحمدہ تعالیٰ تتمہ کا خلاصہ ختم ہوا اب ضمیمہ کا خلاصہ آتا ہے۔

خلاصہ :۔

غیر مسلموں سے نکاح کے احکام یعنی حکم الازدواج

مع

اختلاف دین الازواج

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مذہب زوجین کے اختلاف کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ یہ اختلاف نکاح سے پہلے ہی موجود ہو دوسرے یہ کہ بعد نکاح پیدا ہو جائے۔

پہلی صورت میں مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر سے کسی حالت میں جائز نہیں چاہے کفر کی کوئی قسم ہو اسی طریقہ سے مسلمان مرد کا نکاح بھی کسی کافر عورت سے جائز نہیں۔ البتہ اگر عورت کتابیہ یعنی۔ یہودیہ یا نصرانیہ وغیرہ ہو تو اس سے مسلمان مرد کا نکاح دو شرائط کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

اوّل یہ کہ وہ اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور حقیقت میں (لا مذہب) دہریہ نہ ہو بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم از کم مانتی ہو اگرچہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔

دوسرے یہ کہ وہ اصل سے ہی یہودیہ یا نصرانیہ ہو، اسلام سے مرتد ہو کر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو۔

جس وقت یہ دونوں شرائط کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اس سے نکاح صحیح و منعقد ہو جاتا ہے۔ لیکن بلا ضرورتِ شدیدہ اس سے بھی نکاح کرنا مکروہ ہے اور

بہت سی خرابیوں پر مشتمل ہے اس لیے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں کے نکاح سے منع فرمایا تھا اور جب عہد فاروقی میں کہ زمانہ خیر تھا ایسے مفاسد موجود تھے تو آج جس قدر مفاسد ہوں کم ہیں خصوصاً موجودہ اقوام یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج کو بالکل ہی اپنے دین اور دنیا کو تباہ کر دینے والے ہیں جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے۔

دوسری صورت یعنی نکاح

بعد نکاح شوہر بیوی میں سے کسی کے کافر ہونے کی چار صورتیں

کے بعد زوجین کا یا ان میں سے کسی ایک کا مذہب بدل جائے اس کے چار احتمال ہیں۔ (یعنی چار صورتیں ہیں)

پہلا احتمال یہ ہے کہ دونوں کافر تھے پھر ایک ساتھ دونوں مسلمان ہو گئے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ دونوں مسلمان تھے پھر معاذ اللہ دونوں ایک ساتھ مرتد ہو گئے۔

ان دونوں احتمالات میں نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ نکاح بعینہٖ قائم رہتا ہے۔

تیسرا احتمال (یعنی تیسری صورت) یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے اور دوسرا بدستور کفر پہ باقی رہے اس کے دو[2] اجزاء ہیں ایک یہ کہ مرد مسلمان ہو جائے اور عورت کفر پر رہے تو اس صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر عورت کتابیہ ہے تو نکاح پر کوئی اثر نہ پڑے گا نکاح بحالہٖ قائم رہے گا۔ اگرچہ وہ اہل کتاب کا ایک مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کرے، مثلاً یہودیہ سے نصرانیہ (عیسائی) ہو جائے یا اس کا عکس (یعنی عیسائی سے یہودی بن جائے) اسی طرح سے اگر ایسا ہو کہ جس وقت مرد مسلمان ہو اسے اسی وقت مجوسیہ بیوی نے اہل کتاب کا مذہب قبول کر لیا اس صورت میں بھی نکاح پر

---

[1] اگرچہ ان دونوں احتمالات میں اختلاف مذہب صادق نہیں آتا لیکن اس کو بھی بیان کر دیا گیا۔

کوئی اثر نہ پڑے گا۔

البتہ اگر اس کا عکس ہوا یعنی اسلام زوج کے بعد مجوسیت اختیار کر لی تو نکاح ٹوٹ جائے گا۔

اور اگر عورت غیر کتابیہ مثلاً ہندو یا مجوسیہ وغیرہ ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ یہ واقعہ دارالاسلام میں ہوا ہے تو قاضی اس کی عورت پر اسلام پیش کرے وہ بھی اسلام قبول کرلے تو نکاح بحالہٖ قائم رہے گا اور اگر وہ اسلام لانے سے انکار کر دے یا سکوت کرے تو تو نکاح فوراً فسخ کر دیا جائے اور اگر واقعہ "دارالحرب" میں ہوا ہے تو وہاں عورت پر تین حیض گذر جانا ہی اسلام سے انکار کر دینے کے قائم مقام ہو جاتا ہے یعنی اگر عورت مسلمان نہ ہو اور تین حیض اسی حالت پہ گذر جائیں تو نکاح خود بخود فسخ ہو جائے گا۔

دوسرا جز یہ ہے کہ عورت مسلمان ہو جائے اور خاوند کفر پر باقی رہے تو خواہ یہ کافر کتابی ہو یا غیر کتابی ہر حال میں اس کا حکم یہ ہے کہ اگر واقعہ دارالاسلام کا ہے تو قاضی اس کے خاوند پر اسلام پیش کرے اگر وہ مسلمان ہو جائے تو نکاح بحالہٖ قائم رہے گا اور اگر اسلام قبول نہ کرے یا سکوت کرے تو قاضی ان دونوں میں فوراً تفریق کر دے اور اگر واقعہ دارالحرب کا ہے تو عورت کو تین حیض گذر جانا ہی انکارِ اسلام کے قائم مقام ہو جاوے گا اور بعد تین حیض گذر جانے کے عورت بائنہ ہو جائے گی۔

ؔ بشرطیکہ وہ اصل سے کتابیہ ہو مگر اسلام سے منحرف ہو کر کتابیہ ہو گئی تھی تو پھر اسلام لائے اس عورت سے بھی نکاح نہیں ہو سکتا۔

عدّت کا حُکم

(بصورتِ اسلام احد الزوجین)

اگر زوجہ اور شوہر دونوں دارالاسلام میں ہوں اور عرضِ اسلام کے بعد تفریق کی گئی ہے تب تو بالاتفاق عدت واجب ہے اور اگر دونوں میں سے ایک یا دونوں دارالحرب میں ہیں اور اس لیے عرض اسلام نہ ہو سکا بلکہ تین حیض گذر جانے کی وجہ سے بائنہ ہوئی ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر شوہر مسلمان ہوا ہے تو بالاتفاق عدّت واجب[1] نہیں اور اگر عورت مسلمان ہوئی ہے تو صاحبین کے نزدیک اس پران تین حیض کے علاوہ دوسرے تین حیض تک عدت گذارنا واجب ہے اور امام صاحبؒ کے نزدیک عدت واجب[2] نہیں اور احتیاط اسی میں ہے کہ صاحبین کے قول پر عمل کیا جائے حضرت امام طحاویؒ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے ۔

مرتد ہونے کی چوتھی صورت چوتھی صورت یہ ہے کہ شوہر و بیوی میں سے کوئی معاذاللہ مرتد ہو جائے اس کی دو صورت ہیں ۔

---

[1] یعنی میاں بیوی دونوں دارالاسلام میں ہوں اور اگر ایک دارالاسلام میں ہو اور دوسرا دارالحرب میں تو تفریق قاضی نہیں ہو سکتی بلکہ تین حیض گذرنے پر بینونت ہو جائے گی یعنی خود بخود نکاح جاتا رہے گا

[2] یعنی اس کو اسلام کے بعد اس زوجہ کی ہمشیرہ وغیرہ سے فوراً نکاح کر لینا جائز ہے اگر عدت واجب ہوتی تو انقضائی عدت سے قبل ہمشیرہ وغیرہ سے نکاح جائز نہ ہوتا

[3] البتہ اگر یہ عورت حاملہ ہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک بھی وضعِ حمل سے قبل اس سے نکاح جائز نہیں

(۱) شوہر کا مرتد ہو جانا

(۲) دوسرے بیوی کا مرتد ہو جانا

دونوں کے احکام علیحدہ علیحدہ ہیں اور اس چوتھی (صورت) احتمال کے احکام پر اکابر علماء کے تصدیقی دستخط بھی موجود ہیں۔

اختلاف مذہب کے حکم سے متعلق ایک ہدایت

شوہر و بیوی کے اختلاف مذہب کی پہلی صورت اور دوسری صورت کے ان چار احتمالات (صورتوں) میں سے اول کے تین احتمالات کے احکام میں تو کوئی اختلاف نہ تھا اس وجہ سے ان کا مسودہ تمام حضرات کے سامنے پیش نہیں کیا گیا بلکہ صرف حضرت حکیم الامت اور چند حضرات کے ملاحظہ پر اکتفا کیا گیا۔

اور (چوتھی صورتوں) کے حکم میں کچھ اختلاف تھا اس وجہ سے صرف اس صورت کے احکام کو پیش کر کے تمام حضرات کے دستخط حاصل کیے گئے ہیں۔

شوہر کے مرتد ہو جانے کی صورت کا حکم

اگر کسی عورت کا شوہر معاذ اللہ اسلام سے منحرف ہو جائے اور مرتد ہو جائے تو ائمہ اربعہ کے اجماع اور باتفاق جمہور فقہاء خود بخود اُس کا نکاح فسخ ہو جاتا ہے قاضی کا فیصلہ اور حاکم کے حکم کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور یہ شوہر کا مرتد ہونا خلوتِ صحیحہ سے پہلے ہوا ہے تو آدھا مہر شوہر کے ذمہ ہے اور عورت پر عدت واجب نہیں، اور اگر خلوتِ صحیحہ کے بعد ارتداد ہوا ہے تو پورا مہر لازم ہے اور عورت پر عدت بھی واجب ہے نیز اس مرتد پر عدت کا نفقہ بھی لازم ہے۔

زوجہ کے مرتد ہو جانے کا شرعی حکم

بعض لوگوں نے مسائل نہ جاننے کی وجہ سے مطلقاً یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر کوئی عورت مرتد ہو جائے (نعوذ باللہ) جب بھی نکاح فسخ ہو جائے گا اور اسی وجہ سے ناواقفیت کی وجہ سے تمام روایات فقہیہ کے خلاف یہ تفریع کر بیٹھے (یعنی یہ مسئلہ نکالنے لگے کہ) اس نالائق کو تجدید اسلام کے بعد دوسرے شوہر سے رہائی حاصل کرنے کا آسان علاج سمجھ لیا اور مرتد ہونے کی بلاءِ عظیم میں مبتلا ہو کر اپنے تمام عمر کے نیک اعمال برباد کر دیئے حالانکہ شرعاً بھی اُن کا مقصد حاصل نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ اس صورت میں دوسرے شخص سے نکاح کی ہرگز اجازت نہیں بلکہ یہ لازمی ہے کہ دوبارہ اسلام لائے اور دوبارہ نکاح کر کے پہلے ہی شوہر کے ساتھ رہے چنانچہ مندرجہ ذیل تفصیل سے معلوم ہوگا۔

وہ تفصیل یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں مذہب حنفیہ میں تین قول ہیں۔

ایک ظاہر الروایۃ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح تو فوراً فسخ ہو جائے گا لیکن پھر اس کو حبس وقید کر کے تجدید اسلام پر بھی اور اس پر بھی مجبور کیا جاتے گا کہ وہ اپنے پہلے ہی خاوند سے تجدید نکاح کرے جیسا کہ قاضی خاں اور عالمگیری اور درمختار و شامی میں اس کی تصریح ہے کہ ظاہر الروایۃ جس میں فسخ نکاح کا حکم دیا گیا ہے اس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ عورت تجدید نکاح کرے جیسا کہ قاضی خاں اور عالمگیری اور درمختار و شامی میں اس کی تصریح ہے کہ ظاہر الروایہ جس میں فسخ نکاح کا حکم دیا گیا ہے اس کے ساتھ یہ بھی مذکور ہے کہ عورت کو تجدید اسلام اور شوہر اوّل سے تجدید نکاح پر بزور

حکومت مجبور کیا جائے گا خواہ اس کے مرتد ہونے کی غرض خاوند اول سے علیحدہ ہونا ہی ہو یا حقیقۃً یا اس کے عقائد بدل گئے ہوں دونوں صورتوں میں اس کو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائے (کما صرح بہ الشامی)

دوسرا قول : مشائخ بلخ وسمرقند اور بعض مشائخ بخارا اسمٰعیل زاہد ابوالنصر دبوسی اور ابوالقاسم سفار وغیرہم کا فتویٰ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے کی صورت میں نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور یہ عورت شوہر سابق کے نکاح میں رہتی ہے

تیسرا قول وہ نوادر کی روایت ہے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے کہ یہ عورت (دار الاسلام میں بھی)[1] کنیز بنا کر رکھی جائے گی اور اس کے خاوند کا قبضہ اس پر بدستور سابق باقی رہے گا۔

حاصل یہ ہے کہ اگر عورت مرتد ہو جائے تو اس کے نکاح کے بارے میں ابوحنیفیہ کے تین قول ہوئے۔

ایک یہ کہ نکاح فسخ ہو جاتا ہے لیکن بعد تجدید اسلام اس کو تجدید نکاح پر مجبور کیا جائے گا اور کسی دوسری جگہ نکاح کرنے کا اختیار نہ دیا جائے گا۔ (وھو ظاھر الروایۃ)

دوسرا یہ کہ نکاح فسخ ہی نہ ہو گا بلکہ وہ دونوں بدستور زن و شوہر ہی رہیں[2] گے

---

[1] تفصیل اس مسئلہ کی یہ ہے کہ اگر عورت مرتد ہو کر دار الحرب میں چلی جائے یا دار الحرب میں ہی مرتد ہو تو اس کو کنیز بنانے پر ظاہر الروایۃ بھی متفق ہے نوادر اور ظاہر الروایۃ کا اختلاف صرف اس میں ہے کہ دار الاسلام میں رہتے ہوئے بھی کنیز بن سکتی ہے یا نہیں

[2] لیکن اس روایت پر فتویٰ دینے کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تجدید اسلام اور تجدید نکاح سے قبل شوہر کو استمتاع یعنی صحبت وغیرہ کی اجازت نہ دی جائے جیسا کہ متن میں بھی تحت عنوان بعض مسائل ضروریہ عنقریب آتا ہے

تیسرا یہ کہ عورت کو کنیز بنا کر رکھا جائے گا۔

ان تینوں اقوال میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے لیکن اتنی بات پر تینوں متفق ہیں کہ عورت کو کسی طرح یہ حق نہ دیا جائے گا کہ وہ اپنے پہلے خاوند کے نکاح سے علیحدہ ہو کر دوسری جگہ نکاح کرلے۔ اس لیے یہ بات متفق علیہ ہوگئی کہ عورت کو دوسری جگہ نکاح کا ہرگز اختیار نہ ہوگا۔ اب ہندوستان میں موجودہ حالات میں اس متفقہ حکم پر عمل کرنا پہلی روایات کو اختیار کرتے ہوئے غیر ممکن ہے کیونکہ فسخ نکاح کا حکم دینے کے بعد پھر دوبارہ نکاح کرنے پر مجبور کرنے والی کوئی طاقت مسلمانوں کے پاس موجود نہیں ہے اور جس جگہ موجود ہوتی ہے وہاں پر بھی مشکلات اور دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے اس وجہ سے پہلے قول یعنی ظاہر الروایت پر عمل کرنا ہندوستان میں موجودہ حالت میں غیر ممکن ہوگیا کیونکہ اس کے ایک جز پر عمل کرنا اگرچہ اختیار میں ہے لیکن دوسرا جز یعنی دوبارہ اسلام لانا اور دوبارہ نکاح پر مجبور کرنا قطعی طور پر اختیار میں نہیں ہے۔

نوادر کی روایت پر عمل

اور نوادر کی روایت پر عمل کرنا تو ظاہر روایت سے بھی مشکل بلکہ بحالت موجودہ غیر ممکن ہے اس وجہ سے اس کے مشائخ بلخ و سمرقند کے قول کو اختیار کیا اور اس پر فتوی دیا جائے کوئی چارہ نہ رہا اور صاحب نہر کو اگرچہ ان مشکلات کا سامنا نہیں تھا جو آج ہم پر گذر رہی ہیں مگر وہ اپنے وقت میں اس روایت پر فتوی دینے کو تجویز فرماتے ہیں اور اس کے خلاف کرنے کو سخت مشکل میں ڈالنا قرار دیتے ہیں اور حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ بھی اس فتوے کی مخالفت نہیں فرماتے اور جو کچھ فرمایا ہے وہ روایاتِ نوادر پر قدرت ہونے کے وقت فرمایا ہے اور جب اس پر قدرت نہ ہو تو ان کے نزدیک بھی مشائخ بلخ

ومشائخ سمرقند کے قول پر فتویٰ دینا متعین ہے اسی طریقہ سے دوسرے فقہاء میں بھی اس قول کو نقل کر کے تردید نہیں کرتے۔

پس ہندوستان میں بحالتِ موجودہ کہ حکومت مسلمانوں کی نہیں ہے اس کے علاوہ مذہبِ حنفی پر عمل غیر ممکن ہے کہ مشائخ بلخ وسمرقند کے قول کے موافق اس طریقہ سے فتویٰ دیا جائے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا۔

مرتد عورت سے نکاح باقی رہنے کے بارے میں مشائخ بلخ کی رائے

بعض مسائلِ ضروریہ: مسئلہ[1] مشائخ بلخ کے قول کے موافق جبکہ بقاءِ نکاح کا فتویٰ دیا جائے تو ساتھ ہی اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ تجدیدِ اسلام کے قبل شوہر کے لیے اس مرتدہ سے جماع اور اس کے دواعی مثلاً تقبیل ولمس بالشہوت وغیرہ کو جائز نہ کہا جائے کیونکہ آیت کریمہ لاتنکحوا المشرکات حتیٰ یومن سے کافر عورتوں کے ساتھ نکاح اور استمتاع کا حرام ہونا ظاہر ہے اور اس پر اجماع بھی ہے اور کتابیہ کا استثناء جو آیت والمحصنٰت من الذین اوتوا الکتاب میں وارد ہے اس سے کتابیہ اصلیہ مراد ہے وہ مرتدہ اس میں داخل نہیں جس نے اہل کتاب کا مذہب اختیار کر لیا ہو۔

اور قولِ مذکور پر بقاء نکاح سے یہ لازم نہیں آتا کہ حالتِ کفر میں صحبت و

---

[1] مرتدہ سے ہمبستری ناجائز ہے: اس طریقہ سے نوادر کی روایت کی صورت میں بھی ایسی عورت پر شوہر کا اگرچہ مالکانہ قبضہ ہو جائے گا لیکن شوہر کو اس سے ہمبستری وغیرہ جائز نہیں جیسا کہ مشرک باندی سے مالکانہ قبضہ کے باوجود اس سے نفع اٹھانا ہمبستری وغیرہ جائز نہیں۔

جماع و دواعی جماع بھی جائز رہیں، فقہ احناف میں ایسے نظائر موجود ہیں کہ باوجود
صحتِ نکاح و بقائے نکاح کے جماع و دواعی جماع حرام ہوتے ہیں جیسے موطؤۃ بالشبہۃ
کہ اس کا نکاح بدستور سابق قائم ہے مگر انقضائے عدت تک اس سے ہمبستری
وغیرہ بالکل حرام ہے اسی طرح حاملہ من الزنا اگر غیرِ زانی سے نکاح کرلے تو اگرچہ
نکاح صحیح ہوجاتا ہے مگر شوہر کو صحبت جائز نہیں ہوتی ۔

مرتد سے تجدیدِ ایمان و تجدیدِ نکاح کا حکم

مسئلہ نمبر ۲: حلتِ استمتاع کے لیے تجدید اسلام کا شرط ہونا آیت مذکورہ
اور اجماع وغیرہ سے مسئلہ اولیٰ میں ثابت ہوچکا ہے پھر تجدید اسلام کے بعد ظاہر
الروایۃ کے موافق تو تجدیدِ نکاح بھی ضروری ہے بغیر اس کے استمتاع جائز نہیں
مگر مشائخ بلخ کے قول پر تجدیدِ نکاح شرط نہیں ۔

لیکن اس خاص جزء میں ظاہر الروایت کو ترک کرنے کی کوئی ضرورت
داعی نہیں لہذا تجدید نکاح کو بھی ضروری کہا جاوے گا کہ اسی میں احتیاط ہے ۔

مسئلہ نمبر ۳: صورت مذکورہ میں تجدید نکاح کے لیے انقضائے عدت ضروری
نہیں (کما ھو ظاھر) لیکن تھوڑا سا مہر جدید ضروری ہے جو دس درہم سے کم
نہ ہو جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں مصرح ہے اور مہر سابق کا بدستور واجب
فی الذمۃ رہنا ظاہر ہی ہے ۔ البتہ اگر قبل خلوتِ صحیحہ مرتد ہوگئی ہو تو مہرِ سابق ساقط
ہوجاتا ہے ۔

خلاصۂ فتویٰ

اس مجموعہ سے خلاصہ اس فتوے کا حاصل ہوا کہ عورت بدستور سابق اسی

خاوند کے قبضہ اور نکاح میں رہے گی کسی دوسرے شخص سے ہرگز نکاح جائز نہیں۔

لیکن جب تک تجدید اسلام کر کے تجدید نکاح نہ کرلے اس وقت تک اس کے ساتھ جماع اور دواعی جماع کو جائز نہ کہا جاوے گا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وھو المستعان وعلیہ التکلان۔

تین فقہی رسائل کا خلاصہ

یہ رسالہ حیلۂ ناجزہ اور اس کے تتمہ المختارات او تتمیمہ حکم الازدواج کا خلاصہ ہے اب ان علمائے کرام کی تصدیقات تینوں رسالوں کے متعلق جدا جدا ذیل میں درج کی جاتی ہیں جو اصل رسالہ مذکورہ کی ترتیب و تہذیب اور تصحیح و تنقیح میں شریک رہے ہیں

تصدیقات متعلقہ حیلۂ ناجزہ

مہر
مدرسہ امداد العلوم
تھانہ بھون

از امداد العلوم تھانہ بھون

الحمد للہ وکفی۔ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی۔ وبعد فقد طالعت ہذہ الرسالۃ الفریدۃ۔ وملأۃ عینی بانوار تلک اللآلی النضیدۃ فوجدتہا فریدۃ فی الباب۔ وورد یتیمۃ اخرجت من لجۃ العباب ۔

منہا الجلوۃ لکل حق مبین   منہا الممات بکل قول زور۔

منہا البیاض لکل قلب اسود   منہا السواد لکل عین ضریر

وللہ در شیخنا فقد بالغ فی التحقیق والتنقیر۔ وبذل جہدہ فی التسہیل

علی الامۃ المظلومۃ والتیسیر۔ جعل اللہ ھٰذا السعی مشکورا۔ وھذا العمل مقبولا مبرورا۔ وصلی اللہ علیٰ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

کتبہ بقلمہ اذل الخدام واحقر الغلمان ظفر احمد

التھانوی تغمدہ اللہ بالغفران والرضوان

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد وصلوٰۃ گذارش ہے کہ اس رسالہ فیض مقالہ کا نہایت ضروری ہونا بھی ظاہر ہے اور اس کا جامع مانع اور بے حد مفید ہونا بھی محتاج بیان نہیں اس کو سرسری نظر سے دیکھنے والا بھی بیساختہ کہہ اٹھتا ہے ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

درحقیقت امت مرحومہ کی اس اہم مشکل کا حل حضرت اقدس ہی جیسے مجمع کمالات کا محتاج تھا۔ آپ نے جس تنہائی غور وخوض کو ایک عرصہ دراز تک اس کی تحقیق وتصنیف میں مبذول فرمایا ہے اس کا کچھ اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو زمانہ تالیف میں حاضری کی دولت نصیب ہوئی ہو۔ حضرت والا نے بار ہا ارشاد فرمایا ہے کہ اتنی مشقت عمر بھر کسی کام میں نہیں ہوئی حق تعالیٰ حضرت والا دامت برکاتہم کے سایۂ رحمت کو ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے آمین ثم آمین

اب اہل ضرورت سے صرف اس قدر گذارش ہے کہ رسالہ ہذا میں جو قیود وشرائط درج ہیں وہ نہایت درجہ ضروری ہیں عمل کے وقت ان کو خوب پیش نظر رکھیں اور پوری طرح ان کی پابندی کریں محض ضرورت کا بہانہ لے کر اتباع ہوا میں مبتلا نہ ہوں۔ نیز حضرات ارباب فتوٰی کی خدمت فیض درجت میں التماس ہے

کہ فتوے کے وقت تمام شرائط کو بخوبی ملحوظ رکھنا ضروری تصور فرماویں وھو الموفق للخیر والعاصم عن کل ضیر۔

المل ـــــــــــــــــــــــــــــــ ـمسات

سراج احمد غفرلہ	کمترین خدام کہترین غلام احقر عبد الکریم عفی عنہ
مدرس خانقاہ امدادیہ	از خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون
۲۶ رمضان مبارک ۵۲ھ	۲۶ رمضان مبارک ۵۲ھ

مہر
مدرسہ مظاہر علوم
سہارنپور

از مظاہر علوم سہارنپور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ‏ حامداً ومصلیاً ومسلماً

اَمَّا بَعْدُ۔ ہم نے بامعان نظر وخوض تمام اس فتویٰ الحیلۃ الناجزہ کو تقریباً سوا ماہ تک مسلسل مرۃ بعد مرۃ دیکھا اور سنا ہم یقین کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا تھانوی دامت برکاتہم جیسے فقیہہ کو جو علاوہ ظاہری و باطنی علوم کی مہارت تامہ کی احوال زمانہ و مشکلات حاضرہ سے بخوبی واقف ہیں یقیناً یہ حق حاصل ہے کہ فتوے کے لیے کسی دوسرے امام کے مذہب کو اختیار فرما لیں کیونکہ بوقت شدیدہ دوسرے اماموں کے مذہب کو اختیار کرنا بھی فقہ حنفی کا ایک حکم ہے۔ بناء علیہ گذارش ہے کہ گو حضرت اقدس کا فتویٰ ہم جیسوں کی تائید و تصحیح کا اصلاً محتاج نہیں لیکن تحصیلاً للخیر والثواب ان مسائل کی تائید و تصحیح سے افتخار حاصل کرتے ہیں۔

حضرت اقدس دام ظلہ العالی نے اس فتوے میں جس تحقیق و تدقیق و احتیاط سے کام لیا ہے وہ منت کش بیان نہیں ہم صمیم قلب سے جناب باری عز اسمہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ حضرت اقدس کو بایں فیوض و برکات تا دیر مرشدین کی روش پر سلامت رکھے آمین ہم یقین کرتے ہیں کہ حضرت اقدس کی مساعی جمیلہ تا قیامت امتِ مرحومہ میں مشکور رہیں گی۔

فجزاہ اللہ احسن الجزاء عنا و عن سائر المسلمین

عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۸ محرم ۱۳۵۲ھ ہجری	بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ (مدرس اول) مدرسہ مظاہر علوم ۸ محرم ۱۳۵۲ھ	محمد زکریا (کاندھلوی) عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور	محمد اسعد اللہ عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مہر
دار الافتاء جامعہ اسلامیہ
دیوبند

از دار العلوم دیوبند

ہم سبھوں نے رسالہ (الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ) کو بغور و تدبر سنا یقیناً ہمارے دیار ہندیہ میں موجودہ حالات کے ماتحت بجز اس کے کوئی چارہ نہیں معلوم ہوتا کہ علماء مذہب حنفی رسالہ ہذا کے مسائل مندرجہ کو معمول بہا قرار دیں اور اس پر فتوے دیں، قرونِ سابقہ میں بھی علماءِ حنفیہ نے مسئلہ مفقود وغیرہ میں ضروریاتِ وقتیہ کی بنا پر یہی طرز اختیار کیا ہے۔

حضرت مؤلف دامت برکاتہم اور ان کے معاونین کی مذکورہ بالا مسائل میں

مساعی بلیغہ اور انتہائی جدوجہد بے شک و بلا شبہ قابل ہزار ہا ہزار تشکر و تحسین ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہر دو جہان میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

العبد	العبد	العبد	العبد
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ	عبد السمیع غفرلہ	محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ	بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ
(صدر مدرس)	(مدرس)	(مدرس)	(مدرس)
العبد	العبد	العبد	العبد
احقر العباد محمد طیب	بندہ سید محمد مبارک علی عفی عنہ	ریاض الدین عفی عنہ	بندہ اصغر حسین عفا اللہ عنہ
(مہتمم)	(نائب مہتمم)	(مدرس)	(مدرس حدیث)
العبد	العبد	العبد	
مسعود احمد عفی اللہ عنہ	بندہ محمد شفیع غفرلہ	محمد اعزاز علی امروہی	
دارالعلوم دیوبند	خادم دارالافتاء	(شیخ الفقہ والادب)	
(نائب مفتی)	دارالعلوم دیوبند	۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۲ھ ہجری	

تصدیقاتِ متعلقہ المختارات

نظرنا فی التتمۃ فوجدناہا صحیحۃ اشرف علی الحنفی عفی عنہ للحادی عشر من رمضان ۱۳۵۲ھ

العبد الضعیف	العبد الضعیف
محمد شفیع غفرلہ خادم دارالافتاء دیوبند	سراج احمد غفرلہ مدرس خانقاہ امدادیہ

لقد تشرفت بمطالعۃ ہذہ التتمۃ فوجدتہا درۃ یتیمۃ وحسناء وسیمۃ فللہ در من اخذ جمعہا واستخرج جناہا وزینہا ووشحہا بتنقیحہا جزاہ اللہ تعالیٰ عنہ وعن سائر المسلمین خیر الجزاء والحسنۃ ورزقنی وایاہ عیشۃ مرضیۃ وعاقبۃ حسنۃ

وانا العبد المذنب ظفر احمد عفا اللہ عنہ ۲۹ رمضان ۱۳۵۲ھ

تصدیقات متعلقہ حکم الازدواج

از مدرسہ امداد العلوم تھانہ بھون

الاحکام کلہا صحیحۃ اشرف علی

۶ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ

عورت کے مرتد ہونے سے فسخ نکاح نہ ہونے پر جو کچھ جناب مفتی صاحب مدفیوضہم نے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل درست ہے اس تحقیق انیق کی خاص جامعیت اور ضرورت کو دیکھ کر بیساختہ دل سے نکلتا ہے للہ دار المجیب حیث اجاد واصاب فیما اتاد واجاب۔

کتبہ من خلائق احقر عبدالکریم گمتھلی عفی عنہ مقیم خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون مورخہ ۱۴ رمضان ۵۳ھ

طالعت هذه الضميمة النفيسة وتشرفت بتوسيع هذه الدائرة [illegible] فلله در من اخرجها من الصدف الانيق ۔ واستخرجها من البحر العميق وانا موافق المجيب ما في الباب ومسرور بضم هذه الضميمة باصل الكتاب ۔ والله اعلم بالصواب

حرره بقلم العبد المذنب ظفر احمد عفا عنہ

۲۶ رمضان ۵۲ھ

از مدرسہ دار العلوم دیوبند

بالکل صحیح و درست ہے	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
فقیر سید اصغر حسین عفا اللہ عنہ	حسین احمد غفرلہ	بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ	محمد رسول خاں عفا اللہ عنہ	عبد السمیع عفی عنہ
الجواب صحیح	المجیب مصیب	احقر العباد	بندہ	
مسعود احمد عفا اللہ عنہ	ریاض الدین عفی عنہ	محمد طیب غفرلہ	سید مبارک علی غفرلہ	

از مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح　　الجواب صواب　　الجواب صحیح

عبداللطیف عفا اللہ عنہ ناظم مدرسہ مظاہر علوم ۔ بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم ۔ محمد زکریا کاندھلوی مدرس مدرسہ مظاہر علوم

الراقمون وهم الذين لخصوا الرسائل الثلث

اشرف علی　احقر عبدالکریم عفی عنہ　بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ　بندہ محمد سعد اللہ عفی اللہ عنہ

حیلۂ ناجزہ پر شبہات کے جوابات

یعنی

رفاق المجتہدین فی وفاق المجتہدین

ایک رسالہ دفاق المجتہدین نظر سے گذرا جس میں مفقود کے متعلق ایک سوال کا اجمالی جواب دینے کے بعد مفصل جواب کے لیے مجیب نے آٹھ جز قرار دیئے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں۔ اب چاہتا ہوں کہ سوال کے بعض اجزاء کا تفصیلی جواب دوں مگر قبل جواب کے اجزائے سوال کو شمار کر لیجیے جن کی فہرست یہ ہے۔

(۱) عاجزانہ مفلسانہ زندگی بسر کرتی ہے

(۲) حرام کاری کا قوی اندیشہ ہے

(۳) ساٹھ ستر برس گذرنے پر عورت شادی کے لائق نہ رہے گی پھر طویل مدت کیوں مقرر کی گئی۔

(۴) جب مذہب (حنفیہ) میں میرے لیے جگہ نہیں تو (اس) مذہب میں رہ کر کیا کروں۔

(۵) مذہب حنفیہ پر تشدد کا الزام

(۶) مؤطا امام مالک علیہ الرحمۃ کی روایت کی تحقیق

(۷) علمائے حنفیہ کا ضرورت کے وقت غیر مذہب پر فتویٰ دینے کی حقیقت

(۸) مذہب حنفی کا اصلی حکم اور اس کی پوری تحقیق

اس کے بعد سب اجزا کا نمبروار جواب لکھا ہے اور اصلی مدعاء رسالہ ہذا کا یہ ہے کہ علمائے احناف مسئلہ مفقود میں جو مالکیہ کے مذہب پر فتوے دیتے رہے ہیں

یہ درست نہیں چونکہ یہ مدعا تصریحات فقہ کے خلاف ہے اور اس پر جو دلائل قائم کیے گئے ہیں وہ مخدوش ہیں۔ اس واسطے مختصر طور پر اس رسالہ کا جواب دینا ضروری معلوم ہوا۔ لہذا معروض ہے کہ پانچویں جزو تک کے جواب کا تو یہ حاصل ہے کہ امام صاحب کا مذہب قوی ہے سو اس میں کوئی شک نہیں امام صاحب کا قول یقیناً راجح اور احتیاط پر مبنی ہے۔ لیکن قول مالکیہ کو اختیار کرنے کی یہ بنا نہیں ہے کہ مذہبِ امام کو ضعیف سمجھا گیا ہو بلکہ باوجود اس کو قوی اور راجح سمجھنے کے ضرورت کی وجہ سے خروج عن المذہب کی گنجائش دی گئی ہے۔ (یعنی اپنے مذہب پر عمل کے بجائے دوسرے مذہب پر عمل کی گنجائش دی ہے)

چھٹے جزو کے جواب میں مجیب نے اہم اشکال یہ بیان کیا ہے کہ رجوع کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیسے جائز ہو سکتا ہے اس کا جواب تو یہ ہے کہ غالباً امام مالک علیہ الرحمۃ رجوع کو تسلیم نہیں فرماتے ہوں گے جیسا کہ حضرت امام احمدؒ رجوع کرنے کی روایت کو نہایت سختی سے رد فرماتے ہیں۔ چنانچہ مغنی میں ہے۔

"قال الاثرم قیل لابی عبداللہ۔۔۔۔ قلت خروی من وجہٍ ضعیفٍ ان عمرؓ قال بخلاف ھذا قال لا ان یکون انسان یکذب" صـ ۱۳۶ جـ

اور جن محققین نے رجوع کرنے کی روایت کو صحیح فرمایا ہے ان کے نزدیک اس کے راوی ثقہ ہوں گے، اس وجہ سے اختلاف کا منشاء دراصل روایت کی توثیق میں اختلاف ہو گا اور اس کے بہت سے نظائر ہیں اور چونکہ رجوع کرنے کی روایت کی سند کسی جگہ نہیں مل سکی اس وجہ سے تفصیلی حال راویوں کا اور ان میں اختلاف کا نہیں معلوم ہو سکتا۔

مفقود الخبر کے مسئلہ پر پیش کیا گیا ایک اشکال

دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے علاوہ حضرت عثمانؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ حضرت مولانا لکھنوی نے ہدایہ کے حاشیہ میں بحوالہ حضرت ابن ابی شیبہ نقل فرمایا ہے اور ان سے رجوع کی روایت نہیں اس وجہ سے حضرت عمرؓ کے رجوع کے بعد بھی اس قول کو ان حضرات کی اتباع میں اختیار کر سکتے ہیں۔

مفقود الخبر کے مسئلہ پر تین تحقیقی سوالات

جزء کے جواب میں تین امور کی تحقیق ہے پہلا یہ کہ حنفیہ کے نزدیک دوسرے مذہب پر فتویٰ دینے کے ضوابط اور شرائط کیا ہے
نمبر ۲ جن حضرات نے دوسرے مذہب پر فتویٰ دینا جائز بتلایا ہے، یہ قابلِ اعتماد ہیں یا نہیں ؟
نمبر ۳ مالکیہ کا اصل مذہب کیا ہے ؟ پہلے جزء میں فقہاء کرام کی چار عبارتیں پیش ہیں۔

عبارت ۱ ۔ لا یفتیٰ بغیر الراجح فی مذهبه فاذا سئل عن حکم لا یجیب الا بما هو صواب عنده فلا یجوز ان یجیب بمذهب الغیر (از شامی)

(۲) قیل لحنفی ما مذهب الامام الشافعیؒ کذا یقال قال ابوحنیفہؒ کذا در مختار۔

(۳) فان القاضی المقلد اذا خالف مشهور مذهبه لا ینفذ حکمه فی الاصح از در مختار لان المعتمد ان القاضی لا یصح قضائه بغیر مذهبه خصوصاً قضاة زماننا شامی۔

(۴) والتقليد وان جائز بشرط فهو للعامل لنفسه لا للمفتي لغيره فلا يفتي بغير الراجح في مذهب۔

ان عبارات سے یہ ثابت کیا ہے کہ دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا جائز نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی عبارت کو عبارت ۲ کا جزو ہے، اس وجہ سے اس کا جواب تو عبارت ۲ کے جواب سے معلوم ہو جائے گا جو کہ عنقریب آرہا ہے اور دوسری عبارت "یعنی لوقیل لحنفی ما مذهب الامام الشافعیؒ فی کذا یقول قال ابو حنیفۃؒ کذا درمختار۔

سوم، فان القاضی المقلد اذا خالف مشهور مذهبه لاینفذ حکمه فی الاصح ان درمختار۔

ان عبارات سے یہ ثابت کیا ہے کہ دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دینا اور فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی عبارت کو عبارت ۲ کا جزو ہے پس اس کا جواب عبارت ۲ کے جواب سے معلوم ہو جائے گا جو کہ عنقریب آتا ہے اور دوسری عبارت یعنی لوقیل لحنفی ایک قول ضعیف پر مبنی ہے چنانچہ اس کے متعلق علامہ شامیؒ نے وضاحت فرمائی ہے هذا مبنی علی بعض الاصولیین لا یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل۔ اور مقدمہ میں ابن حجر سے تصریح نقل کی ہے کہ یہ قول ضعیف ہے حیث قال ثم اعلم انه ذکر فی التحریر وشرحه ایضا انه یجوز تقلید المفضول مع وجود الافضل وبه قال الحنفیة والمالکیة واکثر الحنابلة والشافعیة وفی روایة عن احمد وطائفة کثیرة من الفقهاء لا یجوز ثم قال بعد اسطر وقد رایت فی اخر فتاوی ابن حجر الفقهیة التصریح ببعض ذلک فانه سئل عن عبارة النسفی المذکورة رائی المذکورة فی

المحتن عن الاستباہ اذا اسئلنا الخ

ثم حرر ان قول ائمۃ الشافعیۃ کذلک ثم قال ان ذلک مبنی علی الضعیف من انہ یجب تقلید الاعلم ومن غیرہ والاصح انہ تخییر تقلید ای شاء ولو مفضولا وان اعتقدہ کذلک اھ پس یہ قول حجت نہیں اور اگر تسلیم کر لیا جاوے تو عبارتِ ثالثہ و رابعہ کی طرح اس کو بھی عدمِ ضرورت پر محمول کیا جائے گا اور عبارتِ ثالثہ کے جواب میں شامی کی پوری عبارت نقل کر دینا ہی کافی ہے لہذا ذیل میں وہ عبارت درج ہے۔ درمختار میں عبارتِ ثانیہ مذکورہ بالا کے بعد ہے۔ نعم لو قضی مالکی بذلک نفذ کما فی البحر والنھر وقد نظمہ شیخنا الرعلی الخ اس پر اول تو شامی نے یہ لکھا (نفذ) لانہ مجتہد فیہ وھذا کلہ رد علی ما فی البزازیۃ قال العلامۃ والفتوی فی زماننا علی قول مالک وعلی ما فی جامع الفصولین لو قضی قاض بالقضائ عدتھا عدتھا ای الممتدۃ الطھر بعد مضی تسعۃ اشھر نفذ اھ لان المعتمد ان القاضی لا یصح قضاؤہ بغیر مذھبہ خصوصا قضاۃ زماننا۔

پھر چند سطروں کے بعد فرمایا ہے۔ قلت لکن ھذا اذا امکن قضاء مالکی بہ او تحکیمہ اما فی بلاد لا یوجد فیھا مالکی یحکم بہ فالضرورۃ متحققۃ وکان ھذا وجہ ما مر عن البزازیۃ و جامع الفصولین فالاولیٰ وقولہ فی النھر انہ لا داعی الی الافتاء بقول نعتقد ان خطاء یحتمل الصواب مع امکان الترافع الی مالکی یحکم بہ اھ تأمل۔ ولھذا قال الزاھدی وقد کان بعض اصحابنا یفتون بقول مالک فی ھذہ المسئلۃ للضرورۃ اھ ثم رأیت ما یحققہ ذکرہ محشی مسکین عن السید الحموی الخ

اس میں علامہ شامی نے خود تصریح فرمادی کہ قضا بمذہب الغیر کے بارہ میں جو لا یصح کا حکم ہے وہ عدم ضرورت کے ساتھ خاص ہے اور صاحب نہر کے قول الاداعی اور ما امکان الترافع الخ سے بھی صاف واضح ہے کہ اگر ضرورت داعی ہو اور ترافع الی المالکی ممکن نہ ہو تو افتاءً بمذہب الغیر پر ان کو کوئی اشکال نہیں۔ اور عبارات رابعہ کا جواب اسی جواب سے معلوم ہو گیا کیونکہ فتویٰ اور قضا اس باب میں ایک ہی حکم رکھتے ہیں۔ درمختار رسم المفتی میں ہے د حاصل ماذکرہ العلامۃ قاسم فی تصحیحہ انہ لا فرق بین المفتی والقاضی اھ قلت ای فی اتباع ما رجحوہ کما صرح بہ الشامی۔ علاوہ ازیں عبارت مذکورہ بالا میں فتویٰ اور قضا دونوں کی اجازت مصرح ہے مثلاً بزازیہ کی عبارت میں فتویٰ کی تصریح اور جامع الفصولین کی عبارت میں قضا کی تصریح ہے۔

امر دوم کی جو تحقیق لکھی ہے کہ افتاء بمذہب الغیر کی ابتداء غیر معتمد مشائخ سے ہوئی ہے اس کا جواب اول تو یہ ہے کہ جب معتمد مشائخ نے اس کو قبول کر لیا تو وہ قول معتمد ہو گیا کما لا یخفی دوسرا جواب یہ ہے کہ زاہدی وغیرہ سے اصل مسئلہ کی ابتدا صرف اس کی ہوئی ہے کہ خاص ان جزئیات میں افتاء بمذہب الغیر کو نقل کیا ہے ورنہ اصل مسئلہ افتاء بمذہب الغیر کا ان کی نقل پر موقوف نہیں کیونکہ اصل مسئلہ تو متقدمین اور متاخرین کی تصریحات سے ثابت ہے چنانچہ استیجار علی تعلیم القرآن کے جواز پر متاخرین میں سے صاحب ہدایہ و قاضی خاں اور صاحب کنز وغیرہ سب محققین فتویٰ دیتے ہیں اور متقدمین سے امام فضلی اور فقیہ ابو اللیث نے بھی فتویٰ دیا تھا (جس کی تفصیل حیلۂ ناجزہ باب دوم کے مقدمہ میں موجود ہے) اس سے صاف طور پر ثابت ہوا کہ ضرورت کے وقت مذہب غیر پر فتویٰ دینے کے جواز پر مشائخ کا اتفاق ہے اس کے بعد

کسی خاص مسئلہ میں بالتخصیص فتویٰ منقول ہونے کی ضرورت نہیں رہتی پس اگر زاہدی وغیرہ کی نقل نہ ہوتی تب بھی اصل مسئلہ ثابت ہونے کے بعد تحقق ضرورت کے وقت مسئلہ بحوث فیہا میں فتویٰ دے سکتے تھے اور اب ان کی نقل سے تائید ہو گئی۔ خاص کر جب محققین نے ان کی نقل کو قبول کر لیا۔ غرض زاہدی و قہستانی کا ضعف اس مسئلہ کی نقل میں مضر نہیں کیونکہ وہ نقل صرف تائید کے واسطے ہے اصل مدار ان پر نہیں بلکہ مشائخ محققین یعنی امام فضلی وغیرہ پر ہے بلکہ مسئلہ افتاء بمذہب الغیر للضرورۃ کی اصل خود امام ابو یوسفؒ سے بھی منقول ہے چنانچہ شامی نے رسم المفتی میں بحوالہ بزازیہ نقل کیا ہے انه صلى الجمعة مغتسلا من الحمام ثم اخبر بفارة ميتة في بير الحمام فقال ناخذ بقول اخواننا من اهل المدينة اذا بلغ الماء قلتين لم يحمل خبثا اه اور اس کے بعد صاحب رسالہ نے ابن شحنہ سے بحوالہ شامی مسئلہ مفقود میں اخذ بمذہب الغیر پر ان الفاظ میں اعتراض نقل کیا ہے لکنه اعتراض على الناظم بانه لاحاجة للحنفي الى ذلك لان ذلك خلاف مذهبنا فحذفنا۔ اولی چونکہ اس اعتراض میں خود یہ لفظ موجود ہے لاحاجة للحنفي الى ذالك اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن شحنہ وغیرہ ضرورت کے تحقق میں کلام کر رہے ہیں نہ کہ تحقیق ضرورت کے جو فتویٰ اور قضاء بمذہب الغیر کے جواز میں اس کے بعد اسی امر دوم کے قسم کے قریب رسالہ کے صفحہ پر جو لکھا ہے کہ لوگ بہت تعجب کریں گے کہ جب حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ مذہب کے خلاف فتویٰ دینا منع کرتے ہیں اور علامہ زاہدی اور علامہ قہستانی کو غیر معتبر بھی کہتے ہیں پھر بعض مسائل جیسے مفقود اور ممتدۃ الطہر وغیرہ کے بارے میں حرج اور ضرورت کے وقت حضرت امام مالکؒ کے قول پر عمل کرنا کیوں جائز لکھتے ہیں اس کا جواب یہ ہے

کہ علامہ شامیؒ نے رفعِ حرج کے لیے مسئلہ کو ظاہر کردیا ہے مگر نہ خود فتویٰ کی اجازت بلکہ یہاں تک احتیاط کی کہ بجائے لفظ یفتی کے یحکم لکھا، چنانچہ لکھتے ہیں :

حیث لو یوجہ مالکی یحکم بہ ۔ اس میں دعویٰ ہے کہ شامی نے رفع حرج کے لیے مسئلہ کو ظاہر کردیا مگر نہ خود فتویٰ دیا نہ فتویٰ کی اجازت یہ نہایت ہی عجیب ہے کیونکہ وہ تو موضع ضرورت میں فتویٰ اور قضاء بمذہب الغیر کی صاف تائید فرما رہے ہیں چنانچہ ممتدۃ الطہر کے باب میں ان کا جو قول ہے وہ عبارت ۲ کے جواب میں گذر چکا اور زوجۂ مفقود کے بارے میں بھی اسی طرح صاف تائید کی ہے جیسا کہ ابھی آتا ہے اور اس کے بعد لکھا ہے " بلکہ یہاں تک احتیاط کی بجائے لفظ " یفتی کے " یحکم تحریر کیا۔

اس جملہ کا کوئی صحیح مفہوم ہی معلوم نہ ہوسکا جو اس پر کلام کیا جاتا البتہ اتنی بات واضح ہے کہ اس جملہ سے شامی کا مفقود قضاءً و فتویٰ بمذہب الغیر کی تائید و حمایت ہے کیونکہ انھوں نے اول زوجۂ مفقود کے بارے میں مذہب مالک پر فتویٰ دینے کی تائید فتاویٰ بزازیہ سے نقل کی ہے پھر لکھا ہے

" واعترض فی النھر وغیرہ بانہ لا داعی الی الافتاء بمذھب الغیر لامکان الترافع الیٰ ـــ مالکی یحکم بمذھبہ "

اس کے بعد اس کے جواب میں لکھا ہے لکن قدمنا ان الکلام عند تحقق الضرورۃ حیث لو یوجہ مالکی یحکم بہ ۔

مذہبِ مالکی پر عمل سے متعلق بنیادی اشکال

بس یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مؤلفؒ اپنے دعویٰ پر اس سے استدلال کس طرح کرنا چاہتے ہیں ؟

اس کے بعد عنوان " حاصلِ تحریرات " کے آخر میں جو درج ہے کہ

اگر مالکی مذہب کے قاضی اور مفتی نہ ہوں تو مجبوراً مذہب مالکیہ کے پورے احکام کی پابندی کرتے ہوئے احناف خود عمل کر سکتے ہیں اس میں اول تو سخت اشکال یہ ہے کہ یہ اجازت دینا بھی تو فتویٰ ہے جس سے صاحب رسالہ دوسروں کو منع کر رہے ہیں کیا فتویٰ کے لیے خاص لفظ فتویٰ کی شرط ہے دوسرے یہ کہ خود عمل کیسے ممکن ہے جبکہ مذہب مالکیہ میں قضاء قاضی شرط ہے اور قاضی کو قضا بمذہب الغیر سے صاحبِ رسالہ منع کر چکے ہیں۔ تیسرے عامی کو از خود تو اپنے مذہب کی ضعیف روایت پر بھی عمل کی اجازت نہیں جو مذہب غیر پر عمل کرنے سے اہون ہے چنانچہ شامی نے علامہ بیری سے نقل کیا ہے۔

هل يجوز للانسان العمل بالضعيف من الرواية في حق نفسه نعم اذا كان له رأي اما اذا كان عاميا فلم اره لكن مقتضى تقييده بذي الرأي انه لا يجوز ذلك قال في خزانة الروايات العالم الذي يعرف معنى النصوص والاخبار وهو من اهل الدراية يجوز له ان يعمل عليها وان كان مخالفا لمذهب - اه

پھر مذہبِ غیر پر عمل کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے۔ چوتھے عامی کو مذہب غیر معلوم کیسے ہوگا جبکہ اہلِ علم کو اس رسالہ میں بتلانے تک سے بھی منع کیا گیا ہے گو پھر خود بتلا بھی رہے ہیں اور اس پر عمل کی اجازت بھی دے رہے ہیں۔
امر سوم : کی تحقیق میں روایات مختلفہ نقل کر کے جو اضطراب ظاہر کیا گیا ہے اس کا مختصر حل یہ ہے کہ ابن ابی شیبہ کی روایت کہ حاکم امر کند ولی فقید را بہ طلاق زن و بایں رفتہ مالک در کتب مالکیہ بلکہ خود مدونہ امام مالکؒ کی تصریحات کے خلاف ہونے کے سبب قابلِ اعتماد نہیں اور مسک الختام کی عبارت در اگر زن بست سال ماندہ رخ بحاکم کند اجل برائے اداز سر نوگیرند و اگر صغیر و یا آئسہ یا زوج

او صغیر است ہمیں چار سال باشد) کا محل غلط ٹھیرا کر یہ ترجمہ کیا گیا ہے کہ چار سال کی مدت صرف صغیرہ اور آئسہ یا زوجۃ الصغیر کے لیے ہے اس لیے شبہ میں پڑ گئے ورنہ اس کا تو صاف اور سیدھا مطلب تو یہ ہے کہ صغیرہ اور آئسہ کے لیے بھی وہی چار سال کی مدت ہے۔ جو کبیرہ حائضہ کے لیے اس سے پیشتر بیان ہوئی نہ معلوم اس کے یہ معنی کس طرح قرار دے لیے کہ صغیرہ کا اور حکم ہے اور کبیرہ کا اور۔ اب رہ گئیں درمختار اور فتح الباری کی روایتیں سو ان میں اجمال اور تفصیل کا فرق ہے اور یہ اضطراب نہیں کہلاتا اور گو فتح الباری سے کسی قدر تفصیل معلوم ہو گئی مگر در اصل فتح الباری کی روایت بھی مجمل بلکہ موہم ہے اگر پوری تحقیق اور صحیح تفصیل مطلوب ہو تو حیلۂ ناجزہ ملاحظہ فرمایا جائے اس میں مدینہ منورہ کے علمائے مالکیہ سے بسوط اور مدلل فتاویٰ حاصل کر کے شائع کئے گئے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

آٹھویں جزو میں خدشہ تو کئی مقدمات پر ہے مگر ہم بغرض اختیار صرف اصل مقصد پر کلام کرتے ہیں جیسا کہ دوسرے اجزاء میں بھی ضروری امور پر کلام کیا گیا ہے اس جزو ہشتم کا اصل مقصد یہ ہے کہ حاکم کی رائے کے سپرد کرنے کا قول جو کہ فقہ حنفی میں موجود ہے اس میں زوجۂ مفقود کے لیے کافی رعایت موجود ہے اس سے دوسرے امام کا مسلک سلسلہ میں اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی غالباً مولف نے تفویض کا یہ مطلب قرار دیا ہے کہ حاکم کو پورا پورا اختیار دیا ہے کہ جب چاہے مفقود پر موت کا حکم لگا دے اسی وجہ سے مولف نے "احسن المقال" کے عنوان "تفویض الی رائے الامام" کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ "مفقود کا معاملہ قاضیٔ اسلام کے حوالہ کر دیا جائے" لیکن دراصل اس قول کا یہ مطلب نہیں اس وجہ سے اس قول سے کوئی سہولت اور رعایت نہیں نکل سکتی۔

حاکم کو مفقود کی تفتیش کرنے کی تاکید

اس قول کا اصل مطلب یہ ہے کہ مفقود پر موت کا حکم لگانے کے لیے مشائخ مذہب سے جو مختلف مدتیں منقول ہیں۔ اُن پر مدار رکھنے سے بہتر یہ ہے کہ حاکم، خود مفقود کے حالات میں غور کرے اور جب اُس کی موت کا گمان غالب ہو جائے اُس وقت موت کا حکم لگائے چنانچہ علامہ شامیؒ نے "شرح وہبانیہ سے" تفویض" کی یہ شرح نقل کی ہے۔

مفقود کی تحقیق سے متعلق عبارت فقہی

وان ینظر و یجتھد ویفعل ما یغلب علی ظنہ فلا یقول بالتقدیر لانہ لم یرد بہ الشرع بل ینظر فی الاقران و الزمان و المکان و یجتھد۔

اس کے بعد علامہ زیلعیؒ کا قول لکھا ہے " لانہ یختلف باختلاف البلاد وکذا غلبۃ الظن تختلف باختلاف الاشخاص فان الملک العظیم اذا انقطع خبرہ یغلب علی الظن فی ادنیٰ مدۃ انہ قد مات الخ

مزید عبارت فقہی

پھر خود تحریر فرماتے ہیں: و مقتضاہ انہ یجتھد ویحکم القرائن الظاھرۃ الدلالۃ علی موتہ علی ھذا یبتنی ما فی جامع الفتاویٰ حیث قال فقد فی المھلکۃ فموتہ غالب فیحکم بہ کما اذا فقد فی وقت الملاقات مع العدو الخ

اس کے بعد فرماتے ہیں:

قاضی زادہ اور بحر کی عبارت

وافتیٰ بہ بعض مشائخنا وقال انہ افتیٰ بہ قاضی زادہ صاحب و بحر الفتاویٰ۔ لکن لا یخفی انہ لابد من مضی مدۃ لحویتہ

حتیٰ یغلب علی الظن موتہ لا بمجرد فقدہ وعند ملاقات العدو الخ

تعجب ہے کہ اس قدر صاف تصریحات کے پیش نظر ہوتے ہوئے صاحب رسالہ نے قاضی کے لیے اختیار مطلق کو کس طرح تجویز کیا ؟

مفقود کی موت کا مدار گمان غالب پر ہے

خلاصہ یہ کہ مذکورہ بالا تصریحات سے یہ ثابت ہو گیا کہ مفقود الخبر کی موت کا دار و مدار غالب گمان پر ہے چاہے وہ گمان غالب اُس کے ہم عمر لوگوں کی موت ہونے سے حاصل ہو چکا ہے "مضی مدۃ لا یعیش مثلہ (یعنی اتنی عمر کے لوگ زندہ نہ رہتے ہوں اس قدر مدت سے اندازہ لگا کر ہو) چاہے دوسرے ظاہری قرائن سے حاصل ہو اور غالب گمان کے بغیر موت کا حکم لگا دینے کا ہرگز اختیار نہیں ہے۔

جب یہ بات واضح ہو گئی تو پھر اس قول میں صرف اس مفقود کی بیوی کو سہولت ہو گئی جس کی موت پر ظاہری قرائن دلالت کرتے ہوں اور عام مفقود الخبروں کی بیویوں کے لیے کسی قسم کی آسانی نہیں پیدا ہوئی بلکہ ان کے لیے اب بھی وہ ہی دشواری باقی ہے جس سے سخت پریشانی ہے پھر چونکہ حاکم کی رائے پر موقوف کر دینا قاضی شرع کے پائے جانے پر ہے اور اس وقت ہندوستان میں وہ نہیں پائے جاتے اور کوشش کے بعد کامیابی کی جلد امید نہیں۔ اس لیے زوجۂ مفقود کو ہندوستان میں بحالتِ موجودہ کچھ بھی سہولت نہ ہوئی ۔ اور جب ضرورت باقی ہے تو رفعِ حرج کے لیے لامحالہ قولِ مالکیہ اختیار کرنا پڑے گا۔

کما لا یخفی وھذا اٰخر ما اردنا ایرادہ فی ھذا المقام۔ والتوفیق بید الملک العزیز العلام۔

حررہ الاحقر عبد الکریم عفی عنہ

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون۔ مورخہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ

از اشرف علی عفی عنہ۔ بغور دیکھا ماشاء اللہ کافی وافی ہے اس کو امداد الاحکام میں نقل کرا دیا جائے۔

تتمۃ الرسالۃ

حیلۂ ناجزہ پر اشکال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لوجہہ الکریم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ العظیم سراپا کرم اکرمکم اللہ الکریم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

"رفاق المجتہدین" کا مطالعہ کیا۔ صغیرۃ آئسہ وصغیرۃ الزوج کی تخصیص۔ اور علامہ شامی کا بجائے یقیق کی بحکم کہنا ان دونوں میں مجھ سے ضرور تسامح ہوا اس کو نکال دوں گا۔ اب واقعہ سن لیجیے۔ ایک مقامی عالم نے زوجۂ مفقود کے بارے میں بقول امام مالکؒ فتویٰ لکھا اور قضاءً بر رعایت مذہب مالکی کا حکم دیا اس وقت میں نے یہ تحریر بہت جلدی میں مرتب کی اور اتنی تحریر کی نقل دشوار تھی اپنی آسانی کے لیے چھپوایا اور پینتیس ۳۵ جگہ روانہ کیا۔ مگر اب تک سوائے آپ کے کہیں سے نہ تائید آئی نہ تردید۔ بعد میں معلوم ہوا کہ "المرقومات" کوئی رسالہ شائع ہوا ہے اس سے مقامی عالم نے اخذ کیا ہے۔ چنانچہ المرقومات ایک شخص سے دستیاب ہوئی اور اس کو دیکھا مگر اس میں اصل فتاویٰ کے لیے حیلۂ ناجزہ کا حوالہ دیا گیا۔ مگر حیلۂ ناجزہ باوجود کوشش بلیغ کے دستیاب نہیں ہوئی دہلی، سہارنپور، دیوبند سب جگہ سے جواب آیا ہے کہ موجود نہیں۔ اب آپ اپنی تحریر

میں جا بجا حیلۂ ناجزہ کا حوالہ لکھتے ہیں۔ اگر ممکن ہو تو ایک نسخہ مجھے ضرور عطا فرمائیں تاکہ استفادہ کرسکوں۔ فی الحال امور ذیل کے جواب سے مجھے ضرور مطمئن فرما دیجئے اُمید ہے کہ انہی سے اختلاف ختم ہو جائے گا۔

تفویض کے مفہوم سے متعلق تفویض کا جو مطلب میں نے تحریر کیا ہے وہ درمختار کے ذیل میں فتح کے حوالہ سے علامہ شامیؒ نے بھی نقل فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا ہے:

"قال فی الفتح" فانی وقت رائی المصلحۃ حکم صوتہ

البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ روایت معمولی نہ ہو بلکہ نظر و اجتہاد اور غالب گمان حاصل ہونے کے بعد ہو لیکن اس سے اختیار کلی یہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ اس پر مزید غور فرمائیے۔ اس کے طے ہونے پر سب طے ہو جائے گا۔

۲۔ نصب القاضی بالتراضی یعنی رضامندی سے قاضی کا تقرر درست ہے یا نہیں؟

۳۔ اور اتفاق المجتہدین میں مذکور قاضی کے مقرر کرنے سے متعلق تین قسمیں جو ہیں ان میں سہولت ہو گی یا نہیں۔

۴۔ اگر یہ نہ ہو اور وقتی کارروائی کے لیے تحکیم (یعنی ثالث بنانے پر) معاملہ رکھا جائے تو مفید ہو گا یا نہیں؟ کیونکہ تحکیم (یعنی ثالث بنانا) قضا کے مثل اور محکم قاضی جیسا ہوتا ہے خصوصاً صاحب درمختار نے جو لکھا ہے اُس پر کافی غور فرمائیں۔" ثم استثناء الثلاثۃ یقیدہ وصحۃ التحکیم فی کل المجتھد فی ذالک لکن ھذا مما یعلم ویکتم وظاھر البدایۃ انہ یجیب الخ درمختار باب التحکیم۔

اپنا مذہب ہی اختیار کرنے کو ترجیح اب مجھے صرف یہی عرض کرنا ہے کہ اگر مذہب حنفی کی رو سے

قضا یا تحکیم (یعنی قاضی بنانے یا ثالث بنانے پر) کے ذریعہ سے مفقود الخبر کی خلاصی ہو سکتی ہے تو مذہب غیر پر عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے مذہب غیر پر عمل کی اجازت کے بعد ضرورت ہے اور یہاں خود گنجائش موجود ہے اس کے جواب سے ضرور مطلع فرمائیے۔ خاص طور پر درمختار کا یہ جملہ ھذا امما یعلم دیکھتو بہت توجہ سے غور کے لائق ہے۔

مکتوب گرامی

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب گمتھلویؒ
بنام حضرت حکیم الامت حضرت تھانویؒ
الجواب

مولانا المکرم زاد مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

والا نامہ صادر ہوا آپ نے احقر کی گذارشات پر خاص توجہ فرمائی اس کا شکر گذار ہوں اور حسب طلب "حیلۂ ناجزہ" ایک صاحب کی طرف سے ہدیۃً ارسال خدمت ہے اس کے روانہ کرنے کی ایک غرض یہ بھی ہے کہ اگر ملاحظہ کے بعد آپ اس سے اتفاق کریں تو اس پر تقریظ تحریر کر کے روانہ فرمائی جائے اب مذکورہ بالا سوال نامہ کے مطابق جو کچھ خیالِ ناقص ہیں آیا وہ بھی پیش خدمت ہے امید ہے کہ حسبِ سابق توجہ سے ملاحظہ فرما کر جو رائے ہو گی اس سے مطلع فرمائیں گے۔

(۱) عریضۂ سابقہ سے واضح ہو چکا ہے کہ تفویض الیٰ رائ الامام کا یہ مطلب ہے کہ حاکم کو جب قرائن ظاہرہ دالہ سے موت مفقود کا غلبۂ ظن ہو جائے۔ تو وہ بدون موت اقران بھی حکم بالموت کر سکتا ہے کیونکہ موت اقران

سے غلبۂ ظن ہی ہوتا ہے۔ جب وہ دوسرے طریق سے حاصل ہو گیا تو اصل مقصود
میں خلل نہیں آتا اور جب غلبۂ ظن شرط ٹھیرا اور وہ بھی مقترن بالقرائن الظاہرۃ
الدالۃ تو حاکم کے لیے کلی اختیار کیسے ثابت ہو سکتا ہے اور فتح القدیر میں قال
بعضھم یفوض الی القاضی کے بعد جو فرامی وقت رأی المصلی حکم بموتہ موجود
ہے اس میں مصلحت سے مراد غلبۂ ظن ہی ہے کما یعلم صنیع الشامی رحمۃ اللہ
علیہ حیث قال تحت قول اللہ و واختار الزیلعی تفویضہ الی رأی الامام)
قال فی الفتح فای وقت رأی المصلحۃ حکم بموتہ قال فی البحر وفی الینا
بیع قیل یفوض الی رأی القاضی ولا تقدیر فیہ فی ظاھر الروایۃ وفی
القنیۃ جعل ھذا روایۃ عن الامام اھ قلت والظاھر ان ھذا غیر خارج عن
ظاھر الروایۃ ایضا بل ھو اقرب الیہ من القول بالتقدیر لانہ فسرہ فی
شرح الو بان ینظر ویجتھد ویفعل ما یغلب علی ظنہ فلا یقول
بالتقدیر لانہ لم یرد بہ الشرع بل ینظر فی الاقران والازمان والمکان
ویجتھد۔ نیز علامہ زیلعی جنہوں نے اس قول کو مختار کہا ہے وہ اختیار کی یہ وجہ
بیان فرماتے ہیں۔ لانہ ای العمر الذی لا یعیش بعدہ غالبا) یختلف
باختلاف البلاد وکذا غلبۃ الظن یختلف باختلاف الاشخاص الخ اس
سے صاف ظاہر ہے کہ ان حضرات نے مصلحت کو عام نہیں رکھا بلکہ اقران اور
زمان ومکان میں غور کرنے کے بعد غلبۂ ظن سے اس کی تفسیر کی ہے اور اس تفسیر
کو تسلیم کرنا لازم ہے کیونکہ اگر اس قول کی یہ تفسیر تسلیم نہ کی جائے بلکہ یہ مجمل قرار
دیں کہ قاضی کو علی الاطلاق اختیار ہے تو اس قول کو درست کہنا بھی ممکن نہ رہے گا

---

[1] شامی کی اس عبارت میں نیز شامی کے قول آئندہ بل ھو اقرب الیہ من القول بالتقدیر میں
گویا تصریح ہے کہ تفویض مطلق مراد نہیں بلکہ تقدیر مدت کے مقابلہ میں تفویض ہے منہ

کیونکہ اس وقت یہ قول ظاہر الروایۃ میں داخل نہ ہو سکے گا جس کی وجہ سے شامی
وغیرہ نے تائید کی ہے بلکہ ایک جدید قول ہو گا جس کی مساعدت نہ کسی روایت سے
ہو سکتی ہے نہ درایت سے اور ظاہر ہے کہ ایسا قول کسی طرح بھی قابل نہیں ہو سکتا
پس اس باب میں قاضی کے واسطے اختیار کلی تجویز کرنا سراسر بے اصل ہے۔
لم یقل احد من اهل العلم فیما اعلم واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع
والمآب۔

(۲) تراضی مسلمین سے قاضی کا تقرر درست نہیں چنانچہ شامی نے بزازیہ
سے نقل کیا ہے۔

قاضی کے انتخاب سے متعلق عبارت فقہی

"ولو اجتمع اهل البلدۃ علی تولیتہ واحد القضاء
لم یصح الخ حضرت علامہ شامیؒ نے جو اس کے بعد فرمایا ہے" ولکن ھذا
حینئذ ولا ضرورۃ والا فمع تولیۃ القاضی اس میں اول تو سخت اشکال
یہ ہے کہ یہ بات آئندہ جس کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں بلفظ یجعلونہ والیاً
فیولی قاضیاً ہے اور براہ راست حضرت علامہؒ کی جانب سے اس میں قاضی کے
مقرر کرنے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے اس وجہ سے مدعا ثابت نہیں ہوا۔

مسئلہ مفقود پر اشکال سے متعلق جواب

دوسری عرض یہ ہے کہ
جس ملک میں مسلمانوں
کی رضامندی سے قاضی کو قوت وشوکت حاصل ہو جائے وہاں پر تو کچھ
گنجائش بھی ہو سکتی ہے لیکن اس ملک میں تقرر عامہ سے کچھ کام نہیں چل
سکتا۔ بلکہ ایک نئے اختلاف کا وسیع باب کھل جائے گا، اس وجہ سے اس
کو صحیح کہنا کسی طریقہ سے قرین قیاس نہیں۔

تین انواع میں سے پہلی نوع یعنی یجعلونه والیاً فیوتی قاضیاً کا واقع ہونا تو ہمارے علاقہ میں بہت دور ہے اور دوسری نوع کا ناکافی ہونا ۳۱ میں مذکور ہوا اور تیسری نوع یعنی دلی الکافر علیھم و رضا المسلمون ممکن ہے لیکن سالہا سال سے برابر کوشش جاری ہے لیکن ابھی روز اول سے اور اگر خداوند قدوس کامیابی بھی عطا فرمادے جب بھی حضرات مالکیہ کے قول کو اختیار کئے بغیر چارہ کار نہیں ہے کیونکہ قاضی کو سپرد کر دینے سے مشکل حل نہیں ہوتی جیسا کہ پہلے خط میں بھی عرض کیا جا چکا ہے۔

۴ پہلے تو صاحب ہدایہ وغیرہ جلیل القدر مشائخ کرام کے خلاف کی جرأت مشکل ہے خاص طور پر جب کہ ان کے قول کی علت یعنی عوام کو دشواری میں پڑجانے کا اندیشہ آج کل بڑھ رہا ہے جس کا مشاہدہ ہے۔

دوسرے یہ کہ مفقود میں تحکیم (یعنی ثالث بنانا) ممکن نہیں ہے کیونکہ اس کے لیے دونوں فریق کی رضامندی شرط ہے اور مفقود الخبر کی رضامندی کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی اس وجہ سے تحکیم (یعنی ثالث بنانے کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی عنہ

خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون یکم محرم الحرام ۱۳۵۵ھ

آپ کا خط بھی مولانا دامت برکاتہم کے ملاحظہ سے گذار دیا تھا اور عریضہ ہذا کی تصویب فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب کو میری جانب سے سلام لکھ دینا اور یہ بھی لکھ دینا کہ آپکی جد وجہد سے دل خوش ہوا دعا برکت کرتا ہوں حق تعالیٰ زیادہ توفیق عطا فرمائے۔

تمت

نوٹ: الحیلۃ الناجزہ بحمد اللہ مکمل ہوگئی آگے کے صفحات میں اکابرین کی تصدیقات پیش ہیں (خورشید حسن قاسمی

تصدیقات حضرات علماء دہلی

از مدرسہ اسلامیہ فتح پوری

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ ہم نے مجموعہ رسائل مفیدہ کا مطالعہ کیا زمانہ موجودہ کے لحاظ سے اس کا ضروری اور از حد مفید ہونا محتاجِ بیان نہیں۔ درحقیقت امتِ مرحومہ کی اس اہم مشکل کا حل حضرت حکیم الامتہ مولانا تھانوی دامت برکاتہم جیسے فقیہہ کامل کا محتاج تھا کہ علوم ظاہری و باطنی کی مہارت و احوالِ زمانہ و مشکلات حاضرہ سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں۔

جناب حضرت قبلہ حکیم الامت نے جو اس کتاب مجموعۂ رسائل مفیدہ میں جن مسائل کو بکمال تحقیق و تدقیق و احتیاط تحریر فرمایا ہے اگرچہ وہ ہم جیسے علماء کی تائید و تصحیح سے اصلاً بے نیاز ہیں لیکن تحصیلِ خیر و ثواب کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہم ان مسائل کی تائید سے افتخار حاصل کرتے ہیں۔

خادم العلماء سلطان محمود عفی عنہ　　محمد شریف اللہ عفرلہ

سجاد حسین بقلم خود مدرس فتح پوری دہلی　　کمترین محمد عبد القادر غفرلہ

۷-۴-۵۲　　مدرسہ فتح پوری دہلی

عبد الرحمٰن عفی عنہ　　محمد محبوب الٰہی　　سعید احمد

مدرس فتح پوری دہلی　　مدرس مدرسہ فتح پوری دہلی

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں نے مجموعہ رسائلِ مفیدہ کے ایک ایک مضمون کو لفظاً بلفظ اور حرفاً

بحرف پڑھا۔ مسائلِ مذکورہ رسالہ ہذا کے باعث ہندوستان میں جس قدر دشواریوں کا سامنا ہوتا ہے وہ اظہر من الشمس ہیں اور ضروریات کے باعث مقلد کو دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دینا یا ضعیف اور مرجوع قول کو مفتی بہ بنانا بھی جائز ہے اور پھر وہ ضرورت بھی کسی خاص شخص کی ساتھ مخصوص نہ ہو۔ بلکہ ابناءِ زماں کے لیے اہم ہو اور ضرورت بھی متقصر ضروریات دنیویہ کی ساتھ ہو نہ ہو بلکہ بہت سی صورتوں میں دین تک افضاء بھی ہو تو ایسی صورتوں میں تو جواز سے بھی بڑھ جانا محلِ استعجاب نہیں۔ چنانچہ رسالہ موصوفہ میں فقہ حنفی کے وہ مسائل جن پر اس زمانہ کی دشواریوں کے باعث عمل درآمد میں صعوبت پیش آرہی ہے وہ سب جمع کئے گئے ہیں اور دفعِ ضرورت کے باعث دوسرے ائمہ کے اقوال پر مع تحقیق وتنقیح تام اور شروطِ ضروریہ فتویٰ دیا گیا ہے رسالہ کا جامع مانع ہونا اور کسی پہلو اور کا نگاہ سے نہ چوکنا وہ تو حضرت مصنف ادام اللہ بالفیوض کا انتساب ہی بتلا دینے کے لیے کافی تھا لیکن رسالہ دیکھنے کے بعد تو اس کا یقین تحقیقی طور پر ہو جاتا ہے پھر مجھ جیسے کی تصدیق تو کیا کسی کی تصدیق بھی رسالہ مذکورہ میں کسی قسم کی تحسین پیدا نہیں کرسکتی۔ لیکن امتثالاً للامر اور نیز کسی صورت سے ہوا پنے نام کی معیت کو بھی یہ ناچیز ذریعۂ نجاتِ آخرت سمجھتا ہے۔ اس لیے ان سطور کو پیش کش کرتا ہوں۔

اشفاق الرحمٰن کاندھلوی مدرسہ فتح پوری دہلی

۲۸ ربیع الاوّل یوم سہ شنبہ ۱۳۵۳ھ

از مدرسہ عبدالرب دہلی

امابعد! بندہ نے اور دیگر مدرسین مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم دہلی نے بغور وخوض مجموعہ رسائل الحیلۃ الناجزہ وغیرہ کو دیکھا درحقیقت حضرت اقدس دام ظلہ العالی نے ان فتاویٰ میں جس تحقیق وتدقیق سے کام لیا ہے اُس کی کما حقہٗ ہم تعریف

نہیں کر سکتے ہیں۔ یقیناً ہندوستان میں موجودہ حالت کو دیکھ کر بجز اس کے کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے کہ مطابق رسالہ ہذا کے علماء فتوے دیں اور حضرت اقدس دام ظلہ نے ایک بہت بڑے فتنہ کا انتظام کلی فرما دیا ہے اور ان کو حق حاصل ہے کہ وہ ضروریات کو ملاحظہ فرما کر کسی دوسرے امام کے مذہب کو اختیار فرمالیں۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

محمد شفیع دیوبندی مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی

محبوب الٰہی غفرلہ دیوبندی مدرس مدرسہ مولوی عبدالرب مرحوم دہلی

از مدرسہ حسینیہ دہلی

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ اما بعد ہم نے "الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزۃ" کو اول سے آخر تک پڑھا اس میں جو کچھ مسائل حاضرہ کے متعلق ہے۔ بالکل صحیح اور درست ہے خدائے تعالیٰ حضرات مؤلفین کی مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر عام مسلمانوں کو ہدایت کی توفیق فرمائے۔ حقیقت میں امت مسلمہ پر ایک بہت بڑا احسان فرمایا کہ ایسے مسائل مہمہ کو بروقت حل فرما کر امت کی صحیح رہنمائی فرمائی۔ خدا تعالیٰ ان حضرات کو احسن الجزاء اور خیر العقبیٰ کی دولت سے مالا مال فرمائے۔

عاجز رشید احمد غفرلہ مدرس اول حسینیہ

خادم الطلبہ کفیل احمد غفرلہ (سند یافتہ دار العلوم دیوبند حال مدرس عربی عربک ہائی اسکول دریا گنج دہلی) ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۳ھ

تصدیقات حضرات علماء میرٹھ

از مدرسہ اسلامیہ صدر بازار میرٹھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

ہم سب نے رسالہ "الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزۃ" کو معہ "المختارات فی مہمات التفریق والخیارات" کو بغور تام وخوض مالا کلام مطالعہ کیا عمدہ العلما والفضلا حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا تھانوی لازالت شموس افاضاتہم بازغۃ نے یہ رسالہ بہ تحقیق انیق ایسا تالیف فرمایا ہے جس کی وجہ سے ہزاروں مُردہ قالبوں میں جان آگئی اور صدہا عفائفِ مظلومہ زندہ ہو گئیں علمائے دین مبین و مفتیانِ شرع متین کے لیے یہ رسالہ غنیمت باردہ ہے خداوند تعالیٰ حضرت مؤلف مدفیوضہم اور اُن کے معاونین کی مساعی جمیلہ کو مشکور فرمائے آمین۔ نیز "حکیم الازدواج معہ اختلاف دین الازواج" ضمیمہ حیلۂ ناجزہ مؤلفہ مولانا محمد شفیع صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند بھی نہایت لاجواب و باصواب ہے اللہ تعالیٰ اُن کو بھی جزاء خیر عطا فرمائے آمین۔

بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ
صدر المدرسین مدرسہ امداد الاسلام
میرٹھ

بندہ محمد
"القاسمی الدیوبندی" مدرس مدرسہ
عربی امداد الاسلام صدر میرٹھ

بندہ سید طاہر حسین غفرلہ
مدرس مدرسہ امداد الاسلام
صدر بازار میرٹھ

بندہ اختر شاہ غفرلہ امروہی
مدرس مدرسہ امداد الاسلام
صدر میرٹھ

از مدرسہ عالیہ شہر میرٹھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً اما بعد بندہ نے حضرت حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی صاحب زید مجدہم کی کتاب "الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزۃ" کا معہ ضمیموں کے بغور تامل مطالعہ کیا۔ درحقیقت کتاب اُن مسائل میں کہ جن کا تعلق قضاء سے ہے نہایت کارآمد اور مفید ہے اور اس کا ہر جزئیہ اور ہر مسئلہ مسلمانوں کے لیے مشعلِ ہدایت ہے اس کتاب سے وہ تمام

دشواریاں جو قاضی شرعی نہ ہونے کے سبب ہندوستان میں رونما ہیں جاتی رہتی ہیں اور ظالم شوہر سے مظلوم عورت کو چارہ جوئی کا موقع ملتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ شدت سے اس پر عمل پیرا ہوں اور حضرات اقدس کے رفعِ درجات اور درازئ ظلِ عاطفت کی دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس چشمۂ فیض کو ہمیشہ جاری و ساری رکھے۔ آمین۔ فقط

مشیت اللہ عفا اللہ عنہ

مدرس مدرسہ عالیہ میرٹھ

از حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھ

مکرم و محترم دام فضلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہم۔ مکرمت نامہ مع رسالہ "الحیلۃ الناجزہ" پہنچا بندہ علیل تھا مگر اسی حالت میں مطالعہ شروع کیا کچھ مطالعہ میں وقت زیادہ صرف ہوا اور کچھ تصحیحِ اغلاط میں پھر جناب کے حکم کی تعمیل میں دوسرے علماء کی تصدیق لینے کے لیے مولوی مشیت اللہ صاحب کے پاس بھیجا کہ یہاں وہی ایک ذوفہم مفتی ہیں تو ۴-۵ دن وہاں مطالعہ و تحریر میں لگ گئے۔ فکر یہ ہوا کہ جناب کو انتظار ہوگا اور تاخیر محمول ہوگی تساہل پر اس لیے صدر کے مدرسہ میں نہ بھیج سکا کہ تین مولویوں کے لیے ۵ دن وہاں لگیں گے اس لیے عریضہ مع تصدیق ارسالِ خدمت کرتا ہوں اور حکم کا منتظر ہوں کہ ضرورت اور وقت میں وسعت ہو تو مطلع فرمادیں صدر بھی بھیج دوں یا شیخ رشید احمد صاحب کو اس میں واسطہ بنایا جاوے تو چونکہ وہ اس مدرسہ کے رکنِ اعظم ہیں ممکن ہے جلد تصادیق آجائیں۔ مجھے شرم آتی ہے کہ تصدیق کنندگان میں نام درج ہو کہ اس فن سے ممارست نہیں اور اپنی عام ضروریات مسائل علماء سے حل کرنا پڑتا ہے پھر ایسے دقیق مسائل میں بالخصوص جہاں مہارت

تام فقیہہ کی ضرورت ہو۔ مگر ہوس شرکتِ مع الاکابر اور امتثالِ امر داعی ہوا تحریر پر لیس میری عدم اہلیت کی رعایت فرماویں تو متروک فرماویں اور ضرورت ہی سمجھیں تو درج فرماویں۔ اس عدم اہلیت کے سبب عام فتاوی پر تصدیق سے ہمیشہ محترز رہا۔ والسلام حضرت کی خدمت میں سلام مسنون فرماویں۔

عاشق الٰہی عفی عنہ
۴ ر جولائی ۲۴ء

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ امّا بعد فقد تشرفت بمطالعۃ هذه الرسالۃ الفائقۃ والضمیمۃ اللاحقه والخلاصۃ الرائقۃ بامعان النظر وحسن الفکر فوجدت الاجوبۃ کلها صحیحۃ بلا ارتیاب واللہ در المجیب اجاد فیما اجاب وبذل الجهد فی تخلیص العاجزۃ فما صاب وما هی باول برکۃ منه فانه للامۃ طبیب وشفقۃ الطبیب علی المریض لیس بعجیب فجزاه اللہ عنا احسن جزائه ومتعنا بطول عمره وبقائه وعلی الامۃ ان یراعوا بالقیود والشرائط المستورۃ حق المراعاۃ ویعضوا علیها بالنواجذ وانها من اهم المهمات ویجتنبوا عن الحریۃ فی الدین واتباع الهوی کما هو دیدن الزمان لانه من الموبقات وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآله وصحبه اجمعین۔ عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی

تصدیقات حضرات علماء مراد آباد

از مدرسہ امدادیہ مراد آباد : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حق حمده والصلوٰۃ والسلام علی افضل الخلق بمجده وعلی

اخوانه من الانبياء والمرسلين وعلى اله وصحبه اجمعين وبعد فقد نظرنا
معشر خدام الملة الاسلاميه بالمدرسة العالية الامداديه في
الرسالة التي صدرت في هذا العصر من صدر من موصد ر هذا
الدهر - وجهبذ اهل التحقيق بالتحقيق - شيخ الشريعة والطريقة
عارف المذهب والحقيقة - اشرف الانام بامر باشرف الجلي مولينا
اشرف على اكرمه الله الولي - وموضوع الرسالة انما هو القول
بفسخ نكاح زوجة العنين والمجنون والمفقود والمتعنت
عند مس الحاجة والضرورة الملجئة - اخذا في جلة هذا الباب
بمذهب سيدنا مالك رحمة الله عليه وعلى جميع المجتهدين - ولا يخفى
ان الفتوى بمذاهب ائمة الهدى لدى الضرورات مسوغ عند المشائخ
واهل الديانات كما ذكر القهستاني في حق المفقود والرملي في المتعنت
واما العنين فالتاجيل ثم التفريق في حقه مشهور عند الحنفية
لا يخفى على اهل الاشتغال بالفقه واما المجنون فاصل حكوا ايضا مما
يوجد له اصل عند الاحناف ولو على مذهب محمد رحمه الله تعالى
لان الحكم بما هو مذهب اصحاب الامام حكم بمذهبه اذا كان
برعاية الاصول المقررة ففي الشامي نقلا عن الدرر من كتاب الدعوى
واما اذا حكم الحنفي بمذهب ابي يوسف او محمد او نحوهما من اصحاب
الامام فليس حكما بخلاف رأيه هذا ولم نراجع في اقوال المالكية
وغيرها الى كتبهم عند المطالعة بل اعتمدنا على المنقول في الرسالة عند
المطالعة فانه نقل ثقة عمن هو عارف بالمنقول عنه وغيرنا قل الا عن
المقول عليه - واما الدنايات للرسالة فمعلوم ان الضرورة ليست فيها

بشدیدۃ مثل ھذہ الحوادث ولاسیما المفقود وغیرہ۔ ومع ذلک لو تحققت فی حادثۃ فلا باس بالفتوی بغیر مذہب الامام اذا الضرورات تسوغ مثل ھذا ولکن یجب علی المفتی ان لا یجعل ھذہ الفتاوی عرضۃ لہ وعلیہ ان لا یتجاوز موضع الضرورۃ فان المقام مقام خطر عظیم واللہ الموفق والمعین۔

والحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ علی رسولہ واٰلہ وصحبہ اجمعین

العبد المفتقر الی رحمۃ ذی المنن محمد مرتضی حسن عفی عنہ

صدر المدرسین بالمدرسۃ العالیۃ العربیۃ الامدادیۃ الواقعۃ بلدۃ مراد آباد

الملتجی الی اللہ مختار اللہ المدعو بمیرک شاہ عفا اللہ عنہ دعاگا صدر الافتاء

بالمدرسۃ العالیۃ الامدادیہ

عبدہ المفتقر الی اللہ الصمد
خلیل احمد کان اللہ لہ مفتی المدرسۃ العالیہ ....
عبد الافقر محمد انور حفظ الاکبر

احقر الزمن
محمد سید حسن عفا اللہ عنہ
محمد فاضل عفی عنہ

از مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد

مولانا المحترم دامت فیوضکم۔
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ باعث سعادت و اعزاز کمترین ہوا۔ احقر ایک ماہ سے دیوبند تھا پرسوں آیا ہے جواب میں تاخیر ہوئی معافی کا خواستگار ہوں۔ رسالہ مبارکہ "الحیلۃ الناجزہ" کو دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ ہنوز امت محمدیہ میں ایسے حضرات موجود ہیں کہ جو مسلمانوں کی ضروریات کو ملحوظ رکھ کر متقدمین کے فتاوی سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ رسالہ کے جملہ مضامین سے بندہ متفق ہے اگرچہ دیکھنے کا موقع نہیں ملا مگر اصل مسئلہ سے

متفق ہوں اس کے علاوہ اکابر علماء کی تصدیق کے بعد میری کیا حقیقت ہے کہ جو خلاف کرسکوں میں تو ایک ادنیٰ درجہ کا طالب علم ہوں ان اکابر کی فہرست میں اپنے نام کو مندرج کرنا ہی مناسب نہیں سمجھتا والسلام حضرت مولانا مدظلہ العالی کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

نیاز مند عبدالحق

از مراد آباد۔ مدرسہ قاسم العلوم شاہی مسجد ۲۲ ربیع الثانی ۵۳ھ

تصدیقات علماء جالندھر (پنجاب)

از خیر المدارس جالندھر شہر عرصہ سے جن ضروری مسائل کے حل کما ینبغی کو آنکھیں ترس رہی تھیں۔ الحمد للہ کہ مجموعہ "الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزۃ" اور اس کے تتمات میں جس غایۃ احتیاط اور بلیغ جدوجہد سے ان کو کما حقہا حل فرمایا گیا ہے وہ حضرت العلامۃ شیخ المشائخ مجدد الملۃ حکیم الامۃ حضرت مؤلف مدظلہم العالی اور ان کے معاونین کا ہی خاص ہے۔ حق تعالیٰ سب کے فیوض وبرکات کو تادیر قائم ودائم رکھے۔ آمین۔ الحاصل جملہ جوابات صحیح وحق ہیں۔

العبد	العبد
احقر خیر محمد عفی عنہ	بندہ محمد رمضان عفی عنہ
ناظم وصدر مدرس مدرسہ خیر المدارس جالندھر	مدرس مدرسہ عربی خیر المدارس شہر جالندھر
۱۸ ربیع الاول ۵۳ھ	۱۸ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ
العبد	العبد
محمد علی مدرس مدرسہ خیر المدارس جالندھر شہر	عبداللہ عفی عنہ رائے پوری مدرس مدرسہ خیر المدارس
۱۸ ربیع الاول ۵۳ھ	شہر جالندھر ۱۸ ربیع الاول ۵۳ھ

بگرامی خدمت قطب الارشاد والتکوین سیدی ومرشدی حضرت مولانا صاحب مدظلہم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، "الحیلۃ الناجزہ" کے متعلق مدرسین کے دستخط ارسال کرنے کے ساتھ ایک مشورہ عرض کرتا ہوں اور دعا کا متمنی ہوں

مشورہ

صورت مرقومۃ الذیل بھی کثیر الوقوع ہے اگر اس کا حکم زوجۂ غائب غیر مفقود کے احکام کے ضمن میں نہ سمجھا جاتا ہو تو بطور ضمیمہ کہیں ذکر فرما دیا جائے۔

وہ صورت یہ ہے کہ بہت سے آدمی عمر بھر کے لیے قید ہو جاتے ہیں اور اُن کی زوجات کی دو حالتیں ہوتی ہیں۔ وجود نفقہ اور عدم وجود نفقہ علی ہذا صبر علی التجرد اور مظنۂ ابتلاء در زنا۔ ایسے اشخاص کی زوجات کے لیے بھی مخلص شرعی کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ والسلام

احقر خیر محمد از جالندھر
۱۸ ربیع الاول ۵۲ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد۔ فیقول حسین علی بن محمد بن عبد اللہ۔ حق تعالیٰ ان علماءِ کرام کو جزاءِ خیر عطا فرمائے نہایت احسن کام کیا ہے

---

[1] جب ان کا پتہ معلوم ہے تو وہ غائب غیر مفقود ہیں اور غائب کے احکام رسالہ میں مفصل موجود ہیں جس کا مستقل عنوان یہ ہے "حکم زوجۂ غائب غیر مفقود" لہٰذا کسی اضافہ کی حاجت نہیں   حقیر عبد الکریم عفی عنہ

ان علماءِ کرام کی خدمت میں عرض باادب ہے۔ چودہ یا[1] پندرہ سال قید والا مثلاً جو ہووے اس کی عورت کا حکم بھی کچھ تحریر فرمائیں۔ اور طلاق و نکاح بالاکراہ بہت ہو رہی ہیں اس کا بھی حیلہ[2] فرمائیں۔ جزاکم اللہ تعالیٰ عنا احسن الجزاء وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

از مدرسہ رشیدیہ رائپور ضلع جالندھر

از بندہ فقیر اللہ عفا اللہ عنہ بخدمت جناب مولانا مولوی شبیر علی صاحب دامت برکاتہم وفیوضہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' امابعد گذارش کہ رسالہ "حیلۂ ناجزہ" بنام مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ ہذا پہنچا چونکہ مسائل لکھنے کا کام یہاں احقر کے متعلق ہے اس واسطے بندہ نے ہر سہ رسائل حیلۂ ناجزہ ومختارات وحکم ازدواج کا بتمامہا از اول تا ص ۱۰۲ مطالعہ کیا فتاویٰ مالکیہ ومرقومات کا تاحال بوجہ عجلت جواب مطالعہ نہیں کیا۔ حضرت مولانا حکیم الامۃ دام فیوضہم کا اہل اسلام پر بہت بڑا احسان ہے کہ حضور نے بہت بڑی مشقت برداشت فرما کر ان تمام مسائل کو صرف حل ہی نہیں کیا بلکہ بہت سی مشقتوں سے سبکدوش کر دیا۔ زوجہ مفقود الخبر کے فسخ

---

[1] جس قیدی کا پتہ معلوم ہو وہ غائب غیر مفقود ہے اور جس کا پتہ معلوم نہ ہو وہ مفقود ہے اور ہر دو کے احکام بعنوان مستقل رسالہ میں مفصل مذکور ہیں ۱۲ احقر عبدالکریم عفی عنہ

[2] اول تو اس کے لیے کوئی حیلہ اس وقت پیش نظر نہیں دوسرے کوئی حیلہ اس باب میں کارگر بھی معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ دوسرا فریق جب قوت زیادہ رکھتا ہے تو حیلہ کی مزاحمت کر سکتا ہے۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امراً۔

عبدالکریم عفی عنہ

نکاح کا فتویٰ تو مدت سے بہت علماء حنفیہ دیتے تھے۔ مگر قضاءِ قاضی کا عند المالکیہ شرط ہونا اس کی طرف کسی نے توجہ نہ کی تھی اس غلطی کو حضرت مولانا دامت برکاتہم نے ہی رفع کیا ہے۔ مرتدہ کے عدم فسخ نکاح کو ترجیح دی ہے۔ یہ بہت ہی احسن ہے باقی تمام مسائل بھی اچھی طرح حل فرما دیئے جزاهم الله احسن الجزاء۔

اب اہلِ علم و فہم کے لیے ضروری ہے کہ عاجزہ و ناشزہ میں تحقیق سے غور و فکر کو کام میں لائیں بلا تدبیر کوئی فیصلہ نہ کریں جس طرح عاجزہ کو تکلیف ہوتی ہے اسی طرح ناشزہ کے ہاتھ سے بھی بہت لوگ تکالیف برداشت کرتے ہیں۔ تحقیق و تسہیلِ مسائل میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا گیا کاش کہ لوگ شرائط کے ساتھ ان پر عمل کریں۔ زیادہ کیا عرض کیا جائے۔ فقط

الراقم بندہ فقیر اللہ عفا اللہ عنہ

مدرس مدرسہ رشید یہ رائپوری ڈاکخانہ جہت پور ضلع جالندھر

الجواب صحیح: فضل احمد مہتمم مدرسہ رائپور گوجران

الجواب صحیح: ابراہیم عفی عنہ مدرسہ عربیہ جگراؤں ضلع لودھیانہ

الجواب صحیح: عبد العزیز عفی عنہ مدرس مدرسہ رائپور ضلع جالندھر

الجواب صحیح: محمود بہروی بقلم خود

الجواب صحیح

عبد الکریم عفی عنہ

بگھیلہ ڈاکخانہ جہت پور ضلع جالندھر

تصدیق از مدرسہ راندیر ضلع سورت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

للہ الحمد ہر آں چیز کہ خاطر می خواست
آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

اما بعد! ایک عرصہ سے جس چیز کی ضرورت محسوس ہوتی تھی اور اس کے حل کی تلاش کیا جاتا تھا الحمد للہ اس کو رسالہ "الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ" نے پورا کر دیا۔ میں نے اس رسالہ کو اول سے آخر تک بغور پڑھا مفقود، مجنون، متعنت وغیرہ کے احکام اور ان کی دشواریوں کو دور کرنے میں یقیناً رسالہ مذکور نے برمحل ہماری رہبری کی اور ایک حد تک ہماری مشکلوں کو دور کر دیا۔ ہندوستان میں موجودہ حالات کے اعتبار سے بجز اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں کہ علماء احناف اور مفتیانِ مذہب حنفی ان صورتوں پر عمل کریں اور انھیں کے مطابق فتویٰ دیں جن کو رسالہ مذکورہ میں حل کیا گیا ہے موجودہ دور میں جن کے حل کی بہت ضرورت تھی تاکہ اُس مظلوم اور بے بس طبقہ کی گلو خلاصی ہو سکے جس کی زندگی حل نہ ہونے کی وجہ سے تلخ ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف دامت برکاتہم کو اس کی جزائے خیر دے کہ انہوں نے امتِ مرحومہ کی دشواری اور مصیبت کا لحاظ کرتے ہوئے سعیٔ بلیغ اور جدوجہد کو کارفرما کر ایسی سہل صورت پیدا کر دی اور تنگیٔ مذہب کا الزام دور کر دیا جو فی حد ذاتہ بھی غلط اور عدم علم پر مبنی تھا۔ اسی طرح ان معاونین کو بھی جزائے خیر عنایت کرے جنہوں نے اس رسالہ کی ترتیب وغیرہ میں حصہ لیا ہے۔

جنونِ اصلی اور جنونِ مستوعب اور جنونِ طاری اور جنونِ عارض کی تفسیر بدائع کتاب الصوم ص۸۸ ج۲ وص۸۹ ج۲ وص۲۴۵ ج۲ باب الولایۃ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

واما المجنون جنونا مستوعبا بان جن قبل دخول شهر رمضان واناق

بعد مضیۃ فلا قضاء علیہ عند عامۃ العلما الخ بخلاف المجنون المستوعب الخ لان المجنون المستوعب فلما یزول الخ ویستوی الجواب فی وجوب قضاء ما مضی عند اصحابنا فی الجنون العارض ما اذا افاق فی وسط الشهر او فی اوله حتی لو جن قبل الشهر الخ واما المجنون الاصلی وهو الذی بلغ مجنونا ثم افاق فی بعض الشهر الخ عن ابی یوسف فی صبی له عشر سنین فلم یزل مجنونا حتی اتی علیه ثلاثون سنة او اکثر الخ بخلاف الجنون العارض فان هناك زمان التکلیف حق الجنون الا انه عجز عن الاداء بعارض فاشبه المریض الخ ولو افاق المجنون جنونا عارضا فی نهار رمضان قبل الزوال فنوی الصوم اجزاه عن رمضان والجنون الاصلی علی الاختلاف الذی ذکرنا اھ والمجنون الکبیر والمجنونة الکبیرة یزوج عند اصحابنا الثلاثة اصلیا کان الجنون او طارئا بعد البلوغ اھ والجنون اذا استحکم وهو الطویل منه فلما یزول وروی عن محمد ان الجنون القصیر بمنزلة الاغماء اھ (بدائع ص۲۴۶)

میرے خیال میں جنونِ اصلی اور غیر اصلی و طاری وغیر طاری اور غیر مستوعب اور عارضی اور غیر عارضی اور حادث وغیر حادث کی تفسیر ان عبارتوں سے متعین ہو سکتی ہے۔

الغرض رسالہ علماء و مفتیینِ زمانہ کی دشواریوں کے حل کے لیے بے حد مفید ہے

۱؎ لعل لفظة وهو سقطت من الکاتب ۱۲ سید مہدی حسن غفرلہ

۲؎ ان عبارتوں میں بھی کسی جگہ حادث کی تفسیر موجود نہیں اس لیے جنون اشکال زائل نہ ہوا اور مجنون کے متعلق جس احتیاط کو "حیلۂ ناجزہ" میں احتیاط کہا گیا ہے کہ حادث و مطلق ہر دو صورت میں سال بھر کی مہلت دی جائے اس احتیاط کی ضرورت ہے عبدالکریم عفی عنہ

اور بہت سی سہولتیں پیدا کر دینے والا ہے اور آئے دن کی مظلوم عورتوں کی تکالیف کا بہت بڑی حد تک رافع ہے کاش ہندوستان کے جملہ علماء حنفیہ اس پر متفق ہو جائیں اور اگر ان کے علم میں اس سے زیادہ سہولت کی روایتیں کتب فقہ احناف میں موجود ہوں تو ان سے دریغ نہ فرمائیں۔ نیز شرائطِ مبینہ فی الرسالہ پر زیادہ توجہ کو مبذول فرمائیں اور اگر کتبِ فقہ احناف کی ورق گردانی کی جائے تو ممکن ہے کچھ اور بھی آسانی کی صورت نکل آئے۔ رسالہ مذکورہ کی ترتیب و تدوین لائقِ صد تحسین و تائش ہے اوصی بوصیۃ شوجن ان اطیق ابجنون حتی بلغ سنۃ اشھر بطلت اھ (درمختار کتاب الوصیۃ) دراجع صہ ۴۲۹ من رد المختار وفی صہ ۱۳۹ من التتارخانیۃ وشمول الجنون اکثر السنۃ اطباق عند الامام الثانی وفی روایۃ عنہ ان اکثر من یوم ولیلۃ فاطباق وقال محمد سنۃ کاملۃ وقدرہ فی روایۃ بتسعۃ اشھر وقدرہ الامام فی روایۃ بشھر وبہ یفتی ولم یقدرہ بشئ فی اخری اھ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

میرے ناقص خیال میں مفقود کے لیے ایک سال کی روایتِ ثانیہ زیادہ سہولت پیدا کرنے والی ہے جو علامہ الفاہاشم کے فتویٰ میں ہے اگر مخصوص شرائط کے ساتھ اور مخصوص حالات میں اس پر عمل کیا جائے تو زیادہ بعید نہ ہو گا۔ لان الامر اذا ضاق اتسع مؤلف دامت برکاتہم کا بھی اسی طرف رجحان معلوم ہوتا ہے اور سال کی ابتداء وقت مرافعہ سے شمار کی جائے کہ اس کے نظائر میں مالکیہ نے اعتبار کیا ہے۔ چنانچہ مؤطا مع التور تانی صہ ۳ باب اجل الذی لایمس امرأۃ میں مرافعہ کے دن سے ایک سال کا اعتبار کیا ہے۔ والعلم عند اللہ تعالیٰ۔ وھو فی اعناق العلماء امانۃ۔

کتبہ سید مہدی حسن غفرلہ مفتی راندیر ضلع سورت۔ یکم اگست ۳۲ء

تصدیقات علماءِ امرتسر

از مدرسہ نعمانیہ امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ الات حافزہ کے پیشِ نظر یہ رسالہ مسلمانوں کی اہم مشکلات کا بہترین حل ہے۔ جملہ مسائل زیرِ بحث کی ایسی جامع و مانع تحقیق و ترتیب حضرت حکیم الامت مدظلہ جیسی جامع کمالات ہستی کا ہی کام ہے۔ اس رسالہ کی تالیف سے حضرت نے مسلمانانِ ہندوستان پر عموماً اور علماء حنفیہ پر خصوصاً بڑا بھاری احسان کیا ہے۔ روزمرہ کی مشکلات کا بہترین اور صحیح ترین حل تجویز کر دیا گیا ہے۔ جو علماء حنفیہ کے لیے مشعلِ ہدایت کا کام دے گا۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے فیوض و برکات سے مسلمانانِ عالم کو بہرہ ور فرمائے۔

محمد حسن صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ (مفتی امرتسر)

عبدالرحمٰن عفا اللہ عنہ ۔ مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر

عبدالمجید مدرس مدرسہ نصرۃ الحق امرتسر

محمد بہاء الحق قاسمی ابن حضرت مولانا مفتی پیر غلام مصطفے صاحب قاسمی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ۔

غلام محمد عفی عنہ امام جامع مسجد شیخ خیر الدین مرحوم امرتسر

اصحاب الدین عفی اللہ عنہ مدرس مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر

محمد نور عالم مدرس عربی مسلم ہائی اسکول امرتسر۔

خاکسار حکیم محمد عبدالخالق عفا اللہ عنہ چوک فرید امرتسر

خاکسار عمر الدین شیخ (مولوی فاضل) قادیان ضلع گورداسپور۔

تصدیق از مدرسہ بہاولپور

از مدرسہ عربیہ احمد پور شرقیہ بہاولپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
بعد حمد و صلوٰۃ عرض ہے کہ فدوی
نے ایام قیام تھانہ بھون میں رسائل "الحیلۃ الناجزۃ" وملحقات کو بغور دیکھا صحیح پایا اس فتن کے زمانہ میں ان مسائل کی اشاعت نہایت ضروری تھی۔ جو حضرت والا دامت فیوضکم کی سعی سے ظہور میں آئی۔ اللہ تعالیٰ حضرتِ والا کے فیوض ظاہریہ و باطنیہ کو ہم غلاموں کے سروں پر بعافیت قائم و دائم رکھے اور حضرت والا و دیگر سعی کنندگان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔ فقط

المحــــرر

واحد بخش مدرس اوّل مدرسہ عربیہ احمد پور شرقیہ
ریاست بہاولپور۔ حال مقیم خانقاہ تھانہ بھون

تصدیقات علماءِ کراچی

از مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ کراچی

الحمد للہ و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ۔ امابعد احقر نے
رسالہ (الحیلۃ الناجزۃ للحیلۃ العاجزۃ) بہت ہی غور و خوض سے دیکھا۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ ان مسائل کے حل کے لیے دیارِ ہندیہ میں بہت ہی ضرورت تھی۔ جناب حضرت مؤلف مدظلہم العالی اور ان کے معاونین کو حق سبحانہ و تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ ان حضرات نے باوجود مشکلاتِ دورِ حاضرہ بہت ہی تحقیق و تدقیق کے ساتھ ان مسائلِ واقعہ کو بہ نہج علماءِ کرامِ حنفیہ

رحمہم اللہ تعالیٰ۔ باحتیاط تام حل فرما کر جمیع علمائے ہند پر احسان فرمایا۔

حقیر جملہ علمائے کرام دیارِ ہندیہ کی خدمتِ اقدس میں عرض کرتا ہے کہ فتوئ مذکورہ کو بالضرور دستور العمل فرما دیں

خود حضرات علمائے کرام حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے مسائلِ حاضرہ دقیقہ پر اسی طرح عمل کر کے پس آیندوں کے لیے راہِ عمل بیان فرما کر اجازت دے دی ہے کہ جزئیات مسائل میں جو آئندہ زمانہ کے مختلف ادوار میں واقع ہوتے جائیں اسی طرح عمل کیا کریں۔

ھٰذا والعلم عند اللہ سبحانہ وتعالیٰ

حررہ المسکین محمد صادق عفی عنہ

مہتمم مدرسہ مظہر العلوم محلہ کھڈہ کراچی سندھ

ہم ذیل کے دستخط کنندگان مدرسین مدرسہ مظہر العلوم نے بھی رسالہ مذکورہ کو مطالعہ کیا ہم بھی جناب مہتمم صاحب کے لکھے ہوئے کی شرعی طور پر تصدیق کرتے ہیں۔ محمد صدیق عفی عنہ۔ افضل احمد غفر لہ۔ عبد الصمد سر بازی غفر لہ۔

بندہ محمد عفاء اللہ۔ ۱۸ ربیع الثانی ۵۳ھ

تصدیقات علماء گوجرانوالہ

از مدرسہ انوار العلوم گوجرانوالہ

مکرم ومحترم جناب مولانا محمد شبیر علی صاحب زیدت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ آپ کا ہدیہ سنیہ (رسالہ الحیلۃ الناجزہ) موصول ہوا حسب الارشاد بندہ نے دیکھا مجھے اس کے جملہ جوابات سے اتفاق ہے کہ وہ صحیح ہیں۔ اس سے ایک حد تک ارتداد کا سدباب ہو جائے گا۔ جزا

کو اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیرًا۔ فقط والسلام

علی الاحبۃ الکرام محمد عبد العزیز از گوجرانوالہ مسجد جامع

مورخہ ۵ ربیع الثانی ۵۴ھ

میں نے بعض مقامات سے رسالہ (الحیلۃ الناجزہ) کو دیکھا ہے واقعی موجودہ

ضرورت کو بطریق احسن پورا کر دیا ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء

محمد چراغ مدرس مدرسہ انوار العلوم جامع گوجرانوالہ

۱۸ ر جولائی ۳۴ء

وباللہ التوفیق۔ مجموعہ رسائل کا مطالعہ کیا۔ سب جوابات صحیح ہیں۔ فقہاء

متقدمین و متاخرین کے مسالک کو نہایت واضح کیا گیا ہے۔ ہندوستان میں ایسے

امور کی بڑی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ جزاءِ خیر دے حضرت حکیم الامت ادام

اللہ ظلہ، کو جن کی سعئ بلیغ سے ان مشکلات کا حل لوگوں تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ

ان رسائل کو عامۂ مسلمین کے لیے نافع بنائے۔ آمین

محمد خلیل عفا اللہ عنہ

مدرس مدرسہ انوار العلوم جامع مسجد گوجرانوالہ

وقتی ضروریات کو رسالہ موصوفہ میں جمع فرما کر آپ نے تمام مسلمانوں کو مرہونِ

منت کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سعی بلیغ کے مقابلہ میں جزائے خیر سے مشرف فرمائے

عبد الواحد مدرس مدرسہ انوار العلوم جامع مسجد گوجرانوالہ

تصدیقات علماء کشمیر

از دار الفتاوی سوپور کشمیر

احقر نے کتاب الحیلۃ الناجزہ للحلیلۃ العاجزہ کا مطالعہ غور و خوض سے کیا۔ شروع کے

معیار میں اعلیٰ واکمل پائی۔ یہ کتاب جواہراتِ ثمینہ سے مشحون ومزین ہے۔ اس کتاب میں ایسے نقول ہیں جو کہ علامہ فحول اور نکتہ رس اس کے کنہ وحقیقت میں بلا تامل نہیں پہنچ سکتا ہے اس میں ایسے مفصلات منحل ومنجسک ہوئے ہیں جو کہ آج تک صفحۂ روزگار میں نمایاں نہیں دیکھے۔ اور آج تک کسی عالم فاضل نے ان کا نقشہ بحیثیتِ مجموعیت نہیں کھینچا۔

التماس

اس کتاب کے انطباع کرانے میں کئی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں لیکن وہ بسقت قلم ناسخ سے ہیں۔ اگرچہ مصحح نے اغلاط نامہ کتاب کے ابتداء میں مع الفاظِ صحیحہ تسوید فرمائے ہیں لیکن بعض جگہ ابھی لفظی کئی غلطیاں رہ گئی ہیں ان کے تدارک کا جناب مصنف یا مصحح سے توقع ہے۔ تاکہ کتاب کی وقعت ان اغلاطِ ناسخ سے کم نہ ہو جائے مطالعہ کرنے والے کو۔

حقیقت

الحمد للہ والمنۃ صاحبِ کتاب نے زمانہ ضرورت کے دوران میں چارسوئی ظلمت میں چراغِ ہدایت منجلی وروشن فرمایا تاکہ کسی عابر کو شکوک کے کانٹے طلب کے پاؤں میں چبھ نہ جائیں۔ فقط

العبــــد

خاکسار عبد الجبار مفتی وامام مسجد جامع سوپور کشمیر

جناب مولانا عبد الجبار صاحب مفتی وامام مسجد جامع سوپور کشمیر کی مذکورہ بالا عبارت سے میرا اتفاق ہے مزید یہ ہے کہ موجودہ وقت کے مکدّر فضا اور متعدد کمزوریوں کے باوجود ایسے اہم مسائل کا حل صرف کمالات حضرت مصنف صاحب سے ہی ہے۔ تعریف کی ضرورت نہیں، وقت خود بتلا دے گا۔ فقط

خادم المسلمین مفتی محمد یٰسین صدر کانفرنس
و مفتی دار الفتویٰ سوپور کشمیر

تصدیقاتِ علماءِ ڈھاکہ

از مدرسہ عالیہ ڈھاکہ مکرمی زید مجدہٗ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہٗ۔ آپ کا شکرگذار ہوں کہ اس رسالہ ملکوتیہ اور اس کی ملحقات سے مشرف فرمایا۔ تصدیق حاضر ہے اور بھی حاصل کرنے کے لیے کوشش کروں گا۔ اور التماس ہے کہ حضرت والا مولانا صاحب کی نظرِ انور سے اس کو گذاریئے مشکور ہوں گا۔ والسلام

محمد اسحٰق عفی عنہ البردوانی ۳۰؍ ربیع الاوّل جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی بیدہ النقد التحقیق۔ والصلوٰۃ والسلام علی من ھو بالاھتداء حقیق وعلی اٰلہ واصحابہ الذین سلکوا مناھج الحق بالتصدیق ۔ امابعد فانی قد طالعت حرفا حرفا ھذہ الصحیفۃ الملکوتیۃ الملقبۃ بالحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ فوجدتھا تروق النواظر وتجلوا الخواطر۔ والحق اقول انھا مذللۃ للصعاب ومسھلۃ لما ارید فی ھذا الباب ومخرجۃ للمظلومات من الظلمات وضجیۃ لھن من لجج المشکلات مسائلھا مشیدۃ المبانی درصیفۃ المعانی مستقیمۃ سمتا۔ لاتریٰ فیھا عوجا ولا امتا۔ کیف لا ند حققھا واتقنھا وبصنوف التحقیقات والتدقیقات زینھا شیخنا وشیخ الاسلام الحبر المقدام والبحر الطمطام ؎

بحرٌ ولکن الطفاوۃ عنبر   مزنٌ ولکن تقیوث جواھر

قدوة المحققين عمدة الراسخين كاشف السر الخفي والجلي مولانا
محمد اشرف علی مد ظله العالی صاحب الانفاس القدسیه والنفحات
الانسيته لازالة انوار فیوضیه مشرقة وبحار علومه متدفقة ولعمري
انما الحرية بان تسمى بالحيلة الناجزة لتخلية للحيلة العاجزة اذ بها لم
شعثها واصلاح ر لها فاطال الله بقائه مدى الليالى والايام. اذ وجوده و
بقائه نعمة ونجاة للانام. رای تعلیقهن وخلتهن فاظهر لهن سبيلا
للخلاص حين نادوا ولات حين مناص. فيا ربنا هب له من لدنك
رحمة انك انت الوهاب الرحيم. اللهم تقبل منا انك انت السميع العليم
وانا العبد المفتاق الى رحمة ربه الخلاق محمد اسحق عفی عنه.
البردوانی موطنا والاشرفی تلمذا الحنفى مذهبا مسائل المختارات
كلها صحيحه.

محمد اسحق البردوانی ۲۸ ربیع الاول ۵۳ھ

رسالة حكم الازدواج صحيحة لامرية فيها محمد اسحق البردوانی
الرسائل كلها صحيحة نافعة جدًا

العبد

محمد ارشاد الله عفى عنه معلم العربية فى الكلية الاسلامية بدكه

نحمدك يا من الهمت قلوب اولياءك ما وصلوا به لمرضاتك و
اتحفتهم من الفقه عنك ما حازوا به اسرار خصوصياتك ونصلى ونسلم
على سيدنا محمد القائل من يرد الله به خيرًا يفقهه فى الدين وعلى آله
واصحابه اجمعين. اما بعد فقد سرحت نظرى وطرحت فكرى فى

ثلث رسائل مبتكرة تحت عنوان الحيلة الناجزة للحيلة العاجزة مع ضميمتها البديعة التي لم تنسج على منوالها فايم والله لو عاينها الامام الذي قيل فی حقه من اراد التبحر فی الفقه فهو عیال علی ابی حنیفةؒ لعاد قائلا ان المولف قد كشف الغمة عن مهمات الامه فان الحوائج البشرية قد تنوعت انواعا لا تكاد تحصيها العقول ولا يحتوی علی بعضها اسقول ولكن التقصی عن كل امر مسئول فكانت الحاجة ماسة الی مثل هذه الرسائل الانيقة الباحثة عن المسائل البديعة العميقة فجاءت بحمد الله لا تكاد العيون تری مثلها وكيف لا وقد نسج بردها من حارث الافكار فی ثنائه وتقاصرت العقول دون وصفه والحقيق ان يقال ؎

بالله زدنی من حديث به	اصبحت نشوانا كحاسر المدام
من لی بمن ثابت من هجره	شرقا جری فی مهجتی والعظام
الجهبذ الظريف بحاله يعلے	اشرف العلی الخبر عالی المقام
لا زال فی خير وفی رفعة	شمو علی السبع الطباق الغمام

المسود الفقير

شمس الدين غفرلهٗ الحنفی مذهبًا والديوبندی

تلمذًا من اهالی ڈھاکہ بنگالہ ۸ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ

حضرت اقدس مدظلہ العالی۔ بعد آداب وتسلیمات کے عرض ہے خدا حضور کو بخیریت رکھے۔ "الحیلۃ الناجزہ" کو بندہ نے بغور ملاحظہ کیا۔ اس مجتہدانہ تحقیق سے کہ اس میں ہر پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور فروع کو اصل کے ساتھ مربوط رکھتے ہوئے جو حکیمانہ وعالمانہ جواب تحریر فرمایا گیا ہے ہر لفظ پر کلمۂ تحسین زبان سے نکالنے کو جی چاہتا تھا۔ اس کی بڑی ضرورت تھی کہ حضرت علامہ

کے مبارک ہاتھ سے اس کو اللہ نے پورا فرمایا جزاکم اللہ عن المسلمین خیر الجزاء
میں اس صحیفۂ ملکوتیہ کی ہر بات سے متفق ہوں۔ لیکن مجنون[1] کی خلوتِ صحیحہ کے متعلق
جو حاشیہ ص ۴۵ میں مذکور ہے قدرے خلجان ہے۔

---

[1] حضرت اقدس دام مجدہم نے ارشاد فرمایا کہ مجنون بعض اوصاف میں مشابہ صغیر کے بھی ہے اور بعض اوصاف میں نائم کے بھی۔ مگر دیکھنا یہ چاہیئے کہ اس مقام پر کس وصف کو زیادہ دخل ہے صغیر کی خلوت کو بوجہ عدیم الشہوۃ ہونے کی غیر صحیح قرار دیا گیا ہے اور مجنون عدیم الشہوۃ نہیں کما فی الشامیۃ عن البحر باب العنین تحت قول الدر لغلوجب بعد وصولہ الیھا مرۃ اور نائم صاحب شہوت ہے مگر نوم کی وجہ سے فاقد الشعور ہے اور یہی حالت مجنون کی ہے گو اتنا فرق ہے کہ نوم عادۃً سریع الزوال ہے بخلاف جنون کے اور یہ فرق حکم میں مؤثر نہیں انتہیٰ قولہ الشریف اور مخاطب و مکلف ہونے نہ ہونے کو اس میں دخل نہیں کیونکہ مراہق کی خلوت صحیح ہے۔ حالانکہ وہ مکلف نہیں اور نائم کی خلوت صحیح ہونے میں جو اختلاف ہے یہ مضر نہیں جو اس کی صحت کا قائل ہے اس کے قول پر قیاس ہو جائے گا۔ اور اختلاف تو مجنون کے مانعِ خلوت ہونے میں بھی ہے کما قال الشامی تحت قول الدر او مجنونا او مغمی علیہ) وقیل یمنعان فتح قلت بظھر الی المنح فی المجنون لانہ اقوی حالا من الکلب العقور تامل۔ دراصل فی صحت و عدم صحت خلوت کا اس پر ہے کہ مانع عن الوطی ہے یا نہیں سو صغیر مانع ہے بعدم الشہوۃ اور جنون مانع نہیں اور نوم کو بظاہر مانع ہے مگر بوجہ سریع الزوال ہونے کے اس کو قول امام پر غیر مانع قرار دیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ جنون کو نوم پر قیاس کرنا بالکل درست ہے۔ بلکہ زیادہ غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرات نوم کو مانع کہتے ہیں ان کے قول پر بھی جنون کو مانع قرار دینا لازم نہیں کیونکہ نوم ظاہراً تو مانع ہے جنون ظاہراً بھی مانع نہیں گو عدم شعور میں ایک گونہ مشابہ نوم ہے۔ ھذا ما عندنا واللہ اعلم

احقر عبدالکریم عفی عنہ

۵ ربیع الثانی ۵۳ھ

اس لیے ادب سے استفادۃً عرض ہے کہ فقہاءِ کرام نے صغیر غیر قادر علی الجماع کے متعلق تصریح فرمائی ہے کہ اُس کی خلوت صحیح نہیں ہے فی الشامیۃ ص۵۲۳ وفی خلوۃ الصغیر الذی لایقدر علی الجماع قولان وجزم قاضیخان بعدم الصحۃ فکان ھو المعتمد ولذا قیدہ فی الذخیرۃ بالمراھق اھ وکذا فی مجمع الانہر ص۳۲۹ اسی طرح وجودِ ثالث کے مانع خلوت ہونے سے صغیر لایعقل کو مستثنیٰ کر دیا۔ فی الدر المنتقی علی حاشیہ مجمع الانہر ص۳۲۹ بخلاف صغیر لایعقل الخ رہا مجنون سو اس کو دوسرے کی خلوتِ صحیحہ متحقق نہ ہونے کے لیے یا ہونے کے لیے ملحق اور مشابہ بالصغیر کہا گیا ہے۔ فی العالمگیریۃ ص۴۲۹ (مطبوعہ کلکتہ) والمجنون والمعتوہ کالصبی فان کانا یعقلان فلیست بخلوۃ وان کانا لایعقلان فھی خلوۃ کذا فی السراج الوھاج اور جنون صغیر نوم ہر چند کہ عوارض سماویہ ہونے میں متساوی ہیں۔ لیکن نوم مؤخر خطاب ہے نہ مسقط اور صغر کے ساتھ شبہ اور الفس ہے اور عبارت عالمگیریہ بھی اسی کی طرف قریب قریب تصریح کر رہی ہے۔ پس جب جنون دوسری کے خلوت کے مانع ہونے یا نہ ہونے میں مشابہ صغیر ہے تو خود اُس کی عدم تحقق خلوت میں بھی اُسی کے مشابہ ہوگا۔ فکان شبہ الجنون ما یصغر اجلی واولی فلم تکن خلوتہ صحیحۃ۔ ونیز تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء نے جنون کو کہیں مشابہ نوم نہیں فرمایا ہے اور پھر نائم کی خلوت کو صحیح قرار دینا یہ بھی متفق علیہ نہیں ہے۔ کما یفھم من العالمگیریۃ ص۴۰۳ (کلکتہ) ولو دخلت علی زوجھا وھو نائم وحدہ صحت الخلوۃ علم بدخولھا اولم یعلم وھذا الجواب محمول علی قول ابی حنیفۃؒ لان عندہ للنائم حکم الیقظان کذا فی الظہیریۃ۔

حضرتِ والا کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اب جو مرضی ہو۔ ان صح فمن

اللہ والا فمن ھذا العبد الضعیف الخویدم۔

محمد اسحٰق عفی عنہ
کارکن باڑی ڈھاکہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ

آراء حضرات علماء بہار

از امارتِ شرعیہ بہار محترم المقام جناب مولانا محمد اشرف علی صاحب زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

جناب کا مرسلہ رسالہ مجموعی رسائل (الحیلۃ الناجزہ) میری غیبت میں پہنچا میں سفر میں تھا۔ اس لیے آج تک دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ جناب کا نہایت شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس ناچیز کے پاس بھیج دیا۔

اس وقت جزو دوم کا مقدمہ سرسری طور پر دیکھا دار الکفر میں قضا بین المسلمین کی ضرورت کو پوری کرنے کے لیے فقہاءِ حنفیہ رحمہم اللہ نے جو صورت تجویز فرمائی ہیں وہ نہ معلوم کیوں اس رسالہ میں مذکور نہ ہوئیں۔ یعنی یصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین۔ اور ان یتفقوا علی واحد یجعلونہ والیاً فیولی قاضیاً الخ۔ اور جب یہ صورت موجود ہے تو پنچایت کی صورت اختیار کرنا بلا ضرورت مسئلہ غیر کا اختیار کرنا ہوگا۔ اس مسئلہ کی بابت شامی بحر نہر۔ فتح القدیر وغیرہ میں جو عبارتیں ہیں وہ آپ سے پوشیدہ نہ ہوں گی مگر سہولت کے لیے مولانا محمد علی مونگیری کا خطبہ روانہ خدمت کرتا ہوں جس میں وہ تمام عبارتیں مذکور ہیں تاکہ جناب آسانی سے ان سب پر پھر غور کر سکیں افسوس ہے کہ آج ہی چند گھنٹے کے بعد پھر باہر سفر میں جا رہا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ اچھی طرح مطالعہ کے بعد جو کچھ عرض کرنا ہوگا عرض کروں

لہ اس کے بعد ایک خط میں خفلہ تضاء فی الکافر پر اشکال لکھ کر بھیجا (بقیہ برصفحہ پر)

گا۔ اس وقت جو بات نہایت اہم معلوم ہوئی اس کی طرف توجہ دلانا ضروری معلوم ہوا۔ اگر جناب کے متبرک قلم سے حنفیہ کے اس مسلک کا بیان بھی اب بطور ضمیمہ اس رسالہ میں شامل ہو جائے تو بہتر ہو گا۔ اس مسئلہ کی ضرورت و اہمیت کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کا) کہ یہ خلاف ہے نص قرآنی لن یجعل اللّٰہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا کے اس کا جواب یہاں سے لکھا گیا تقلید قضا من الکافر ولایت سلطانیہ کی بناء پر نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نصب قاضی کا فریضہ جو مسلمانوں پر عائد ہوتا ہے وہ اس کو قوتِ تنفیذ ہاتھ میں نہ ہونے کے سبب ادا نہیں کر سکتے۔ مگر جب حکومتِ کافرہ نے کسی کو قاضی یا والی بنا دیا تو عدم قدرت کا مانع مرتفع ہو گیا لہذا اس کی تعبیر یوں کی جائے گی کہ سلطان یا والی کافر نے جو کسی کو عہدہ قضا وغیرہ سپرد کیا ہے دراصل وہ سپردگی اہلِ اسلام کی جانب سے ہے (جس پر عامہ مسلمین کا سکوت بھی دال ہو سکتا ہے مولانا) اور حکومتِ کافرہ صرف پیام رساں ہے اور اس منظوری و پیام رسانی کی شرط رفع بھی قوتِ تنفیذ حاصل ہونے کے واسطے ہے حاصل یہ ہے کہ حکومتِ کافرہ کی طرف سے جو تقرر قاضی کا ہوا ہو وہ تولیت قضا نہیں بلکہ تولیت قضا کی شرط ہے پس اس تقریر سے اہلِ اسلام پر کفار کی ولایت کا شبہ بحمد اللّٰہ بالکل رفع ہو گیا فقد برد تشکر نیز یہاں کے جواب میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ اس کی نظیر تقلد قضا من الباغی المتغلب ہے اور اس میں شمس الائمہ نے یہی توجیہ کی ہے جو ابھی مذکور ہوئی عبارت شمس الائمہ کی تتمہ رفاق کے حاشیہ میں مذکور ہے۔

(۲) ختم پر من قولہ والمعنی فیہ (الی قولہ) وقد حصل۔ ملاحظہ فرما لیا جائے۔ بعد ازاں مولانا سجاد صاحب غالباً جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ میں تھانہ بھون تشریف لائے مولانا کفایت اللّٰہ صاحب وغیرہ بھی ہمراہ تھے اُس وقت بھی مولانا سجاد صاحب نے نصب القاضی من العامہ کو صحیح قرار دینے کی بہت سعی فرمائی اور تقلد قضا من الکافر پر اشکال مذکور کا اہتمام سے اعادہ فرمایا کہ حضرت حکیم الامۃ مدظلہم نے احقر سے ارشاد فرمایا کہ غالباً یہاں سے کچھ جواب بھی تو لکھا گیا تھا۔ احقر نے تتمہ "امداد الاحکام" جلد دوم میں تلاش کر کے وہ جواب سنایا جس میں ہر دو مسئلہ یعنی "نصب القاضی ابن العامۃ" کی عدم صحت

علاوہ پنچایت[1] کی عملی دقتیں بہت زیادہ ہیں۔ اور ان شرائط کی نگاہ داشت بھی بہت مشکل ہوگی۔ والسلام فقط

ابو المحاسن محمد سجاد کان اللہ

۲۵ ربیع الاول ۵۲ھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ کا) اور تعدد قضاء من الکافر کی صحت پر کافی تقریر ہے اُس کو سُنتے ہی مولانا حسین احمد صاحب نے فرمایا کہ اس باب میں اب کوئی اشکال نہیں رہا مولانا کفایت اللہ صاحب نے اول تو اس فرمانے پر حیرت سے سوال کیا۔ پھر مختصر مکالمت کے بعد خود بھی تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد احقر کو تکان ہو گیا۔ اُن دنوں احقر بیمار تھا اس لیے حضرت اقدس مدظلہم سے اجازت کے لیے عرض کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ وقت بھی کافی گذر چکا ہے اور ضروری گفتگو بھی ہو چکی۔ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جو اشکالات ہوں اُن کو قلمبند فرما دیا جاوے اُن میں اطمینان سے غور کیا جائے گا اس پر اُن حضرات نے چند سوالات تحریر فرما دیئے اُن میں سے بعض کا جواب تو ہو چکا تھا اور بعض کو مدینہ منورہ بھیجنا مناسب خیال کیا گیا اور وہاں سے جواب آنے پر تتمہ کی شکل میں شائع کر دیا گیا۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ مالکیہ کے ختم پر عنوان الاستفتاء بالمرۃ الخامسہ ۱۲

احقر عبد الکریم عفی عنہ

[1] ان عملی دقتوں کا اُن سوالات میں تذکرہ تھا جن کا ابھی گذشتہ حاشیہ میں ذکر ہوا ہے مگر مدینہ منورہ سے جواب آنے پر سب کا حل ہو گیا اس لیے اُس جواب کو شائع کر دینا کافی سمجھا۔ واللہ الموفق۔

احقر

عبد الکریم عفی عنہ

نمونہ نوٹس منجانب محکمہ شرعیہ

محکمہ شرعیہ / شرعی کمیٹی

تاریخ ---------- حوالہ نمبر ----------

مقدمہ نمبر ---------- بابت ----------

نوعیت دعویٰ ----------------------

نام ---------- دختر / پسر ----------

مقام ---------- پوسٹ ---------- تحصیل ----------

ضلع ---------- صوبہ ---------- ملک ----------

بنام

فلاں ---------- پسر فلاں ---------- ساکن ----------

پوسٹ ---------- تحصیل ---------- ضلع ----------

صوبہ ---------- مدعیہ / مدعی ----------

حسب ضابطہ شرع مدعی / مدعا علیہ مذکور کو اطلاع دی جاتی ہے کہ مدعی مذکور نے شریعت کے قانون کے تحت محکمۂ ہذا میں شرعی فیصلہ کے لیے درخواست پیش کی ہے جس کی نقل مطابق اصل ہمراہ منسلک ہے۔ اس مقدمہ کی سماعت کے لیے تاریخ ---------- دن ---------- وقت ---------- مقرر ہے شرعی قانون کے تحت مذکورہ تاریخ میں حاضر ہوں۔

دستخط صدر محکمۂ شرعیہ

یا قائم مقام صدر

تاریخ

فارم برائے عرضی دعویٰ

بمحکمۂ عدلیہ شرعیہ دار القضاء / شرعی کمیٹی

مقدمہ نمبر ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

نوعیت دعویٰ

حکم شرع کے مطابق عرض گذار ـ ـ ـ ـ ـ ـ دختر ـ ـ ـ ـ ـ ـ

مقام ـ ـ ـ ـ پوسٹ ـ ـ ـ ـ ـ تحصیل ـ ـ ـ ـ ـ

ضلع ـ ـ ـ ـ صوبہ ـ ـ ـ ـ ملک ـ ـ ـ ـ

بنام

مسمی ـ ـ ـ ـ ـ پسر ـ ـ ـ ـ برادری ـ ـ ـ ـ ـ

مقام ـ ـ ـ ـ پوسٹ ـ ـ ـ ـ تحصیل ـ ـ ـ ـ ـ

ضلع ـ ـ ـ ـ صوبہ ـ ـ ـ ملک ـ ـ ـ ـ

بگرامی خدمت جناب والا قاضی صاحب / صدر صاحب شرعی کمیٹی

عرض ہے کہ

(اس جگہ دعویٰ کا پورا مضمون مع دستخط مدعی تحریر ہوگا)

فارم درخواست مختار نامہ

برائے محکمۂ شرعیہ / شرعی کمیٹی

بابت مقدمہ نمبر - - - - - - - - - - - - -

مسماۃ مدعی / مدعا علیہ اپنے مقدمہ برائے

کے سلسلہ میں میں - - - - - - - مختار بنانے والے کا نام - - - - - - -

دختر / پسر - - - - - - - - - - برادری - - - - ساکن - - - - -

پوسٹ - - - - - - - - - تحصیل - - - - - - ضلع - - - - صوبہ - - - -

ملک - - - - - - - - اپنے مقدمہ نمبر - - - - - - - - کے سلسلہ میں

نام جس کو مختار بنایا گیا - - - - - - - - - پسر - - - - - - - -

پوسٹ - - - - - - - - - تحصیل - - - - - - - - ضلع - - - - - - - - -

صوبہ - - - - - - - - ملک - - - - - - - - - - کو اپنا مختار وکیل بنا کر

مکمل طور پر اپنے کو ہر طریقہ سے پابند قرار دیتا ہوں / دیتی ہوں۔ اور

فلاں - - - - - - پسر - - - - - - - - - مذکور کو اپنی طرف سے

اس مقدمہ میں مجاز بناتی ہوں۔

مختار یا وکیل بنانے والے کے دستخط

گواہ تاریخ

گواہ :

نمونہ اقرار نامہ تقرر ثالث

بعدالت شرعی کمیٹی ۔۔۔۔ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

مدعی ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ پسر ـ ـ ـ ـ ـ ساکن ـ ـ ـ ـ ـ

ضلع ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ صوبہ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ

نوعیت مقدمہ : مقدمہ شرعی

جوکہ شرعی کمیٹی مذکور میں مسماۃ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ نے
ایک دعویٰ بابت تفریق و فسخ نکاح دائر کیا ہے جس میں مدعا علیہ بحیثیت فریق طلب ہے دونوں فریق اپنے اپنے ثبوت و گواہی پیش کرنے کا حق رکھتے ہیں اور پوری پیروی مقدمہ کی بابت فریقین کر رہے ہیں چونکہ مقدمہ شرعی کا فیصلہ کرنے کے لیے شرعی کمیٹی / دارالقضاء مذکورہ کو پورا پورا اختیار ہے اس لیے ـ ـ ـ ـ ـ ـ پسر ـ ـ ـ ـ ـ ـ نے اپنی جانب سے شرعی کمیٹی / دارالقضاء کے قاضی فیصلہ کنندہ کو اپنا ثالث مقرر کر دیا ہے کہ جو بھی فیصلہ مقدمہ بالا کے سلسلہ میں قاضی صاحب دیں گے طاہر حسین کو قبول و منظور ہوگا۔ اس سے انحراف و انکار نہ ہوگا چونکہ طاہر حسین اور اس کے والد کو قاضی صاحب مذکور پر مکمل اعتماد و یقین ہے اس لیے ہوش و حواس اور ثبات عقل کے ساتھ بلا جبر دائرہ قاضی صاحب دارالقضاء شرعی کمیٹی کو پورا پورا اختیار دے دیا ہے اور ان کو اپنے مقدمہ کا ثالث بنایا ہے کہ وہ شرعی قوانین و ضابطہ کے تحت واقعات سے واقف ہو کر جو چاہے فیصلہ دیں مجھے قبول و منظور ہوگا اگر باوجودیکہ مجھے اقرار

کنندہ نے فیصلہ قاضی یا فیصلہ شرعی کمیٹی سے گریز کر کے ہندوستان کی کسی بھی عدالت میں فیصلہ قاضی صاحب کے خلاف کوئی مقدمہ یا اپیل دائر کرے گا تو وہ باطل اور جھوٹا ہوگا لہٰذا یہ دستاویز اپنی رضا و خوشی سے اقرار نامہ تفریق ثالث تحریر کر دیا کہ سند ہو اور وقتِ ضرورت کام آئے۔

دستخط گواہ　　　　دستخط اقرار کنندہ

تاریخ　　　　تاریخ
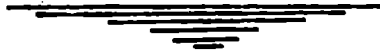
نوٹ: واضح رہے کہ یہ مندرجہ بالا اقرار نامہ عرائض نویس سے اقرار نامہ کے اسٹامپ پر تحریر کرایا جائے اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ اقرار نامہ کو رجسٹرار کے یہاں رجسٹرڈ کرا لیا جائے۔ تو اس اقرار نامہ کی رو سے کوئی فریق شرعی کمیٹی کے فیصلہ کا قانون حکومت کی سے بھی خلاف کرنے کا مجاز نہ ہوگا۔ (خورشید حسن قاسمی)